آفتابِ شہادت

حسینؑ بن علیؑ ـــــ ایک آفتاب ہے، جس کی روشن کرنیں روحانی مریضوں، اور دہریت کے دیوانوں کے لیے اکسیر ہیں ـــــ سر کی قربانی، تشنہ جگری ذبح اولاد، تاراجی و بے حرمتی ـــــ اور دوسرے دل تھرا دینے والے مصائب پر "بخوشی رضا" کے پس پردہ کیا تھا ـــــ؟

آفتابِ شہادت

تالیف

حجۃ الاسلام علامہ مفتی سید طیب آغا جزائری (مجتہد)

امام جمعہ جامع حائری دسن پورہ۔ لاہور

ناشر

ادارہ علوم آلِ محمدؐ بی ۱۲ اشاد باغ لاہور

قسم اوّل (مجلد) چار روپے ۵۰ پیسے ——— قسم دوم دو روپے ۵۰ پیسے

میرے اہلِ بیت
میرے بعد، میری امت کے
ہاتھوں قتل و غارت و شہر بدر ہونے کے
مصائب برداشت کریں گے۔
سب سے زیادہ ہم سے بغض رکھنے والے
بنو امیّہ
ہیں!

حدیث شریف نبویؐ
(مستدرک امام حاکم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف
قریش کو جتنے کینے تھے وہ سب مجھ سے نکال لئے، اور
عنقریب باقی ماندہ میری اولاد سے نکال لیں گے! مجھ سے اور
قریش سے کیا سروکار!
میں نے تو اللہ اور اُس کے رسولؐ کے حکم کی بنا پر
ان سے جنگ کی۔ کیا یہی سزا ہے اس
کی جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی
اطاعت کرتا ہو! اگر یہ مسلمان
ہیں تو جواب
دیں!

(امیر المومنین) علی علیہ السّلام
(کلمات قصار شرح ابن ابی الحدید)

خلافت معاویہ و یزید کی آزادی کی خبر سن کر

(بابائے اُردو) ڈاکٹر عبدالحق نے فرمایا

محبی! محمود احمد عباسی،
مقدمہ کی کامیابی مُبارک ہو، ایک
جاہل حاکم (یعنی وہ ایڈمنسٹریٹر
جس نے مذکورہ کتاب کی ضبطی کا
حکم دیا تھا) آپ کی بلند تاریخی
تحقیق و ری سرچ کو کیا سمجھ سکتا
ہے، ہائی کورٹ کا یہ بصیرت افروز
فیصلہ آئندہ ایسے معاملات میں بطورِ
نظیر کے پیش کیا جائے گا.........."

ہم یہ کتاب بھی تاریخی تحقیق و ری سرچ کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور بقول بابائے اُردو آنجہانی، ہائی کورٹ کا یہ بصیرت افروز فیصلہ ایسے معاملات میں بطور نظیر کے پیش کیا سکتا ہے۔

قولِ رسول

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِي فَهُوَ لِإِحْدَى ثَلَاثٍ إِمَّا مُنَافِقٌ وَإِمَّا وَلَدُ زَانِيَةٍ وَإِمَّا امْرُؤٌ حَمَلَتْ بِهِ أُمُّهُ فِي غَيْرِ طُهْرٍ (امالی صدوق ابن بابویہ قمی ص ۴۱)

ترجمہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

• جو شخص میری عترت کا حق نہ پہچانے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تین عیبوں میں سے کسی ایک کے ساتھ متصف ہوگا۔ ۱۔ یا وہ شخص منافق ہوگا ۲۔ یا زانیہ کا فرزند ہوگا۔ ۳۔ یا اس کی ماں نے اس کا حمل بحالت ناپاکی اٹھایا ہوگا ۔

صَدَقَ اللهُ وَنَبِيُّهُ الْكَرِيمُ : وَنَحْنُ عَلَى ذَٰلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ

واقعۂ کربلا از زبان

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ

چون خلافت رشتہ از قرآن گسیخت / حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آن سر جلوۂ خیر الامم / چون سحاب قبلہ باران در قدم
بر زمین کربلا بارید و رفت / لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
بہرِ حق در خاک و خون غلطیدہ است / پس بنائے لا الہ گردیدہ است
آن امام عاشقان پور بتول / سرو آزادی ز بستانِ رسولؐ
نقش "الا اللہ" بر صحرا نوشت / سطر عنوان نجات ما نوشت
اللہ اللہ بائے "بسم اللہ" پدر / معنیٔ "ذبح عظیم" آمد پسر
خون او تفسیر این اسرار کرد / ملت خوابیدہ را بیدار کرد
رمز قرآن از حسین آموختیم / ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم
تا قیامت قطع استبداد کرد / موج خون او چمن ایجاد کرد
شوکت شام و فر بغداد رفت / سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت
تار ما از زخمہ اش لرزان ہنوز / تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز

اے صبا! پیک دور افتادگان
اشک ما بر خاک پاک او رسان

خلافت معاویہ و یزید میں

ان دو آنکھوں نے کیا کیا دیکھا

(مبصر کے قلم سے)

یوں تو دشمنان اسلام نے شمع حق کو بجھانے کے لئے متعدد کتابیں لکھیں مگر ——— حال ہی میں محمود احمد عباسی نے اپنی نامحمود کتاب "خلافت معاویہ و یزید" میں اسلام و بانی اسلام، قرآن و اہل بیت، خانہ کعبہ، بزرگان دین کے خلاف جو زہر اگلا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ چشم عبرت سے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

توہین رسولؐ پاک

۱۔ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے ملکوں سے آئی ہوئی پنیر اور دوسری چیزیں کھایا کرتے تھے (خلافت معاویہ و یزید ص۵۵)

اللہ اللہ! وہ رسول جس کو قدرت طٰہٰ (اے طیب و طاہر) کہہ کر پکارے جو بوجہ زہد و قناعت اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر وقت گزارے وہ (معاذ اللہ)

اتنا گر گیا تھا کہ کافروں کے نجس ہاتھوں کی پنیر کھا لیتا تھا، کاش کہ فائل کو اتنی عقل ہوتی کہ پنیر عرب کی خاص چیز ہے جہاں کا بچہ بچہ اس کو بنانا جانتا ہے، لہذا مسلمانوں کے ہوتے ہوئے رسولؐ کو کافروں کے ملک کی پنیر کھانے کی کیا ضرورت تھی "انما المشرکون نجس" کی مخالفت کس لئے کی؟

توہین خانہ کعبہ (بیت اللہ الحرام)

۲ کعبہ مشرکین کا بنایا ہوا تھا ص۵۵) ۔ کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بنایا ہوا ہے یا کفار کا؟ مؤلف خلافت معاویہ و یزید نے اسے کفار کی طرف منسوب کیا ہے قرآن کریم کو اگرچہ بعض کافر مطابع نے بھی چھاپا ہے مگر آپ اس کو رسولؐ کی طرف منسوب کریں گے یا کفار کی طرف؟

توہین قرآن پاک

۳ احیاء العلوم (غزالی) قرآن کا سپارہ ہے ص۱۶۸ مسلمانوں نے اپنی سب سے بڑی کتابیں صحاح ستہ مانی ہیں، صحاح ستہ میں صحیح بخاری کو فوقیت حاصل ہے اس کی سب سے بڑی تعریف کی تو یہی کہا "بعد کلام الباری صحیح بخاری" اس کو کبھی قرآن نہ کہا ——— مگر ان صاحب کے نزدیک احیاء العلوم کا درجہ (اس میں امام حسینؑ کے خلاف زہریلا مواد ہونے کی وجہ سے) اتنا اونچا ہے کہ وہ قرآن کا سپارہ ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

توہین اہلبیتؑ طاہرین

رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو گراں قدر چیزیں چھوڑی تھیں قرآن و اہلبیت، جب قرآن کی یہ گت بنی کہ وہ غزالی کی احیاء العلوم کے مساوی ٹھہرا تو بھلا اہلبیت کس شمار میں تھے چنانچہ ان کے خلاف دل کھول کر جذبہ انتقام پورا کیا ہے کبھی ان کی توہین کر کے، کبھی ان کو گالیاں دے کر، کبھی ان کے دشمنوں اور قاتلوں کی جھوٹی تعریفیں کر کے۔ ذیل میں ہم چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۴۔ حضرت علی میں تقدس و پارسائی کا جذبہ کارفرما نہ تھا ص۶

۵۔ حضرت علی میں حب جاہ تھی ص۶

۶۔ حضرت علی کو خلیفہ شہید کی جانشینی کا استحقاق واقعاً حاصل نہ تھا ص۶

۷۔ حضرت علی کی بیعت سبائیوں نے کی تھی ص۶۵

۸۔ حضرت علی کی بیعت نامکمل تھی ص۳ و ص۲۰۵

۹۔ حضرت علی سے لغزشیں ہوئیں ص۳۲

۱۰۔ حضرت علی نے کہا "اگر میں جانتا کہ یہ معاملہ اس طور پر ہو جائے گا تو معاویہ پر خروج نہ کرتا ابو موسیٰ تم فیصلہ کرو خواہ وہ میری گردن اڑا دینے کے بارے میں ہو" ص۱۶

۱۱۔ امام حسین نے غلط اقدام کیا ص۸۶ و ص۱۱۷ و ص۱۱۹ و ص۱۲۳ وغیرہ

۱۲۔ امام حسین میں حب جاہ تھی ص۱۹۴

۱۳- ابن عباس نے امام حسین سے کہا تمہاری گردن پکڑ لیتا ص ۱۲۴

۱۴- ابن عباس نے امام حسین سے کہا تمہارے سر کے بال پکڑ کر دست و گریبان ہو جاتا ص ۱۵۵۔

۱۵- قاصد حسین کو اعانت جرم (حسین) کی پاداش میں ابن زیاد نے مروا ڈالا ص ۱۸۵۔

۱۶- حضرت مسلم بن عقیل نے بھی اپنے جرم میں قتل کی سزا پائی ص ۲۵۹

۱۷- امام حسین نے غیر مآل اندیشانہ طور پر امیر یزید کی فوج پر حملہ کرنے میں پہل کی ص ۲۵۹۔

۱۸- امام حسین نے یزید کے پیچھے نماز پڑھی ص ۳۳

۱۹- امام حسین (معاذ اللہ) ناک میں بولتے تھے ص ۵۰۲ (رضی اللہ عنہم ختم عدو)

۲۰- امام حسین کو (معاذ اللہ) مرض برسام (جس سے اختلاط ذہنی عارض ہوتا ہے) تھا ص ۵۰۱۔

۲۱- امام زین العابدین حصین بن نمیر کے گھوڑوں کا چارا لے کر آئے ص ۳۸۴ (ملحوظ رہے یہ حصین بن نمیر وہی ہے جو فوج یزید میں بڑھ بڑھ کر فاطمہ کے لال کو گالیاں دیتا تھا، واقعہ کربلا میں اُس نے نمایاں حصہ لیا ہے، خانہ کعبہ کو بھی اسی نے جلایا ہے)

۲۲- متنقم سخن حسین مختار ثقفی کے لئے ناسزا الفاظ اور نفرین ص ۴۴۳

۲۳- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فن کیمسٹری خالد بن یزید سے سیکھا تھا ص ۵۲۱ امام جعفر صادق علیہ السلام وہ ہیں جن کا ایک ادنیٰ شاگرد

جابر بن حیان ہے جس کو آج کی سائنس میں بھی FATHER OF CHEMISTRY مانا جاتا ہے۔ الجبرا بھی اسی سے لیا گیا ہے جب شاگرد یہ تھا تو استاد (امام جعفر صادقؑ) کیسے ہوں گے۔ امام ابو حنیفہ کا ارشاد ہے لو لا السنتان لهلك النعمان اگر امام جعفر صادقؑ کی شاگردی کے دو سال نہ ملتے تو میں ہلاک ہو گیا تھا۔

امام جعفر صادقؑ نے اپنے آباءِ طاہرینؑ سے اور انہوں نے حضرت رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمالات حاصل کئے تھے، اسی لئے ان کے علم کے حکومت والے ہر دور میں محتاج رہے ہیں، مگر یزید کے پرستار کی یہ رائے ہے کہ اہلبیت کے پاس جو علم رسولؐ تھا وہ ناکافی تھا یزید اور اولادِ یزید نے ان کو پڑھایا سکھایا ہے۔ آگے فضائل اہلبیت میں ہم ابن حجر مکی کی حدیث پیش کریں گے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کو نہ پڑھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ہتک حرمت شہادت عظمیٰ امام حسین علیہ السلام

۲۴۔ واقعہ کربلا ڈراما ہے ص۲۱

۲۵۔ واقعہ کربلا افسانہ ہے ص۲۱ و ص۲۲۴

۲۶۔ واقعہ کربلا دیو مالائی داستان ہے ص۳۵

۲۷۔ محرم کے تمام بدعیات و ہذلیات کا بانی معز الدولہ تھا ص۲۴۱۔

توہین بزرگان اسلام

۲۸۔ یزید کی خلافت اور حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت ایک حیثیت رکھتی ہے ص۲۶۰۔

۲۹۔ یزید عمر فاروق کا داماد تھا ص۲۷۴ و ص۷۵

۳۰۔ عبداللہ بن زبیر نے چکمہ دیا ص۳۷۱

۳۱۔ عبداللہ بن زبیر کے دعوئے اصلاح کا شعرا نے مذاق اڑایا ص۳۷۱

۳۲۔ عبداللہ بن زبیر نے عامل مکہ کو برطرف کرنے کیلئے چال چلی ص۳۷۲ و ص۳۷۳

مدح دشمنان اسلام و اہلبیت علیہم السلام

۳۳۔ یزید علم و فضل و تقوی و پرہیزگاری و پابندی صوم صلوٰۃ میں یگانہ تھا ص۶۲

۳۴۔ یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھا ص۶۲

۳۵۔ یزید کی عظیم منزلت تھی ص۶۵

۳۶۔ یزید کو مدینہ رسولؐ سے بڑا انس تھا ص۲۰۴ (جب ہی تو مسجد رسولؐ میں گھوڑے بندھوا دیئے تھے)

۳۷۔ یزید امیر المومنین تھا ص۲۰۱ و ص۲۱۴ و ص۲۱۲ (اس صفحہ پر بھی ہونا چاہیے تھا۔

۳۸۔ یزید کامل الایمان در حمدل تھا ص۲۲۳

۳۹۔ یزید کے جملوں سے کلام اللہ کا رنگ جھلکتا تھا ص۲۰۲

۴۰۔ یزید کی حرارت دینیہ و خدمات ملیہ ص۴۲۵ (اس سے بڑھ کر حرارت دینیہ کیا ہو گی کہ خانہ کعبہ میں آگ لگادی)

۴۱۔ قصیدہ در مدح یزید ص۵۶۶

۴۲۔ قصیدہ در مدح قاتل حسین عمر بن سعد ص۵۶۷

۴۳۔ عمر بن سعد نے مرتدوں سے جہاد کیا ص۵۶۷

۴۴۔ شمر ذی الجوشن اپنے قبیلہ کا ممتاز شخص تھا ص۳۳۱

۴۵۔ شمر حضرت علی کے کیمپ میں تھا ص۳۳۱

۴۶۔ شمر کے والد صحابی جلیل تھے ص۳۳۱

۴۷۔ شمر کا دادا حضرت مرلہ بن کثیف رسول اللہ کے صحابی اور حضرت ابوہریرہ کے ہم جلیس ایسے فصیح و بلیغ تھے کہ ذو اللسانین کہلاتے تھے ص۳۳۱

۴۸۔ شمر کا پوتا اندلس میں عالی مرتبت ہوا ص۳۳۱

گالیاں اہلبیت اطہارؑ پر

۴۹۔ حضرت علی معاویہ بن مروان کے خسر تھے ص۳۵ (معاذ اللہ)

۵۰۔ امام حسین یزید کے خسر تھے ص۵۰ (معاذ اللہ و رض اللہ عظام عدوہ)

۵۱۔ حسنین مروانیوں کے خسر تھے اور اپنے دامادوں سے روپیہ وصول کرتے تھے ص۳۰۵ (رسوا اللہ وجہ عدوھما)

مدح بنی امیہ

۵۲۔ بنی امیہ کے ایام بہترین و منور ترین تھے ص۲۲ (بہترین و منورترین

کے معنی یہ ہیں کہ گزشتہ ایام ان سے پست تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخلفاء راشدین کے ایام بھی داخل ہیں)

۴۳۔ بنی امیہ سے بڑھ کر کوئی فاتح نہیں گزرا ص۵۵ (لہذا مسلمانوں کو حضرت عمر کو فاتح اعظم نہیں کہنا چاہیئے)

شیعیان علیؑ کو گالیاں

۵۴۔ شیعوں کو سبائیوں کا لقب ص۴۳

۵۵۔ شیعوں کو عیسائیوں سے تشبیہ ص۲۴۱

۵۶۔ جو یزید کو ظالم اور اس کے غیر (آئمہ ومعصومین علیہم السلام) کو معصوم کہے خدا اس کو ہلاک کرے ص۵۵۹

۵۷۔ رافضی جھوٹے وکذاب ہیں ص۲۱۹ وص۲۲۰

۵۸۔ روافض میں کذب تمام اہل قبلہ سے زیادہ ہے ص۱۲۴

یہ ہے محمود احمد عباسی کی کتاب خلافت معاویہ ویزید کا نچوڑ جس کو بابائے اردو عبدالحق انجہانی نے بے حد پسند فرمایا ہے اور اہلبیتؑ و بزرگان دین کو گالیاں دینے کی وجہ سے اس کے مولف کو "محبی" کے لفظ سے یاد فرمایا ہے صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے اس کتاب کی اتنی حمایت کی ہے جیسے "اپنا مال" ہو شاید اسی بنا پر اس کتاب کے شاعر غرائے محمود احمد عباسی کو داد دیتے ہوئے آخر کتاب میں یہاں تک فرما دیا ہے

حسبنا من اناءک ماء عبیر[1]

---

[1] خلافت معاویہ ویزید ص۵۵۹

(ہم نے تمہارے برتن میں کسی دوسرے کا پانی سمجھا ہے)

مولوی صاحب آنجہانی نے تو اس کتاب کی طرفداری میں حد کردی کہ حکومت تک کو لے ڈالا اور حکام وقت جنہوں نے اس کتاب کے ضبط کئے جانے کا حکم دیا تھا، ان کو "جاہل حاکم" تک کہہ دیا، جن علمائے دین نے اس کتاب کی رد میں کتابیں لکھیں وہ بھی مولوی صاحب مذکور کی زد سے نہ بچے ان کو "پابند رسوم و اوہام ملا" کے لقب سے نوازا ہے جن میں اہل سنت کی سب سے بڑی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ قاری محمد طیب صاحب بھی داخل ہیں گویا محمود احمد عباسی و مولوی عبدالحق دونوں کی نظر میں حکام وقت و علمائے عصر سب کے سب بیک قلم جاہل و اوہام پرست ہیں صرف یہی دو حضرات علم کی دولت سے مالا مال ہیں ؎

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دراصل یہ کتاب اسلام کی پیٹھ میں خنجر پیوست کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے کیونکہ "واقعہ کربلا" کی عظمت سے انکار کے پردہ میں مطلب سعدی دیگر است" وہ مطلب یہ ہے کہ "سانحہ کربلا" تیرہ سو سال سے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں مسلمہ حیثیت سے چلا آرہا ہے تمام کتب احادیث اس سے پٹی پڑی ہیں تدبیر یہ ہے کہ جب اس کو دیو مالائی افسانہ ثابت کردیا جائے گا تو اس کے بعد دیگر مبانی اسلام جن کی بنا حدیث و سیر پر ہے کی تکذیب بڑی آسانی سے ممکن ہو گی، گویا اس طرح فتنہ انکار حدیث

کے لئے زمین ہموار کی جارہی ہے، جب حدیث ہی نہ رہی تو اسلام کے دامن میں کیا باقی رہ جاتا ہے یہ ہر خلافت معاویہ و یزید کا ایک پہلو تھا جس پر آئندہ تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

دوسرا اس سے بھی زیادہ خطرناک پہلو یہ ہے کہ اسلام سے اتحاد باہمی کو ختم کر دیا جائے۔ اسلام کے دو اہم فرقے شروع سے چلے آتے ہیں۔ سنی و شیعہ، اس کتاب میں ایک کو دوسرے کے خلاف اُبھارا گیا ہے پہلے یہ ثابت کیا کہ یزید نے جو کچھ کیا وہ حضرت عمر کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے کیا" چنانچہ لکھتے ہیں۔

"ایک دفعہ امیر المومنین معاویہ نے یزید سے دریافت کیا کہ تم کس طرح عمل کرو گے اگر تم کو والی بنا دیا جائے؟ یزید کے جواب کو علامہ ابن کثیر نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے، یزید نے کہا کنت واللہ یاابت عاملاً فیھم عمل عمر بن الخطاب' واللہ اے اباجان! حضرت عمر بن خطاب نے جو عمل امت کے ساتھ کیا میں بھی ان کے ساتھ وہی کروں گا (خلافت معاویہ و یزید ص ۶۴)

دیکھا آپ نے کس جرأت سے واقعات کربلا کا دھارا حضرت عمر کی طرف موڑ دیا اور یزید کی سیرت کو سیرت حضرت عمر میں سمو دیا، یہ وہ نظریہ ہے جس کو پوری کتاب میں بار بار دھرایا گیا ہے، دوسری جگہ کردار یزید کو کردار حضرت عمر سے بالکل مطابق کرنے کی دھن میں فرماتے ہیں۔

"امیر یزید کو حکومت وسیاسی امور میں ہی حضرت فاروق اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی ان کی پیروی کرتے تھے" (ص ۶۵)

لیجیئے! اب کیا رہ گیا گویا عمر و یزید ایک درخت کے دو پھل، ایک پھل کے دو ٹکڑے تھے آئینہ یزید کا تھا اس میں صفات وحرکات حضرت عمرؓ کے جھلک رہے تھے، یہ سنیت کی کمر پر وہ زبردست چوٹ تھی جس سے ان کے تمام باہم علمائے کرام بے چین ہو گئے اور ہندوستان و پاکستان میں ہر طرف مولف کتاب پر لے دے ہونے لگی چنانچہ اب تک متعدد کتابیں اس کی رد میں لکھی جا چکی ہیں جن میں تبرکاً شیعوں کو بھی کہیں کہیں برا بھلا کہا گیا ہے تاکہ یہ سوءِ تفاہم نہ ہو کہ یہ حضرات شیعوں سے مل گئے ہیں مگر اس کو کیا کہئے کہ عباسی صاحب نے آخر کار ان پر یہ الزام دھر ہی دیا (ملاحظہ ہو ص۴۸ و ص۲۳ کتاب مذکور) گویا عباسی صاحب کے نزدیک "خالص سنیت" جب ہی ہو گی کہ جب یزید و عمرؓ کو ایک کہا جائے — !

عباسی صاحب کا مذکورہ دعویٰ کہاں تک درست ہے اس سے وہ خود اور علمائے اہل سنت نپٹ لیں ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اس پروپیگنڈے کا نتیجہ بہت خطرناک ہے کیونکہ جن سنیوں کو ان کی بات پر یقین آجائے گا وہ مراسم عزاداری سے متنفر ہو جائیں گے کیونکہ وہ اس کو سیرت حضرت عمرؓ کے خلاف احتجاج سمجھیں گے لہذا ہر جگہ اس کو بند کروانے کی وجہ سے جھگڑے شروع ہو جائیں گے دوسری طرف شیعہ سنیوں سے متنفر ہو جائیں گے کیونکہ ابتک تو دونوں متحدہ طور سے قاتل حسینؑ سے بیزاری کرتے چلے آرہے تھے جو ان کی نظر میں بظاہر یزید کے سوا کوئی اور نہ تھا لیکن جب موصوف کی یہ تحقیق انیق سامنے آئے گی کہ یزید نے جو کچھ

کیا وہ ٹھیک کیا کیونکہ وہ سولہ آنہ سیرت حضرت عمر فاروق کا مظہر تھا تو طبعاً ان کو اہلسنت سے نفرت ہو جائے گی اور اس طرح آپس میں لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے اپنے اس منشا کو موصوف نے دیباچہ میں یہ شعر لکھ کر بالکل طشت از بام بھی کر دیا ہے ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف

موصوف کی نظر میں اختلاف پسندیدہ شے ہے یہ ان کا ذاتی نظریہ ہے جس کو پاکستان دوست افراد نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اس وقت پاکستان کو سنی شیعہ اتحاد کی جتنی ضرورت ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے کیونکہ ہمارا ملک چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرا ہوا ہے حد یہ ہے کہ مسلمان حکومت افغانستان دوسروں کی شہ پہ مدت سے پاکستان کی شہ رگ کاٹنے کی فکر میں ہے اور وہی مثل صادق آتی ہے کہ "جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے" ہمسایہ میں لے دے کر ایک ایران ہے جو ابتدا سے لے کر اب تک پاکستان اور پاکستانیوں کا ہمنوا ہے، جب پاکستان خواب خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا تھا اس وقت بھی جس نے اپنی دولت سے اس کے نقشے میں رنگ بھرا وہ شیعہ[1] تھا جس نے اس خواب کو حقیقت بنا کر دکھلا دیا وہ بھی

---

[1] راجہ محمود آباد

شیعہ[1] تھا، آج بھی شیعہ ہی اس کے دست و بازو ہیں اور اس کے استحکام کے لیے جو آواز بھی بلند کی جائے اس پر لبیک کہنے کے لیے سب سے پہلے تیار ہیں چنانچہ حال میں مصلح ملت عالی جناب عبدالمجید قادری خضری پیر صاحب دیول شریف حفظہ اللہ وایدہ نے مری میں علماء و صوفیائے کرام کی جو کانفرنس بلائی تھی جس کی غرض استحکام اسلام و پاکستان کے لیے اتحاد کا قیام تھا اس میں سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں شیعہ ہی تھے، چنانچہ پیر صاحب موصوف ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی بڑی قدر کی خداوند کریم موصوف کو جزائے خیر دے اور اس عظیم مقصد میں ان کو ہر طرح کامیاب و کامران فرمائے ۔ ایں دعا از من و از جملہ آمین باد!

مگر دشمنوں کو یہ سنی شیعہ اتحاد پہلے سے خار مغیلاں کی طرح کھٹک رہا ہے، ہمیں یاد ہے قیام پاکستان سے قبل کس کس طرح قائداعظم مرحوم کی مخالفت کی جاتی تھی، طرح طرح سے ان کی راہ میں روڑے اٹکائے جاتے تھے، اور آج بھی دوسروں کی تحریک پر ففتھ کالم پاکستان کے اندر مصروف ایجاد انتشار و خلفشار ہے۔

عباسی صاحب کا اپنے متعلق یہ اقرار ان کے راز نہانی کو فاش کرتا ہے ــــــــــ

"امروہہ کانگرس کمیٹی کا میں صدر تھا، پنڈت جواہر لال نہرو نے

---

[1] قائداعظم محمد علی جناح

جب ہمارے علاقہ میں الیکشن کا تاریخی دورہ کیا تھا ہمیں دونوں (یعنی خود اور مولانا حفیظ الرحمٰن) ان کے ساتھ ساتھ قصبات و دیہات میں پھرتے اور جلسوں کے انتظامات کرتے تھے" (کتاب خلافت معاویہ ویزید ص۱۶[1]) جو سابق صدر کانگرس ہو اس سے مسلمانان پاکستان کو ایسی ہی کتاب کی توقع رکھنا چاہئے تھی جس میں خرمن اتحاد میں آگ لگانے والا مواد موجود ہو، آپ کو صرف کانگرس کی صدارت پہ ناز نہیں ہے بلکہ پنڈت نہرو کی خدمت پر بھی فخر ہے۔ ان کے اس حد تک وفادار تھے کہ ان کی تقریروں کے لئے زمین ہموار کرتے پھرتے تھے، پنڈت نہرو اور کانگریسی لیڈروں کی اس فخریہ "چوبداری" کے بعد کیا اب بھی آپ کو شک ہے کہ ؎

کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں

یہ خلافت معاویہ ویزید نہیں ہے، ایک پرانے کانگریسی کے قلم سے مسلمانوں کے خلاف لاوا اگلا گیا ہے۔ اس کتاب میں ایک خاص چال یہ چلی ہے کہ "سنی بن کر جب واقعہ کربلا کا مذاق اڑایا جائے گا، حضرت علی وامام حسین ودیگر ناموس اہلبیت کو گالیاں دی جائیں گی، یزید کو خلفائے ثلاثہ کا ہم مسلک کہا جائے گا، تو شیعہ مجبور ہو کر انتقامانہ کاروائی

---

[1] اس کے علاوہ کتاب مذکور میں کئی جگہ موصوف کا کانگرسی ہونا، کانگرسی اخبارات کی ایڈیٹری کرنا، ابو الکلام آزاد و حفیظ الرحمٰن وغیرہ کا ہمنوا ہونے کا اقرار کیا گیا ہے دیکھو ص۱۷ و ص۵۵۲ وغیرہ۔

پر اُتر آئیں گے اور خلفائے ثلاثہ کو برا بھلا کہیں گے۔ آپس میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس طرح عباسی صاحب کی باسی کڑھی میں پھر سے اُبال آ جائے گا، اُبال آیا اور خوب آیا اگرچہ اس کی بھاپ سے خود انہی کی حالت پوست کندہ ہو گئی کیونکہ ان کے خلاف امید انہی کے ہم مذہب علماء نے ان کے بخئے ادھیڑنا شروع کر دیئے اور اس رسوائے عالم کتاب کے ایسے ایسے منہ توڑ جواب لکھے کہ باید و شاید۔

حضرات اہلسنت نے تو جواب لکھ کر اپنا حق ادا کر دیا اور اس کتاب سے اپنی برأت کا ثبوت دے دیا لیکن اس سلسلہ میں ہم پر بھی کچھ فرض عائد ہوتا ہے، اگر معاملہ صرف شیعوں کو سب و شتم کرنے تک محدود ہوتا تو کوئی بات نہ تھی مگر کتاب میں کافی زہریلا مواد حسینؑ و حسینیت کے خلاف موجود ہے، امام حسینؑ کو برملا برا کہا گیا ہے، جو ہمارے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہے اس لئے یہ جواب لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ ہماری قوم کے کم علم افراد اس زہریلے وار کا شکار نہ ہوں، مگر ہمیں پریشانی ہوئی کہ جواب دیں تو کیونکہ، ادھر جھوٹ ہے، افترا ہے، غلط سلط محرف شدہ عبارتیں ہیں، دھوکہ دہی ہے اور جب کچھ باقی نہ رہا تو گالیاں ہیں۔

لہ مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دسنی) مولف حسین و یزید اپنی کتاب مذکور میں عباسی صاحب کے حرکات سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:-
"عباسی صاحب نے یزید کے اتقاء و پارسائی اور اس کی خلافت شرعیہ

کوستے ہیں ـــــ ہمارے پاس حریف مقابل کے ان تمام سرمایہ افتخار ہتھیاروں میں سے ایک بھی نہیں، کیونکہ گالی کا جواب تو گالی ہی سے ہو سکتا ہے وہاں پر منطقی استدلال یا تاریخی حقائق کیا حقیقت رکھتے ہیں! مگر ہم نے اپنی اس مجبوری کے باوجود جو جواب دیا ہے وہ فحش گفتاری کے اعتبار سے اُس کتاب کا ہم پلہ نہ سہی لیکن "واقعہ نگاری" کے لحاظ سے ترازوئے عقل و ہوش پر تولا جائے تو اس کا پلہ بھاری رہے گا۔ اس میں اس بات کا خاص لحاظ کیا گیا ہے کہ مؤلف خلافت معاویہ و یزید کی اختلاف پرور تمنا کے برخلاف حضرات اہل سنت کے بزرگوں پر حرف نہ آئے جہاں جہاں ان کو یاد کیا گیا ہے بہ احترام یاد کیا گیا ہے ہر قسم کی دلآزاری سے حتی الامکان احتراز کیا گیا ہے، ہم تو امیر معاویہ سے بھی متعرض نہ ہوتے مگر چونکہ اصل کتاب امیر معاویہ اور بنو امیہ سے شروع ہوتی ہے اس لئے برادران اہلسنت کی معذرت کے ساتھ

(بقیہ حاشیہ ص۲۳)

کے اثبات میں اولاً نظریہ قائم کیا پھر اس نظریہ کے تحت کتب تاریخ سے ایسے حوالاجات تلاش کرنا شروع کئے جس سے قارئین کو دھوکہ دیا جاسکے جہاں کہیں یزید کی تعریف میں جملہ نظر آیا اسے لے لیا اور اسی عبارت کا دوسرا حصہ ترک کر دیا جس میں یزید کی تنقیص مذکور ہے؛ اسی طرح حضرت علی مرتضےٰ کی تنقیص شان میں جہاں کچھ نظر آیا اتنا جملہ اٹھا کر نقل کر دیا اور باقی عبارت ترک کر دی گئی (ص۱۳)

ظلم اٹھانے کی جرات کی گئی کیونکہ ذی فہم و باعلم اہلسنت بھی امیر معاویہ کو (دشمنی اہلبیت کی وجہ سے) اچھی نظر سے نہیں دیکھتے جیسا کہ خود "خلافت معاویہ و یزید" میں ہے۔

"اموی فرمانرواؤں کی حکومت حقیقت میں خلافت نہ تھی، ان کی حکومت اپنی روح میں اسلام کی روح سے ہٹی ہوئی تھی، اس فرق کو ان کی حکومت کے آغاز ہی میں محسوس کر لیا گیا تھا، چنانچہ اس حکومت کے بانی امیر معاویہ کا اپنا یہ قول تھا انا اول الملوک میں سب سے پہلا بادشاہ ہوں" (خلافت معاویہ و یزید ص۴۳) عباسی صاحب نے اگرچہ اس عبارت کے قائل کا نام نہیں لیا ہے مگر ایں الفاظ ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے "ہمارے زمانے کے ایک سنی عالم صاحب نے ..... ابھی حال ہی میں اپنے ماہنامہ میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے" (اس کے بعد مذکورہ بالا عبارت درج کی ہے)۔

دوسری جگہ اہلسنت کے بہت بڑے عالم دین قاری محمد طیب صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ دیوبند سے خطاب کیا ہے۔

"یزید دشمنی نے طیب صاحب کو بڑھتے بڑھتے بغض معاویہ تک پہنچا دیا ہے" (ص۲۹) بہرحال معلوم ہوا کہ علمائے اہل سنت معاویہ کو روح اسلام سے ہٹا ہوا بادشاہ اور قابل بغض سمجھتے ہیں اس روشنی میں اگر کچھ حقائق کا انکشاف مسلمانوں کی معتبر کتابوں سے ہم بھی کر دیں۔ تو قابل معافی ہوگا، کیونکہ اس کی ذمہ دار یادہ کتابیں ہوں گی جو آج کل

مسلمانوں میں مروج ہیں اور سُنی ملکوں اور سُنی حکومتوں میں چھپتی چلی آرہی ہیں۔

یا پھر خود عباسی صاحب پر ذمہ داری عائد ہوگی جن کی غلط بیانیوں اور فتنہ انگیزیوں سے مجبور ہوکر ہم نے یہ کتاب پیش کی۔

یا پھر بابائے اردو مولوی عبدالحق آنجہانی ذمہ دار ہوں گے جنہوں نے "خلافت معاویہ و یزید" کی ضبطی کے بعد اس کے دوبارہ آزاد ہونے پر ہائی کورٹ کے فیصلے کو اپنے ان گرانقدر الفاظ میں سراہا ہے۔

"یہ فیصلہ آئندہ ایسے معاملات میں بطور نظیر کے پیش کیا جائیگا"

یعنی اب اس قسم کی کتابیں ضبط نہیں ہوں گی۔ نہ اصل نہ جواب۔ بلکہ موصوف کے نزدیک اس کتاب میں کچھ زہر کم تھا اس سے زیادہ زہریلی کتاب لکھنے کی ضرورت ہے فرماتے ہیں۔

"مجھے امید ہے کہ آپ کی دوسری کتاب جس کی تالیف میں آپ مصروف ہیں اس سے زیادہ مقبول ہوگی"۔

جتنی لعن و پھٹکار اس کتاب پر مسلمانوں کے دونوں فرقوں سے پڑی ہے شاید ہی کسی کتاب پر پڑی ہو۔ یہاں تک کہ خود مؤلف نے دیباچہ میں اس کا اقرار کیا ہے۔ اگر بابائے اُردو کی جدید انسائیکلو پیڈیا میں "مقبول" ان معنی میں منقول ہوگیا ہے تو خدا مبارک کرے بلکہ خدا اس کی مقبولیت میں اور اضافہ فرمائے۔ ہماری کتاب کو خدا اس "مقبولیت" سے بچائے۔ کیونکہ ہم کسی قیمت پر مسلمانوں کے درمیان اختلاف ڈلوانے کے حامی نہیں

خداوند عالم استحکام پاکستان کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔ ملت مسلمہ سنی شیعہ دونوں کو قریب سے قریب تر کرے مخالف اتحاد اسلامی کو سرنگوں کرے اور ہر روز نئے فتنے جگانے والوں کو خائب خاسر کرے۔

وخسر هنالك المبطلون وجعل كلمة الذين كفروا السفلى وكلمة الله هي العليا والله عزيز حكيم

○

انتســـاب

حق شناس و نیک انجام

خلیفۃالمسلمین امیر معاویہ رض

کے نام !

میں اپنی اس کتاب کا انتساب ـــــــــــ کرشمہ قدرت ، نعمت بعد نقمت " یخرج الحی من المیت والنور من الظلمت " کی جیتی جاگتی تفسیر ـــــ حق کے فدائی "معاویہ بن یزید" کے نام کرتا ہوں ـــــ جس نے "تخت یزیدی " کو یہ کہکر ٹھوکرا دیا کہ " میرا باپ یزید ـــــ اپنی بدکرداری ، اللہ کے خلاف سرکشی ، اور اولاد رسول ص کی ھتک حرمت کرنے کی وجہ سے کسی طرح اس کا اھل نہ تھا ------ میری نظر میں علی و اولاد علی کے علاوہ کوئی دوسرا حقدار حکومت و خلافت نہیں ھے * (مؤلف)

---

* تاریخ خمیس ۲ / ۳۰۱ تاریخ اسلام ۱ / ۳۷ حیوۃ الحیوان ۱ / ۵۵

شہادتِ عظمیٰ

دنیا نے اپنی پیشانی پر یوں تو ہمیشہ کسی نہ کسی مظلوم کے لہو کا قشقہ لگایا، اس کے دامن و آستین سے ہمیشہ فلک زدوں کے خون کی بوندیں ٹپکیں کوئی دور اس کا —— "داستان گلو و خنجر" سے خالی نہیں، مگر —— "خنجر شمر و بوسہ گاہ رسول" کا سانحہ گداز —— بلکہ دل شگاف سانحہ اپنے دامن میں جو تجلی رکھتا ہے اس کی مسلسل تڑپ، کروڑوں بیقرار قلبوں کے لئے وجہ تسکین و راحت ابدی ہے ——

کیوں؟ اس لئے کہ ہر جانگداز سانحہ دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا تو وہ مظلومیت بے اختیارانہ طور پر واقع ہو گئی، ظالم کی شمشیر نے کسی بیچارہ گرفتار رسن کی رگِ حیات کا فیصلہ کر دیا، یا —— اس تنوع مصائب کے پس پردہ اگر تلاش کرو تو ہوس دنیا کا جذبہ کارفرما نظر آئے گا! تم ہی بتلاؤ کہ فاعل

مجبور (پہلی قسم) کی مدح کروگے یا عروس دنیا کی گھات میں جان سے ہاتھ دھونے والے (دوسری قسم) کی تعریف کروگے۔

آدم سے تاآیندم ایک ایک کرکے گن جاؤ! ہر دلسوز واقعہ میں یہی دو چیزیں ملیں گی۔

ہاں (کم) ہیں وہ افراد کہ جنہوں نے صرف حق کی خاطر، خنجر کی دھار پر اپنی شاہ رگ رکھدی ۔ ۔ ۔ ۔

ایسے ہی جانبازوں کو اسلام کی اصطلاح میں "شہید" کہتے ہیں اور ——— ان خونی کفن گر حق پسند سرفروشوں میں بھی لائق صد مرحبا ہیں وہ افراد ——— کہ جنہوں نے رضائے حق کے لئے اپنے قصد و اختیار سے "شہادت کا جام" لبوں سے لگا لیا ——— ایسے ہی برگزیدہ شہداء کے تاجدار ہیں ——— "حسینؑ"!

یہ حسینؑ ہیں کہ جن کی شہادت کے پردہ میں نہ تو دنیا و ملک[1] کی خواہش تھی اور نہ اُن کا مقابلہ غیر اختیاری تھا کیونکہ جو طلب ملک و مال کیلئے جنگ کرتا ہے اُس کے انداز ہی اور ہوتے ہیں۔ وہ اپنے لشکر سے کمزوروں

---

[1] حضرت نے مدینہ سے رخصت ہوتے وقت اپنے بھائی محمد حنیفہ کو ایک وصیت نامہ لکھا تھا اُس کے الفاظ یہ ہیں۔ انی لم اخرج اشرًا و لا بطرًا و لا مفسدًا و لا

کو دور کرتا ہے شہزوروں کو بُلاتا ہے مگر ——

کربلا کا شہید پہلوانوں کو اپنے لشکر سے ہٹاتا ہے اور علی اصغر

کو اپنے ہمراہ لاتا ہے —— حبیب کو خط لکھ کر بلاتا ہے!!

اور انہیں مرنے پر مجبور کیسے کہوں جبکہ حسینؑ اپنے قصد و اشتیاق سے

شہادت کا علم رکھتے ہوئے کربلا کی طرف آئے ۔ نہ صرف علم باطن کہ جس کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) ظالماً وانما خرجت لطلب الاصلاح فی امة جدی ومعالی المسلمین (میں کسی جاہ پسندی، حق کشی، فساد، ظلم کے ماتحت نہیں اٹھا ہوں بلکہ امت جد کو سنوارنا چاہتا ہوں ۔

له انی والله لاعرف الیوم الذی اقتل فیه واعرف من یقتلنی واعرف البقعة التی ادفن فیها الخ اپنی نانی ام سلمہ سے فرمایا کہ خدا کی قسم ۔ میں اس دن کو کہ جس دن میں قتل ہوں گا اور اس شخص کو کہ جو قتل کرے گا، اس جگہ کو جہاں یہ واقعہ ہوگا ان لوگوں کو کہ جو میرے ساتھ مرتبہ شہادت پر فائز ہوں گے خوب پہچانتا ہوں اس کے بعد فرمایا کہ اے نانی! اگر آپ کہیں تو میں آپ کو کربلا کی زیارت کرادوں ۔ ثم اشار الی جهة کربلا فانخفضت الارض حتی اراها مضجعه ومدفنه وموضع عسکره اس کے بعد ایک اشارہ کیا اور حائل زمین دھنس گئی کربلا نظر آنے لگی اور آپ نے اپنے گرنے کی جگہ، مدفن، لشکر گاہ، ایک ایک کی زیارت کرادی —— (العوالم)

مظاہرہ ابن عباس۔ محمد حنفیہ۔ ام سلمہ اور ہر منع کرنے والے کے جواب میں یہ کہہ کر فرما دیا کہ قد شاء اللہ ان یرانی مقتولاً[1] بلکہ اسباب ظاہریہ کی بنا پر بھی حسینؑ کو خوب معلوم تھا کہ اس جنگ کا نتیجہ بڑا ہولناک ہے مگر اس علم کے باوجود حسین علیہ السلام نے کربلا سے منہ نہ موڑا۔

امام حسین علیہ السلام کی ذات کو مورد الزام بنانے کی غرض سے کہنے والا کہتا ہے کہ "آپ نے اپنے ہاتھوں جان دی (معاذاللہ) خود موت کے منہ میں پھاند پڑے، حالانکہ یہ بے خبر اتنا نہیں جانتا کہ امام کی شہادت اگر بے اختیاری ہوتی یا وہ ایک ہنگامی صورت حال کے ماتحت اپنے مکان ہی میں محصود ہو کر قتل کر دیئے جاتے تو پھر مدح ہی کیا تھی کیونکہ بے اختیار طور پر قتل ہو جانا کوئی فضیلت نہیں رکھتا کہ جتنا خود آگے بڑھ کر جام شہادت لبوں سے لگا لینا، اس لئے میں ایراد گیر کے اس ایراد کی رد نہیں بلکہ تصدیق کرتا ہوں۔

حسینؑ بیشک اپنے علم[2] و یقین کے ساتھ شہادت کی طرف مردانہ وار

---

[1] خدا چاہتا ہے کہ مجھ کو اپنی راہ میں مقتول دیکھے ———— (العوالم)

[2] ابو محمد واقدی و زرارۃ ابن صالح کہتے ہیں کہ جب ہم نے امام حسین علیہ السلام سے عرض کی کہ کوفہ کا رخ نہ کیجئے کیونکہ وہاں دشمنوں کا بہت جماد ہے تو آپ نے آسمان

آگے بڑھے اور یوں آگے بڑھے جس طرح ان سے پہلے "ان کے بزرگ" حمزہ و جعفر (رضوان اللہ علیہم) اور دوسرے شہدا آگے بڑھے تھے... لیکن کیا ان کے متعلق کہنے کی ہمت رکھتے ہو کہ انہوں نے بھی خود کو ورطۂ ہلاکت میں ڈال دیا ———— ؟

اور وہاں یہ کہنے کی جرأت کیونکر ہو جبکہ یہ الزام صرف انہیں ہستیوں تک محدود ہو کر نہیں رہ جاتا بلکہ یہ ایراد ان سے متجاوز ہو کر اس ذات تک پہنچتا ہے کہ جس کے سامنے لب کشائی کی ہمت نہیں جس نے ان کو میدان قتال میں بھیجا ———— یعنی رسولؐ کریم!

جبکہ اگر غور کرو تو معاملہ صرف یہیں تک نہیں رکے گا کیونکہ رسولؐ کا ہر فعل خدا تک منتہی ہوتا ہے! بس یہ سب زہر فشانیاں حسینؑ غریب ہی کے لئے ہیں کہ جس کے گوشت کو نبیؐ نے اپنا گوشت اور لہو کو اپنا لہو جس کی صلح کو اپنی صلح اور جس کی جنگ کو اپنی جنگ بتلا دیا تھا!!

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ کرتے ہی آسمان کے دروازے کھل گئے اور ملائکہ کی مدد دل فتح نظر آئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:- لولا هبوط الاجر لقاتلتهم بهولاء۔ اگر ہر گھٹ جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو ساتھ لے کر جنگ کر سکتا تھا لکن اعلم علماً یقیناً ان هناك مصرعی مجھ کو علم و یقین ہے کہ کربلا میں قتل ہونگا (لہوف)

دراصل اس بیچارہ کو یہ نہیں معلوم کہ شہادت و ہلاکت میں کیا فرق ہے، وہ ہر جان دینے کو ہلاکت خیال کرتا ہے حالانکہ ہلاکت جب ہے کہ ——— جب انسان کسی ادنیٰ مقصد کی خاطر جان دے دے لیکن — اگر نوع انسانی سے بھی بلند و اہم تر مطلوب کے لئے انسان اپنی زندگی قربان کر دے تو اس کو ہلاکت نہیں ——— شہادت کہتے ہیں۔

ایسے موقع پر جان و مال کی حفاظت نہیں کی جاتی بلکہ اگر امر دائر ہو اہم مقصد اور جان و مال کی تباہی میں تو ہر عاقل ادنیٰ کو اعلیٰ پر نثار کر دیا کرتا ہے جس طرح جان و مال میں سے ایک اگر خطرہ میں ہو تو کوئی عقلمند مال کی خاطر جان سے ہاتھ نہیں دھوتا بلکہ مال ——— وہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو جان پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح حسینؑ نے بھی اپنی عزیز جان بلکہ اپنی جان سے بھی عزیز تر ——— اپنے پیارے بچوں ——— چاہنے والے اصحاب و احباب کی جانوں کو ایک ایک کر کے نچھاور کر دیا ——— اور یوں نچھاور کر دیا جس طرح پھول نچھاور کر دیئے جاتے ہیں۔ کیا پھولوں کو لٹاتے وقت تم کو یہ خیال ہوتا ہے کہ حیف! یہ پیروں کے نیچے آ جائیں گے؟ بس حسینؑ نے بھی اپنے گلزار نور کے پھولوں کو یوں ہی بے دریغ لٹا دیا! ہاں ہاں! وہ پھول ہی تھے[1]! ایسے پھول ——— کہ جن میں سے ایک

---

[1] قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ریحانتای من الدنیا الحسن والحسین
حضرت رسولؐ نے فرمایا "حسن و حسین میرے دو گلدستہ ہیں" (صحیح ترمذی)

اگر تمہارے حصّہ میں آجائے تو اپنی ساری عمر اس کی دید میں گزار دو۔ افسوس کہ اس وقت وہ دنیا کی نگاہ سے اوجھل ہیں اس لئے ممکن ہے کہ اس کو میرے قلم کی شاعرانہ روش خیال کر کے کوئی کہہ دے کہ پھول سے آدم زادوں کی تشبیہ مبالغہ پر مبنی ہے۔ لیکن ——

اے کاش! تمہارے مخزن خیال میں ان کی نورانی تصویر آجائے تب تم خود بول اٹھو گے کہ ان نبی زادوں کی تشبیہ دنیائے مجاز کی حسین سے حسین تر چیز سے دو تو مبالغہ مشبہ (جس کے لئے تشبیہ دی جائے) میں نہ ہوگا بلکہ اس سے کچھ مشبہ بہ (جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی جائے) کی منزلت بڑھ جائے گی اس لئے اگر ان کو خوشنمائی میں پھول کہہ دو —— تو سارا گلستاں اس انتساب سے کسب فضیلت کرے گا .... —— اگر حسن وصفا میں موتی کہہ دو تو اس سے موتی ہی کی آبرو بڑھے گی۔ ان تشبیہوں سے ان نور کے پتلوں کی منزلت بڑھے گی نہیں بلکہ گھٹ جائے گی کیونکہ حسنؑ علیؑ و فاطمہؑ کے سنگم سے جو ہاشمی ماہ پارے ہویدا ہوں، جن کو خود معبود لولوء و مرجان کے لقب سے یاد کرے ان کا حسن شاید یوسف کو بھی مدہوش کر دے اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ ہاشمی جمال کے بدر کمال۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عاشور کے روز رزم کے موقع پر خود ارشاد فرمایا:۔

فابی شمس وامی قمر   فانا الکوکب بین القمرین

میرے باپ سورج اور ماں چاند ہیں، اور میں ـــــ ان دونوں چاند و سورج کے بیچ میں کوکبِ دُرّی ہوں۔ انہیں حسنؑ و حسینؑ کے مرقعے تھے وہ شہ پارے کہ جن کو عاشور کے روز حسینؑ نے تلواروں کو سونپا ہاں میں کا ہر ایک آسمانِ جمال و کمال کا درخشندہ ستارہ تھا ـــــ ذرا قمرِ بنی ہاشم کا پُرجلال چہرہ نظر میں لاؤ ـــــ بدرِ تمام اکبرؑ گلفام کا تصور کرو۔ چاند سے شہزادے قاسمؑ کا خیال کرو۔ عونؑ و محمدؑ سے مہرو بچوں کا دھیان کرو اور ـــــ پھر سب سے آخر میں گلنارِ شہادت کی اس نازک کلی ـــــ اس ننھے شگوفے کا تصور کرو ـــــ کہ جس کو علی اصغرؑ کہتے ہیں!! ـــــ سچ بتلاؤ! کہ ان لالہ و گل کو شرمادینے والی شکلوں میں سے صرف ایک کسی کے پاس ہو تو وہ کیا اس کو آسانی سے دے دیگا۔؟ ـــــ اب سوچو کہ ان دل کے ٹکڑوں کو امام حسینؑ نے کیونکر شمشیروں کی باڑھ پہ رکھ دیا۔ ان فلک کے تاروں کو کس طرح خاک پہ بکھیر دیا۔ کیا برچھی کے چمکتے پھل اور صاف و شفاف سینۂ جوان کے تصور سے سننے والے کا دل نہیں تھراتا ـــــ کجا باپ کا دل؟ ـــــ کیا خونخوار تلواروں اور کمسن بچوں کے افسانے سے تمہارے موئیں نہیں کھڑے ہوتے چہ جائیکہ مادر کا قلب؟ ـــــ کیا فولادی گرز اور کاسۂ سر کی داستانِ الم سے تمہارا دل نہیں پھٹتا ـــــ اور بھائی دیکھ رہا ہو؟ ـــــ اور کیا تین بھال کے وزنی تیر اور ـــــ بیشیر کے

گلوئے معصوم کے خیال سے تمہارا قلب نہیں کانپتا، درانحالیکہ باپ کے ہاتھوں میں لرزش نہ آئے؟؟

تو پھر وہ کیا چیز تھی کہ جو حسینؑ کے دل کو تھامے ہوئے تھی اور اس طرح تھامے تھی کہ آخر کار ظلم کے ہاتھ لرز گئے مگر مظلوم کا دل اپنی جگہ مستحکم رہا——؟

کیا جاننا چاہتے ہو کہ وہ کیا چیز تھی——؟

وہ تھا پہاڑوں سے ٹکر کھا جانے والا اعتقاد —— اس بات کا اعتقاد کہ خدا ہے، روز محشر، جنت و نار، حساب کتاب اور دوسری وہ چیزیں کہ جن کی خبر حسینؑ کے نانا نے دی تھی یقینی وجود رکھتی ہیں اور ان کو حسین یوں دیکھ رہے تھے جس طرح آنکھیں آفتاب کو دیکھتی ہیں

لہ واللہ ما رایت مکثوراً قط قد قتل ولدہ واھل بیتہ واصحابہ اربط جاشاً ولا اجرأ مقدماً من الحسین راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! کوئی حسینؑ سے زیادہ دل کا قوی نہیں دیکھا کہ جس کے نیچے اعوان و انصار قتل کر ڈالے گئے ہوں۔ (معالی السبطین)

لہ حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بعد خاک و خون میں لتھڑے زمین گرم پر اس طرح پڑے رہے کہ آنکھیں طرف آسمان تھیں، اور لب پر تھا یا رب لا معبود سواک —— معالی السبطین)

اور یہی وہ بے پناہ قوت تھی کہ جس سے حسینؑ تو حسینؑ ۔ حسینؑ کے اصحاب کے دل بھی خوب معمور تھے۔ شب عاشور بریرؑ عبدالرحمٰن سے مذاق کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ بھلا یہ بھی کوئی مذاق کا وقت ہے؟ اس وقت بریر کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن! میری قوم سے پوچھ لو کہ میں نے کبھی —— اپنی جوانی میں بھی کسی سے مذاق نہیں کیا لیکن اب تو میری آنکھیں کچھ اور دیکھ رہی ہیں، میری آنکھوں کے سامنے شمشیروں کے ذرا اُس طرف جنت کے در اور حوروں کی باہیں کھلی نظر آرہی ہیں (واللہ ان بیننا و بین الحور العین الا ان یمیل ھؤلاء علینا باسیافھم (ابومخنف) بس یہی وہ قوت تھی کہ جو امام حسینؑ سے لے کر علی اصغرؑ تک —— بلکہ جون غلام حبشی تک میں ایک درجہ پر کارفرما نظر آرہی تھی —— اور اسی لئے تو حسینؑ تو حسینؑ کبھی امام حسینؑ کے کسی بچّے کے لبوں تک یا کسی عورت کی زبان پر اضطراری طور پر بھی نہ آیا کہ —— "اب پیاس مارے ڈالتی ہے۔ آقا بیعت کر لیجئے!"

درانحالیکہ ان تمام مصائب کے دُور ہو جانے کی یہ ایک بہت سستی قیمت معین کی گئی تھی —— لیکن —— یزید کی بیعت بہ ظاھر تو یہ بہت معمولی قیمت تھی —— مگر حسینؑ اور حسینیوں کی نظر میں یہ سودا صرف گراں ہی نہیں بلکہ تجارت

مغبونہ کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ بیعت کے دوسرے معنی تھے ــــــ
اسلام کی فنا، اور حسینؑ کو، اگر اسلام کی حقانیت میں ذرا برابر بھی شک ہوتا
تو ــــــ حسینؑ ایک جام سرد و شیریں کی شکل میں اسلام کا خونبہا لے لیتے
اور اپنا اور اپنے بچوں کا خون نہ بہاتے۔

کیا خون حسینؑ سے دُھل جانے کے بعد بھی تم کو اسلام کا چہرہ
حق کے جلوؤں سے پُرنور نہیں معلوم ہوتا!

اسی لئے تو خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ بول اٹھے ؎

شاہ ہست حسینؑ
بادشاہ ہست حسینؑ
سر داد نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

کس میں ہمت ہے کہ خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی
علیہ الرحمۃ کے مذکورہ کلام کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھے لیکن پھر بھی
اگر کوئی پوچھے کہ شہادت حسین سے اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے کیا
ربط ہے اور حسینؑ نے اسلام پر کونسا احسان کیا تو اس کا جواب معلوم
کرنے کے لئے ذرا تاریخ کے آئینہ میں جھانکنا ہوگا!

تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر

جب کوئی مسافر طے مراحل کر رہا ہو اور برابر ایک ہی راستہ پر چلا آتا ہو اس کے بعد یکایک ایک ایسے مقام پر پہنچ جائے جہاں سے راہ دو مختلف سمتوں کو بٹ گئی ہو اور اس کا امتیاز مشکل ہو کہ منزل مقصود تک پہنچانے والا راستہ کون سا ہے؟ تو چلنے والا ٹھٹھک کر کھڑا ہو جائیگا! بس! یہی حال عام مسلمانوں کا ہوا۔ سرورِ کائنات کے حینِ حیات تو ان کی ذات با برکات مجمع خلائق بنی رہی جو مخالف بھی تھا تو وہ بھی اپنے نفاق کو ظاہری اسلام کے پردے میں چھپائے ہوئے تھا دل کی خلش کو زبان پر آنے نہیں دیتا تھا مگر رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی یہ سمٹا ہوا گروہ بری طرح پراگندہ و منتشر ہو گیا۔ اسلام کے جتنے بھی فرقے ہیں وہ " لا الٰہ الا اللہ " سے لے کر " محمد رسول اللہ " تک تو ایک ہی راستہ

پر نظر آتے ہیں مگر اس کے آگے اختلاف و افتراق کی وہ خلیج پیدا ہو گئی ہے کہ جس کی پیشین گوئی حضور اکرم ان الفاظ میں فرما گئے تھے کہ :-

ستفترق امتی علیٰ ثلث و سبعین فرقۃ، کلھم فی النار الا واحدۃ

(عنقریب میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہو جائے گی کہ جن میں سے تمام کے تمام واصل جہنم ہوں گے سوائے ایک کے)، دہان وحی سے نکلے الفاظ اس طرح پورے ہوئے کہ شمع رسالت کے گل ہوتے ہی مدینہ رسولؐ میں اختلاف کی ایسی تند آندھیاں چلنے لگیں کہ جن کے پردے میں حق کا چہرہ بالکل چھپ گیا۔ خلافت کے پُرشکوہ دربار خمس و زکوٰۃ کے چمکتے درہم و دینار، بیت المال کا کھلا ہوا دروازہ اہل دنیا کا ہجوم .... بھلا اس گرم بازاری میں خلق ظاہر پرست کی نگاہ یہاں سے ہٹ کر خانہ سیّدہ کے بوسیدہ دروازہ پر پڑے تو کیوں؟ ——— یہ تھا پہلا دَور!

اس کے بعد دوسرا دَور آیا مگر وہ بھی اسی غفلت کے عالم میں گزر گیا اس دَور میں بھی علی کو لوگوں نے نہ پہچانا یا اگر پہچانا بھی تو طمع یا خوف کی خاطر غض بصر سے کام لیا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اب ظاہری معاملات میں اور آسان و سہل باتوں میں تو یونہی کام چلا لیا جاتا لیکن اتفاق سے اگر کوئی کٹھن مسئلہ درپیش ہو جاتا ہے تو

وہی پکارا جاتا ہے کہ جو مشکل کشائے دو عالم ہے اور علی سا کریم النفس اور عالی ہمت انسان بھی بجائے پہلو تہی کرنے کے اپنے ناخن فکر کی ادنیٰ جنبش سے ہر اُلجھی ہوئی گتھی کو ہنس کر سلجھا دیا کرتا ہے چشم بینا رکھنے والے انسان دیکھتے رہے اور سمجھنے کی کوشش کرتے رہے رفتہ رفتہ آنکھوں سے غفلت کے حجاب دُور ہوتے گئے، سیاست کے راز فاش ہوتے گئے۔ دوسرے کے بعد تیسرا دَور آیا اس دَور میں لوگوں میں ہر بات پر غور و فکر کا مادہ پیدا ہو گیا بہت ہی بیزار ہو گئے یہاں تک کہ وہ وقت آیا کہ امتِ محمدی نے جن ہاتھوں خلافت کی بنیاد رکھی تھی انہی ہاتھوں قصرِ خلافت مسمار بھی کر دیا۔ اپنی روشن کردہ شمع گُل کرنے کے بعد اب رُخ کیا حضرت علی کے دروازہ کا۔ حضرت کہ جو اس اجماع کی حقیقت اور اس کے نتائج بد سے خوب آگاہ تھے اپنے لئے اس اجماع کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے تھے مگر لوگوں کا یہ ہجوم تھا کہ جس کی تصویر کشی خود حضرت علی نے اپنی زبان مبارک سے یوں فرمائی ہے :- فما راعنی الا و الناس رسل الی کعرف الضبع ینثالون علی من کل جانب حتی لقد وطئ الحسنان وشق عطفای مجتمعین حولی کربیضۃ الغنم (نہج البلاغہ) مجھ کو کسی امر پر اتنا تعجب نہیں ہوا کہ جتنا اس بات پر ہوا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ بجوؤں کی فوج کی طرح

آگے پیچھے ہر جانب سے میرے اُوپر ٹوٹنے لگے یہاں تک کہ میرے پیر کے انگوٹھے کچل گئے اور دونوں پہلو پس گئے۔ لوگ مجھ کو بھیڑ بکریوں کے گلہ کی طرح ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔

رسول خدا کی وفات کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ باطل کی بدلیاں چھٹ گئیں اور آفتاب حقیقت ضیا بار آنے لگا مگر ابھی اس کی تجلی سے سارا عالم منور نہیں ہونے پایا تھا کہ شام کی جانب سے ایک ایسی گھنگھور گھٹا اُٹھی کہ جس نے پوری دنیا کو پھر تیرہ و تار کر دیا۔ اس کے بعد تو حالات کچھ اس طرح دگرگوں ہوئے کہ حجاب پہ حجاب پڑتے چلے گئے۔ ام المسلمین کا مقابلہ پہ آنا۔ جنگ صفین، مسئلہ تحکیم، خوارج کا ہویدا ہونا، غرضکہ جو تاریکی دُور بھی ہوئی تھی وہ اس سے زائد ظلمت کی صورت میں مبتدل ہوگئی اور عالم پہ پھر وہی اندھیرا چھا گیا کہ جس میں تلاش حق کرنا جوئے شیر لانا تھا یہاں تک کہ اسی تاریکی کے پردہ میں وہ شمع الٰہی کہ سلمان و مقداد جس کے پروانے تھے عین محراب مسجد میں گل کر دی گئی جس کے نتیجہ میں امام حسنؑ کو وہ ظاہری حیثیت بھی حاصل نہ ہوسکی کہ جو اُن کے والد بزرگوار کو حاصل تھی۔ اس کے بعد امر صلح نے حالات میں اور اُلجھن پیدا کر دی اور اس کا سمجھنا دشوار ہوگیا کہ وہ کون سی پیش بینی تھی کہ جس کی بنا پہ امام حسن علیہ السلام نے جنگ پر اس حکمت آمیز صلح کو ترجیح

دی اور وہ کیا خطرہ تھا جو امام حسنؑ سے کھلم کھلا مخالفت کرنے میں امیر شام
کو نظر آرہا تھا۔ جن تاریخوں میں واقعہ صلح مذکور ہے ان کا بیان ہے کہ
پھر اس کے بعد امیر شام (معاویہ) نے شرائط صلح کی خلاف ورزی کرتے
ہوئے نہ صرف خود ہی حکومت کی بلکہ یزید کو اپنا جانشین بنا دیا اور اس
طرح یہ خلافت کہ جس کی تعبیر خدا نے لا ینال عھدی الظلمین کہہ کر فرمائی
تھی یزید شاہی کی صورت میں ڈھلی اور پھر وہاں سے آگے بڑھ کر مروان و
ولید اور دوسرے اموی سلاطین کی حکومتوں کا جامہ پہن کر بنی عباس تک
بلکہ ان سے اور آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس سلسلہ کے تمام افراد کی سیرتوں
کا پورا جائزہ کرو تو بات بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ مثال کے لئے صرف
یزید ہی کے کارناموں پر غور کرو، ولید کے کردار پر نظر کرو جس کا
خلاصہ یہ ہے کہ عظیم المرتبت و برگزیدہ بندوں کا قتل، مدینۂ رسولؐ کی
غارتگری، ہزارہا مسلمان عورتوں کی عصمت دری، مسجد رسولؐ و قبر نبیؐ کی
بے حرمتی، خانۂ کعبہ پر آتش باری، علانیہ شراب خواری و قمار بازی،
کلام الٰہی پر تیروں کی بوچھار، جھوٹی احادیث کی تراش کر کے دین کی
بربادی کی فکریں و دیگر لاتعداد لاتحصی فواحش و جرائم کا ارتکاب یہ اس
سلسلہ کے افراد کے وہ شاندار کارنامے ہیں کہ جو آج تک تاریخ کے
سینہ میں داغ دل کی طرح محفوظ ہیں۔ یہ تھی ایک شاخ کہ جو رسولؐ کی

وفات کے بعد شروع ہوئی اور جس کا سلسلہ بہت دُور تک چلا گیا ہے اور ان کے ماننے والے بلکہ ان تمام افراد کو خلیفۂ رسول کے نام سے یاد کرنے والے آج بھی بکثرت موجود ہیں۔

اس کے برخلاف ایک دوسرا ایک سلسلہ وہ ہے کہ جو رسول اکرم کی وفات کے بعد صحف سماویہ کی پیشین گوئیوں اور سرورِ کائنات کی متعدد خبروں کے مطابق شروع ہوا۔

بارہ امام کے متعلق پیشین گوئیاں

توریت میں ہے :- ولیشماعل اشمیعتخا هیتہ بیرختی اُدتو وہفوتی اُدتو وھیربیتی اُدتو بماد ھا دشنعا سار نستُمر یولیدا ودان تیتم، لغوی کا دل (انتہی) ابراہیمؑ سے خطاب اقدس الٰہی ہے کہ اسمٰعیل کے بارے میں میں نے تمہاری دعا سن لی اب میں اس کو برکت عطا کروں گا اور اس کی نسل کو بارآور کروں گا اور اس کو بزرگی عطا کروں گا ما مما د (محمدؐ) کے ذریعہ۔ بارہ امام اس سے متولد ہوں گے اور ایک بڑی امّت اس سے ظہور پذیر ہو گی۔

عن جابر بن عیینۃ قال رسول اللہ لا یزال امر الناس ماضیا ماولیھما اثنا عشر خلیفتہ کلھم من قریش (صحیح مسلم و صحیح بخاری)

جابر ابن عیینہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگوں کے امور اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ ان پر بارہ خلیفہ حکومت کریں گے اور وہ سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

من النبی لا یزال امر الدین قائماً حتیٰ یقوم الساعۃ و یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش (صحیح مسلم)

نبیؐ سے روایت ہے کہ یہ دین قیامت تک (یونہی) باقی رہے گا۔ اور ان پر بارہ خلیفہ ہوں گے کہ جو قریش سے ہوں گے (اس روایت کو صحیح مسلم کے علاوہ سنن ابی داؤد اور جمع بین الصحیحین میں بھی وارد کیا گیا ہے۔

سدی نے کہ جو جمہور اسلام کے معتبر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جس کا آخر یہ ہے۔

اس نبیؐ کی ذریت میں سے بارہ بزرگ ہستیاں خلق کروں گا۔

بہرحال ایسی بہت سی احادیث ہیں جن میں تعداد پیغمبر نے اپنے خلفاؑ کی اُمت کو خبر دی ہے بلکہ بعض میں نام بنام ہر ایک کی تصریح بھی کر دی ہے تاکہ کسی قیل و قال کی گنجائش باقی نہ رہے اور یہ احادیث صرف کتب شیعہ تک محدود نہیں کہ کہا جائے کہ ان کی اپنی من گھڑت ہے بلکہ مسلمانوں کی معتبر و مشہور کتب میں بھی ان کا ذکر ہے۔ جیسا کہ حموینی (عالم

اہل سنت اپنی کتاب فرائد السمطین میں ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

ایک روز رسول اللہ کے پاس نعثل نامی ایک یہودی آیا اور ان سے عرض کی کہ "اے محمد! میں اس وقت آپ سے چند چیزوں کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جو ایک عرصہ سے میرے دل میں کھٹک رہی ہیں۔ اگر آپ نے ان کا جواب دیدیا تو پھر اسلام لے آؤں گا۔ پہلے تو یہ بتلائیے کہ آپ کا جانشین کون ہے کیونکہ کوئی پیغمبر بھی ایسا نہیں گزرا جس کا کوئی وصی نہ ہو ہمارے پیمبر موسی عمران تھے۔ ان کے وصی یوشع ابن نون تھے"

یہ سُن کر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ان وصیی علی بن ابی طالب وبعدہ سبطای الحسن والحسین تیلوہ تسعۃ ائمۃ من صلب الحسین

میرا وصی و جانشین علی ابن ابی طالب ہے۔ ان کے بعد میرے دونوں نواسے حسن وحسین اور ان کے بعد نو امام ہیں کہ جو صلب حسین سے ہیں۔ یہودی نے عرض کی کہ ان کے نام بھی ارشاد فرما دیجئے۔ فرمایا:۔ فاذا مضی الحسین فابنہ علی فاذا مضی علی فابنہ محمد فاذا مضی محمد فابنہ جعفر فاذا مضی جعفر فابنہ موسیٰ فاذا مضی موسیٰ فابنہ علی فاذا مضی علی فابنہ محمد فاذا مضی محمد فابنہ علی فابنہ الحسن فاذا مضی الحسن فابنہ الحجۃ فھؤلاء اثنا عشر۔ ینابیع المودۃ ج ۳ ص ۹۹ ط بیروت

اب یہ عقل کی خوبی اور کھلی ہوئی ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے

کہ اتنی تفصیل کے بعد بھی خلافت کا معاملہ امت کی سمجھ میں نہ آئے اور رسالت مآب کی اثنا عشر والی حدیثوں کو توڑ مروڑ کر بنی امیہ و بنی عباس و بنی فاطمہ کے درجن دو درجن نہیں بلکہ بے شمار خلیفوں میں سے چھانٹ کر بعض پر بٹھانے کی کوشش کریں اور علی اور اولاد علی جو نور کے سانچے میں ڈھلے ہوئے برابر کے بارہ نمونے، تطابق قول و عمل و بلندی کردار میں جن کا کوئی نظیر نہیں۔ ان کو پس پشت ڈال دیں۔

○

بہرحال یہ ہے وہ دو راہہ کہ جو سرور کائنات کے بعد سے شروع ہوا ہے اور اب تک چلا آرہا ہے اور دونوں کے ماننے والے کثرت یا قلت کے ساتھ تمام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور جتنے بھی گروپ ہیں غور سے دیکھنے پر ان کی ابتداء یا انتہاء ان دونوں شاہراہوں میں سے ایک پر ہوتی ہے۔

تیرہ سو برس سے علمائے زمانہ کی تحریری و دماغی کاوشیں اس مسئلہ کو سلجھانے میں مصروف ہیں کہ ان دونوں راستوں میں سے کون سا راستہ حق ہے۔ نہ معلوم کتنے رسالے، کتنی کتابیں، السنۂ مختلفہ میں اس موضوع پر لکھ ڈالی گئیں۔ حالانکہ اگر اس معاملہ کو مظلوم کربلا کی شہادت کے آئینہ میں دیکھا جائے تو حق روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر

حسین علیہ السلام کو حق پر اور یزید کو باطل پر مانا جائے تو وہ راستہ قابل تقلید ہوگا جس پر امام علیہ السلام گامزن تھے، وہ عقاید درست ہوں گے جو سیدالشہدا کے حق آگاہ دل میں جاگزیں تھے۔ اور وہ مسلک غلط اور مہلک ہوگا جس پر یزید چل رہا تھا۔

یہ شخصی و انفرادی جنگ نہ تھی

دراصل امام حسین علیہ السلام نے بھی میدان کربلا میں یہی تصد کر کے قدم رکھا تھا کہ آج برسوں کی لڑائی کا فیصلہ کر دوں گا اور ان تمام پردوں کو چاک کر ڈالوں گا کہ جو یکے بعد دیگرے حق پر پڑتے چلے آرہے ہیں لیکن یہ اسی وقت ہوگا کہ جب اس جنگ کو صرف حسینؑ اور یزید کی جنگ نہ قرار دیا جائے بلکہ اس جنگ کو حسین والوں اور یزید والوں کی آخری لڑائی تصور کیا جائے۔ کیونکہ حسین ابن علی کسی جداگانہ نظریہ کے علمبردار نہیں تھے بلکہ ان کا ہر قول و عمل اپنے بھائی امام حسن، باپ علی مرتضیٰ۔ اور نانا رسول خدا کے اقوال و اعمال کے عین مطابق اور ان کا پورا پورا مفسر تھا۔ کربلا کی جنگ میں یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ صرف حسینؑ برسرپیکار تھے نہیں نہیں! یاد رکھو کہ اس معرکہ میں رسولؐ، علی ابن ابی طالب، حسن مجتبیٰ بھی شریک ہوتے۔ اگر موجود ہوتے۔ کیونکہ جو ان سب کا مقصد تھا وہی

حسینؑ کا بھی مقصد تھا۔ بلکہ اگر غور کرو تو یہ حقیقت واضح ہو گی کہ یہ سب حضرات باوجود اپنے نہ ہونے کے پھر بھی حسینی معرکہ میں برابر کے شریک تھے۔ کیونکہ حسینؑ کربلا میں تنہا نہیں آئے تھے بلکہ ان کے ہمراہ اگر ایک طرف شبیہ پیمبر حضرت رسول کی طرف سے شریک کار تھے، تو دوسری طرف عباسؑ کو اپنے فرزندوں کی ایک جماعت (عبداللہ و جعفر و عثمان و ابوبکر) کے ساتھ حضرت امیرالمومنین نے اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا۔ اسی طرح حسن سبز قبا نے اپنی جان و روح قاسمؑ اور دل کے ٹکڑے عبداللہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا!! اور ——— اگر گزشتہ جھگڑوں میں حقوق سیدہؑ عالم کا لحاظ کیا جائے تو ثانی زہرا حضرت زینب کبریٰ معہ اپنی بہن امّ کلثوم کے ان کی نیابت کا حق ادا کر رہی تھیں رسول خداؐ۔ علی مرتضیٰؑ۔ حسن مجتبیٰ اور فاطمہ زہرا نے عاشور کے روز اپنے یہ سفیر خاص بھیج کر دنیا پر یہ روشن کر دیا تھا کہ آج کے دن اگر ہم بھی موجود ہوتے تو ہم بھی اپنے حسین کی یوں ہی نصرت کرتے ہوئے نظر آتے کہ جس طرح ان لوگوں نے کی۔

اسی طرح یزید بھی اکیلا مقابل نہ تھا بلکہ وہ بھی سب کا نمائندہ بن کر امام حسین سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ تو اسی سوچی سمجھی سکیم کی ایک کڑی تھا کہ جو روز وفات جناب سرور کائنات سقیفہ کے ماحول میں بنائی گئی تھی تاکہ حق بر زبان جاری کے مصداق ہر خاص و عام کو اقرار کرنا پڑا

کرے "قتل الحسین یوم سقیفہ" حسینؑ کی شہادت کی خشت اول تو اسی سوز دکھ دی گئی تھی کہ جس دن یہ خلافت ظاہریہ اہلبیتِ رسول کے بدلہ تو ایک خاص ارادہ و خیال رکھنے والے افراد کے ہاتھ آئی ـــــ بلکہ یزید ـــــ حسینؑ کو قتل کر کے ان کے اہلبیت کو اپنے سامنے اسیر دیکھ کر شراب انگور اور روفتی کامرانی کے نشہ میں چور ہو کر وہ سب کچھ کہہ گیا جس سے بڑی دور تک کا راز معلوم ہو گیا جیسا کہ علامہ سبط ابن جوزی اپنی مشہور اسلام کتاب (تذکرہ خواص) میں تحریر کرتے ہیں کہ :۔

جب شاہ جن دانش کا سر یزید کے سامنے لایا گیا تو اس نے تمام اہل شام کو جمع کیا اور اپنی چھڑی سے بوسہ گاہ علی و نبی کے ساتھ بے ادبی کرتے ہوئے یہ اشعار اپنی زبان پر جاری کئے :۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل

قد قتلنا القرم من ساداتھم
وعدلنا قتل بدر فاعتدل

لعبت ہاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

لست من خندف ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان فعل

(تذکرہ خواص ص۲۰۲)

کہتا ہے۔ اے کاش میرے بدر والے بزرگ یہ دیکھنے کے لئے زندہ ہوتے
کہ آج تلواروں کے پڑنے سے خزرج کیونکر جزع و فزع کرتے ہیں۔
ہم نے ان ائمہ اثنا عشر میں سے چھانٹ کر ایک بڑے سردار کو مار لیا ہے
اور جنگ بدر کے کشتوں کا پورا پورا بدلہ لے لیا ہے (اس کے بعد اپنے
اجداد اپنے داداوں کے مذہب کو آشکار کرتا ہے) بنی ہاشم نے تو سلطنت
حاصل کرنے کے لئے یہ سب ایک کھیل کھیلا تھا ورنہ حقیقت امر یہ ہے
کہ نہ تو کوئی (آسمان سے) خبر آئی تھی اور نہ وحی اتری تھی۔ اور میں اپنے
آباؤ اجداد کا صحیح جانشین نہیں اگر آل رسولؐ سے رسولؐ کے عمل کا بدلہ
نہ لے لوں۔ یہ تھا وہ راز سربستہ جو سینہ کا دفینہ بن کر بڑی دور سے
چلا آرہا تھا کہ جس کو یزید نے اپنی فتح کے گھمنڈ میں بڑی بے باکی سے
کھول کر رکھ دیا اور اس بات کا صاف اقرار کر لیا کہ میں نے حسینؑ سے
کسی ذاتی بغض و عداوت کا بدلہ نہیں لیا ہے بلکہ اپنے پیشرووں کا
نمائندہ بن کر ان تمام کینوں کو نکالنا چاہا ہے کہ جو حسینؑ کے باپ اور
نانا کے عمل سے میرے دل میں ناسور کی طرح کھٹک رہے تھے۔

علامہ سبط ابن جوزی نے یزید کا ایک اور قطعہ نقل کیا ہے جس سے
ہمارے دعوے پر اور روشنی پڑتی ہے۔ علامہ مذکور تذکرہ خواص الامۃ
میں لکھتے ہیں کہ جس وقت سرہائے شہداء کی آمد ہوئی تو یزید قصر جیرون

سے کوٹھے پر تماشہ دیکھنے آیا جب اس کی نگاہ اسیرانِ حرم اور سرہائے بریدہ پر پڑی تو اُس نے یہ اشعار اپنی زبان پر جاری کئے:۔

لما بدت تلک الحمول واشرقت

تلک الشموس علی ربی جیرون

نعی الغراب فقلت نح اولا تنح

فلقد قضیت من الغریم دیونی تذکرہ خواص ص۱۷۲

جب نشتر ہائے باروار اور وہ سورج کی طرح نورانی سر جیرون کے ٹیلوں پر ابھر کر چمکنے لگے تو اُس وقت کوے نے صدا کی۔ اس کی صدا کو سن کر میں نے کہا کہ اے غراب! اب چاہے نوحہ کر یا نہ کر میں نے تو اپنے قرضدار سے تمام قرضے اُتار لئے۔

یہی وہ جذبۂ انتقام تھا جو یزید کے ساتھ یزید کے تمام ارکانِ دولت بلکہ ہر سپاہی کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ فوج شام کی ہر فرد کو اس بات کا پورا احساس تھا کہ کربلا کا معرکہ یزید و حسین کی انفرادی کاوشوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ یزید اور اس کے شیوخ، حسین اور ان کے اجداد کی جنگ ہے۔ دو اہم مسلکوں کا مقابلہ ہے۔ چنانچہ وہ اس ذہنیت کا مظاہرہ اپنے کلمات و اقوال سے بار بار کیا کرتے تھے ابن زیاد نے کوفہ سے پسر سعد کو جو خط روانہ کیا ہے اس کا مضمون

حسب ذیل تھا:

اما بعد فحل بین الحسین واصحابہ وبین الماء ولا

یذوقوا منہ قطرۃ کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیرالمومنین عثمان

بن عفان طبری جلد۴ صفحہ ۳۱۱ حسینؑ اور ان کے اصحاب پر پانی بند کردو۔ ایک

قطرۂ آب وہ پینے نہ پائیں جیسا کہ تقی و زکی و مظلوم امیرالمومنین عثمان

بن عفان کے ساتھ کیا گیا تھا۔

حضرت کے اصحاب میں سے جس وقت نافع ابن ہلال مبارز طلب

ہوئے تو ان کا رجز تھا

انا ابن ھلال الجملی	میں ابن ہلال جملی ہوں
انا علے دین علی	میں دین حضرت علی پر ہوں

ان کے مقابلے کے لئے مزاحم بن حریث صف سے برآمد ہوا اور

اس نے چیخ کر کہا انا علے دین عثمان۔ نافع نے جواب میں کہا انت

علے دین شیطان ــــ طبری جلد ۴ صفحہ ۳۳۱

اس واقعہ کے علاوہ تاریخ عاشور میں ایک واقعہ ایسا بھی ملتا ہے

کہ جس سے نہ صرف اس پر روشنی پڑتی ہے کہ کربلا کی جنگ دو مذہبوں

کی جنگ تھی۔ بلکہ اس واقعہ سے حق و باطل کا انکشاف بھی ہو جاتا ہے

میدان کربلا میں مباہلہ

حضرت امام حسین علیہ السلام کی فوج میں سے جب بریر بن خضیر کہ جو ایک بلند مرتبہ زاہد و عارف ہونے کے علاوہ قرآن کے حافظ بھی تھے، میدان میں آئے تو فوج شام میں سے ایک شخص نکلا جس کا نام تھا یزید ابن معقل۔ اُس نے بریر سے پکار کر کہا "اے بریر! دیکھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا" بریر نے جواب دیا "میرے خدا نے تو مجھ پر بڑا فضل و کرم فرمایا۔ البتہ تو اپنی خبر لے" یزید نے کہا کہ "تم کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم اور تم ساتھ جا رہے تھے۔ تم نے کہا کہ عثمان بن عفان نے خود پر زیادتی کی اور معاویہ گمراہ و گمراہ کن ہے اور علی بن ابی طالب امام برحق ہیں" بریر نے جواب دیا۔ ہاں! مجھ کو خوب یاد ہے اور آج بھی اپنے اس قول سے پھرا نہیں ہوں۔ اب بھی میرا یہی مذہب ہے تم گواہ رہنا" یہ سن کر یزید نے جواب دیا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو گئے ہو" اس پر بریر نے کہا "اچھا آؤ ہم تم مباہلہ کریں اور خدا سے دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو اور اس کے بعد جنگ کریں جو باطل پر ہو خدا اس کو قتل کر دے" یزید نے بریر کی بات کو مان لیا۔ پھر وہ دونوں میدان کارزار میں آئے اور دونوں نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو اور حق پرست باطل پرست کو قتل کر دے اس دعا کے ختم ہوتے ہی وہ دونوں ایک دوسرے پر ٹوٹ

بڑے ابھی ایک دو دفعہ ہی ردو بدل کی نوبت آئی تھی کہ بریر کی شمشیر
بُرّاں نے یزید کے سر کے دو ٹکڑے کر کے حق کو دنیا پہ آشکار کر دیا۔
تاریخ کربلا کے اس اہم و حق نما واقعہ کو مسلمانوں کی کتب اخبار و
سیر میں سے طبری نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:۔

عن عفیف بن زهیر قال	عفیف بن زہیر کہ جو واقعہ
خرج یزید بن معقل من	کربلا میں حاضر تھا) سے روایت
بنی عمرة وهو حلیف بنی	ہے کہ قبیلہ بن عمیرہ میں سے
سلیمة من عبد القیس	ایک شخص جس کا نام یزید بن
فقال یا بریر بن خضیر کیف	معقل تھا اپنی صف سے برآمد
تری الله صنع بك قال	ہوا اور وہ بنی سلیمہ کا حلیف
صنع الله والله بی خیرا و	تھا۔ اس نے پکار کر کہا کہ اے
صنع الله بك شرا قال	بریر بن خضیر تم نے دیکھا کہ خدا
کذبت وقبل الیوم ما	نے تمہارے ساتھ کیا سلوک
کنت کاذبا هل تذکر	کیا" بریر نے جواب دیا کہ واللہ
وانا اماشیك فی بنی لوذان	خدا نے میرے ساتھ جو کچھ کیا اچھا
وانت تقول ان عثمان	ہی کیا۔ البتہ تمہارے ساتھ تو
بن عفان کان علی نفسه	خدا نے بہت برا کیا۔ یزید نے کہا

مسرفادات معاوية ابن ابي سفيان ضال مضل وات امام الهدى والحق على ابن ابي طالب فقال له بريرا اشهد ان هذا رائي وقولي فقال له يزيد بن معقل فانى اشهد انك من الضالين فقال له برير بن خضير هل لك فلاباهلك ولندع الله ان يلعن الكاذب وان يقتل المحق المبطل ثم اخرج فلابارزك قال فخرجا فرفعا ايديهما الى الله يدعوانه ان يلعن الكاذب وان يقتل المحق المبطل

یہ جھوٹ ہے۔ حالانکہ آج سے پہلے تو تم جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے اس کے بعد یزید نے کہا کہ اے بریر! تم کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ میں تمہارے ساتھ بنی لوذان میں جا رہا تھا اور وہاں تم نے یہ کہا تھا کہ عثمان بن عفان نے اپنے اوپر زیادتی کی اور معاویہ بن ابی سفیان گمراہ و گمراہ کن ہے اور اگر دنیا میں امام ہدیٰ و خلیفہ برحق اگر کوئی ہے، تو وہ علی بن ابی طالب ہیں۔" بریر نے کہا کہ میں اب بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں اور اپنی اس رائے اور قول پر اب بھی قائم ہوں۔ یزید بن معقل کا اس ذکر سے منشاء یہ معلوم ہوتا ہے

ثم برز كل واحد منهما
لصاحبه فاختلفا ضربتين
فضرب يزيد بن معقل
بريرا ضربة خفيفة لم
تضره شيئا وضربه برير
بن خضير ضربة قدت
المغفر وبلغت الدماغ
فخر كانما هوى من حالق و
ان سيف ابن خضير لثابت
في راسه فكاني انظر اليه
ينضنضه من راسه
(طبری جلد ۴ ص ۳۲۸)

کہ وہ بریر کی موجودہ مصیبت کو
مذکورہ جسارت کا نتیجہ سمجھتا تھا)
یہ سن کر یزید نے کہا کہ میں اس
بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تم
گمراہ ہو۔ بریر نے جواب دیا کہ
"حاضر ہو کہ میں تم سے مباہلہ کروں
اور ہم خدا کی بارگاہ میں دعا کریں
کہ وہ کاذب پر اپنی لعنت کرے
اور باطل پرست قتل کیا جائے۔ اس نے
کہا ہاں بریر نے کہا۔ پھر آؤ تاکہ میں تم
سے جنگ کروں" (عفیف
کہتا ہے کہ اس گفتگو کے بعد)

بریر و یزید دونوں فوج سے نکل کر میدان کارزار میں آئے پہلے انہوں نے ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا کی کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو اور جو حق پر ہو وہ باطل پرست کو قتل کر دے اس کے بعد مقابلہ شروع ہوا اور دو دفعہ تلواروں کے رد و بدل ہوئی۔ پہلے یزید بن معقل نے بریر بن خضیر پر وار کیا۔ لیکن وہ اتنا ہلکا پڑا کہ بریر کو کوئی صدمہ نہ پہنچا۔ اس کے بعد

بریر نے جو ضربت لگائی تو وہ اتنی کاری تھی کہ اس نے فولادی خود کو کاٹا کاسۂ سر کو توڑا اور دماغ میں در آئی۔ فوراً ہی یزید ہلاک ہو کر گھوڑے سے یوں گرا جس طرح کوئی پہاڑ پر سے گرتا ہے۔ اور بریر کی تلوار ابتک یزید کے سر میں پیوست تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ مرتے مرتے تلوار کو اپنے سر سے نکالنے کی کوشش کر رہا تھا"

اس عبرت انگیز واقعہ اور یزید و بریر کے مکالمہ و نیز حملی و مزاحم کی سابقہ گفتگو سے صاف معلوم ہو گیا کہ کربلا کی جنگ دو شخصوں کی جنگ نہ تھی بلکہ دو دینوں کی جنگ اور دو نظریوں کی جنگ تھی جس کا دونوں فریقوں کو آخر تک احساس رہا۔

"تذکرۂ خواص میں ہے کہ جس وقت حضرت سید الشہدا کا سر اقدس وارد مدینہ ہوا اور سعید بن العاص حاکم مدینہ کے دربار میں لے جایا گیا تو وہاں مروان بن حکم بھی موجود تھا۔ اس نے سر سے بے ادبی کرتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

یا حبذا بردك فی الیدین
و لونك الاحمر فی الخدین

و اللہ لکانی انظر الی ایام عثمان
(تذکرہ خواص ص۲۷۶)

اے حسینؑ! تمہارے سر کی خنکی ہاتھوں کو کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے اور تمہارے رخساروں کی سرخی بھی بہت اچھی لگ رہی ہے (اس کے بعد کہتا ہے) خدا کی قسم! میری نظر واقعہ عثمان پر ہے۔

ابن جوزی نے ابن کلبی سے روایت کی ہے کہ جس وقت شہادت حسینؑ کی خبر مدینہ پہنچی اور بنی ہاشم کے گھروں سے نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں تو سعید بن عاص حاکم مدینہ نے ان آوازوں کو سن کر یہ شعر اپنی زبان پر جاری کیا ؎

عجت نساء بنی تمیم عجة
کعجیج نسوتنا غداة الارنب

آج بنی تمیم کی عورتوں نے بالکل اسی طرح نالہ و شیون کرنا شروع کیا ہے کہ جس طرح ہماری عورتوں نے غداۃ الارنب (ایک جنگ کا نام) نالہ و شیون کیا تھا۔

ایک اور شاہد اس بات کا کہ یہ جنگ ذاتی جاہ طلبی کی جنگ نہ تھی بلکہ حسینؑ والوں اور یزید والوں (دوسرے لفظوں میں رسول اکرم کے بعد جاری ہونے والے دو اہم مسلکوں کے مسلکوں کی آخری فیصلہ کن جنگ تھی) یہ ہے کہ جس وقت عاشور کے روز فرداً فرداً جنگ کرنے میں فوج شام کو شکست کے آثار دکھلائی دیئے تو اس وقت عمرو بن حجاج

نے عمر سعد کو مشورہ دیا کہ اے امیر! اگر یوں ہی جنگ ہوئی تو پھر فتح ہو چکی۔ میری رائے یہ ہے کہ اس مٹھی بھر جماعت کو اکبارگی حملہ کر کے قتل کر ڈالنا چاہیئے۔ پھر اُس نے تمام لشکریوں سے پکار کے کہا۔ یا اھل الکوفہ الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام۔ "اے کوفہ والو! خلیفہ کی طاعت و جماعت پر جمع رہو اور ایک ایسے شخص کے قتل کرنے میں شک نہ کرو کہ جو دین سے خارج ہو گیا ہے اور امام کا مخالف ہے" (طبری ج ۴ ص ۳۳۱) ظاہر ہے کہ اس قائل کی دین سے مراد دین یزید ہے۔ یزید کا رسمی دین کیا تھا، یہ اظہر من الشمس ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ حسینؑ اس دین میں داخل ہی کب تھے؟ کیونکہ یہی وہ دین تھا جس میں جبری داخلہ کے لئے علیؑ کی گردن میں رسن پڑی۔ حسنؑ کو زہر دیا گیا اور آج اسی دین کے پیرو حسینؑ کے خون کے پیاسے نظر آ رہے تھے۔

سید مظلوماں۔ حسین جب اپنے شش ماہہ بچےؑ کی قبر بنا چکے تو پھر فوج کے سامنے آئے اور فرمایا ؎

کفر القوم وقدما رغبوا

عن ثواب اللہ رب الثقلین

قتل القوم علیا وابنہ

حسن الخیر کریم الابوین
حنقاً منہم وقالوا اجمعوا
احشروا الناس الی حرب الحسین (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۲۶)

یہ لوگ کافر ہو گئے ہیں (اور یہ نئی بات نہیں) پہلے ہی سے یہ اللہ کے ثواب سے روگرداں تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے علی کو مار ڈالا اور اس کے بعد از روئے کینہ صاحب خیر و کریم والدین کے فرزند امام حسن کو بھی قتل کر دیا۔ اور اب ان کا نعرہ ہے کہ اجماع کر کے لوگوں کو حسین سے جنگ کرنے پر اکٹھا کرو۔

بہر حال یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یزید اور یزیدی فوج معرکۂ کربلا میں کس کی نمائندگی کا فرض ادا کر رہے تھے اور وہ کون سا دین تھا کہ جو آیۂ مودّت کے تاجداروں اور جوانانِ جنت کے سرداروں کا خون بہانا ثواب سمجھتا تھا؟ یقیناً وہ وہی لوگ تھے کہ جو زمانہ امیر المومنین میں ان کے اور زمانہ امام حسن میں ان کے اور روز عاشورہ امام حسینؑ کے دشمن تھے۔

○

اب آیئے ذرا حسین و اصحاب حسین کے اقوال کا جائزہ لیں تاکہ اندازہ ہو کہ ان کی نمائندگی کا دائرہ کتنا وسیع تھا اور کربلا کی جنگ میں

حسینؑ وحسینؑ والے کس دین پر تھے اور کس کی جانب سے لڑے تھے۔

سب سے پہلے خود امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ رجز سنئے:۔

انا الحسین بن علی

آلیت ان لا انثنی

احمی عیالات ابی

امضی علی دین النبی (نفس المہموم ص۲۱۹)

ہاں میں ہی ہوں حسین بن علی۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ پلٹوں گا نہیں۔ بلکہ اپنے باپ کے حرم کی حمایت کروں گا اور (اپنے نانا) نبیؑ کے دین پر چلوں گا۔

دوسرا رجز حضرت عباس کا ملاحظہ ہو۔ جس وقت ظالموں نے آپ کا داہنا ہاتھ قلم کر دیا تو آپ نے گرتی ہوئی مشک بائیں ہاتھ سے سنبھالی اور اس کو دوش پر رکھا اور بائیں ہاتھ سے تلوار کا قبضہ پکڑ کر جہاد کرنا شروع کیا اور کہتے جاتے تھے۔

واللہ ان قطعتم یمینی

انی احامی ابداً عن دینی

وعن امام صادق الیقینی

بخل النبی الطاھر الامینی (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۲۰)

خدا کی قسم اگرچہ تم نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ ڈالا ہے۔ مگر میں اب بھی اپنے دین کی حمایت سے باز نہ آؤں گا اور نہ میں اپنے صادق الیقین امام کی نصرت سے منہ پھراؤں گا۔ وہ ایسا امام ہے کہ جو طاہر و امین نبیؐ کا فرزند ارجمند ہے۔ حضرت عباس کے رجز میں بھی وہی دو لفظیں (امام و دین) کی ملتی ہیں کہ جو طرف مقابل کے کلام میں ذکر ہوئیں۔ اور جس طرح ان کی امامت اور ان کے دین کا سلسلہ کسی اور سے ملا ہوا تھا اسی طرح ان کے دین و امامت کا سلسلہ نبیؐ سے ملا ہوا تھا کیونکہ حسین کا دین حسن کا دین اور حسن کا دین علی مرتضیٰ کا دین اور وہ محمد مصطفیٰؐ کے جانشین تھے۔

عبداللہ بن مسلم جب جہاد کو نکلے تو ان کا رجز تھا:۔

الیوم القی مسلماً وھو ابی

وفتیۃ بادوا علی دین النبی (ناسخ التواریخ صفحہ ۲۱۲)

آج میں اپنے باپ مسلم سے ملاقات کروں گا اور ان جوانوں سے ملاقات کروں گا کہ جنہوں نے دین نبیؐ پر اپنی جانیں دی ہیں۔

اقربا کی طرح صحابہ نے بھی جنگ کی تو ان کی زبان پر بھی اپنے دین و مذہب اور رسول و علی کی طرف سے جہاد کا اعلان تھا۔ حجاج

بن مسروق (امام حسین علیہ السلام کے مؤذن عام) جب میدان میں آئے تو فرمایا :-

اقدم حسینا ھادیا مھدیًا
فالیوم تلقی جدك النبیًا
ثم اباك ذاالندی علیًا
ذالك الذی نعرفه وصیا (ناسخ صفحہ ۲۰۵)

اے حسین ! آگے بڑھیئے - آپ (ہی تو) ہادی و مہدی ہیں اور آج آپ اپنے باپ علی مرتضےٰ اور نانا محمد مصطفےٰ سے ملاقات کیجئے گا - اور آپ کے والد (علی مرتضےٰ) کے سوا ہم کسی دوسرے کو رسولؐ کا وصی نہیں جانتے -

اپنے دین کی صراحت کرنے والوں میں عابس بن ابی شبیب شاکری بھی ہیں - آپ جس وقت بازارِ قتال گرم ہوا - امام کی خدمت میں آئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ :-

اے ابا عبد اللہ ! روئے زمین پر اس وقت کوئی مخلوق چاہے وہ نزدیک ہو یا دور - اپنا ہو یا بیگانہ آپ سے زائد محبوب نہیں ہے - اور یا حسین ! آج اگر میرے پاس کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جس کی قیمت میرے خون اور میری جان سے زیادہ ہوتی تو میں اس کو آپ پر قربان

کرنے میں دریغ نہ کرتا۔ اس کے بعد عابس نے عرض کی کہ:۔

اشھد یاحسین انی امضی علی دینک و دین جدک

اے حسین گواہ رہیئے گا کہ میں آپ کے اور آپ کے نانا کے دین پر جان دے رہا ہوں۔ (ناسخ ص۲۰۸)

طرفین کے ان تمام اقوال سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ حسین و یزید کا یہ مقابلہ انفرادی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ یہ حسین والوں اور یزید والوں کی جنگ تھی کہ جو مختلف و متضاد دینوں کی حمایت میں کی جارہی تھی۔ یہ حسین و یزید کی شخصی لڑائی نہیں تھی بلکہ ———— یہ اہل حق و باطل کی آخری فیصلہ کن جنگ تھی یہ ان دو مذہبوں کی جنگ تھی کہ جن میں سے ایک تو رسولؐ کے زمانے ہی سے تھا۔ مگر دوسرے کی ابتدا رسولؐ کی وفات کی خبر سنتے ہی کی گئی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی جان لو کہ اگر اس معرکہ حق و باطل میں حسین کامران ہوں تو یہ کامرانی صرف ان کی نہ ہو گی بلکہ اس میں وہ پورا سلسلہ شریک ہو گا کہ جس کی امام حسین علیہ السلام ایک مستحکم کڑی تھے۔ جیسا کہ خود دشمن نے اپنے قول (قد قتلنا القرآن من ساداتھم) کہہ کر اقرار کیا تھا۔ اسی طرح اگر مانا جائے کہ یزید کو شکست ہوئی تو وہ تنہا اس کی شکست نہ ہو گی بلکہ درحقیقت وہ اس کے مورثوں اور شیخوں کی طرف منسوب ہو گی اور

معلوم ہو جائے گا کہ وہ تمام بھی حق سے اس طرح دُور تھے جس طرح اُن کا جانشین ــــ "یزید"۔

اب رہا یہ امر کہ کربلا کے خونیں معرکہ میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون ۔ غالب کون ہوا اور مغلوب کون ــــ ؟ اس کے معلوم کرنے کے لئے صرف حسین کے طریقۂ جنگ ہی کو دیکھ لو۔ دیکھو اُدھر ہر طرح کی تیاری تھی ۔ کثرت سپاہ بھی تھی اور ہتھیاروں کی فراوانی بھی ۔ سیری و سیرابی بھی تھی اور قوت و طاقت بھی ۔

اور ادھر کچھ بھی نہیں !

ایک عام بے سروسامانی

نہیں !

ایک ایسا پرشکوہ سامان تھا کہ جس کے سامنے پوری دنیا کی طاقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی ۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر حسین بھی تیاریوں کا جواب تیاریوں سے دیتے جیسا کہ کر سکتے تھے ، تو یزید . . . . شکست ظاہری تو کھا جاتا مگر حق کا چہرہ یوں صاف نہ ہوتا ۔ جس طرح خونِ حسین سے دُھل جانے کے بعد صاف ہو گیا۔ اگر ٹکر برابر کی ہوتی جس میں ایک غالب ہوتا اور دوسرا مغلوب تو دنیا کی عام جنگوں کی طرح ایک جنگ ہو کر رہ جاتی "کربلا" نہ بنتی اس لئے حسین نے کہا کہ آج میں

ایک ایسا طریقہ جنگ اختیار کروں گا کہ جو سارے زمانے سے میرے حسن تدبر کا کلمہ پڑھوائیگا اگر ادھر ٹڈی دل موجیں مارتی ہوئی فوجیں ہونگی تو ادھر انگلیوں پر گن لینے کے قابل چند افراد۔ اگر اُدھر شہ زور پہلوان ہوں گے تو میں اُن کا مقابلہ کمر خمیدہ بوڑھوں اور دودھ پیتے بچّوں سے کروں گا۔ اگر اُس طرف سب سیر و سیراب ہوں گے تو میرے خیموں سے "العطش" کی آوازیں بلند ہوں گی ......

اور جب قتل ہو جاؤں گا تو دشمن یہ سمجھے گا کہ ریاضِ رسول کو پامال کر دیا گلشنِ نبی میں خزاں آگئی۔ مگر ـــــ فی الحقیقت کربلا کی ریتی پر اپنے اور اپنے جگر گوشوں کے لہو سے ایک ایسا لالہ زار بنا جاؤں گا جو کبھی خزاں کا منہ نہ دیکھے گا۔

اور ـــــ میری بہن ـــــ "زینب" شمیم جاں فزا کی طرح اس گلزارِ شہادت کی خوشبو سے عالم کے دماغ کو معطر کر دے گی۔ اگر ایک طرف نمائشی فتح کی خوشی میں شادیانوں کی آوازیں ہوں گی ـــــ تو دوسری طرف کوفہ و شام کے بازاروں میں میری ستم رسیدہ بہنوں کے وہ دردناک نوحے ہوں گے جن کا ایک ایک لفظ زمانے کو تڑپانے کے لئے کافی ہو گا۔ شادیانوں کی آواز تو وقتی ہو گی۔ مگر ـــ ان نوحوں کی آوازوں کو گُم نہ کیا جا سکے گا۔ کیونکہ پھر تو سارا عالم روزِ قیامت تک ان بے کس

نوحہ خوانوں کا ہم آواز ہو جائے گا۔ اور جب ہی یہ عقدہ بھی کھلے گا کہ فتح کس کی ہوئی اور شکست کس کی۔حق پر کون تھا اور —— باطل پر کون! نیزۂ خولی پہ سرِ حسین پکار کر کہے گا کہ بتاؤ کون سرفراز ہے؟ —اور— گوشۂ مکان میں — یزید — بہ ہزار پشیمانی ناک رگڑتا نظر آئے گا اور کہے گا "مالی وللحسین"۔

اب تو معلوم ہوا کہ جس طرح حسین حق پر تھے اسی طرح وہ پاک ہستیاں بھی حق پر تھیں کہ جو ان سے قبل گزر چکیں اور وہ ہادی بھی برحق ہیں کہ جو نسل امام سے آئندہ آنے والے ہیں اور جس طرح یزید باطل پر تھا یونہی وہ افراد بھی باطل پر تھے جو اس سے پہلے گزر چکے یا آئندہ اس کے منصب ناحق کے جاگیردار ہوں گے اور اس طرح جو فیصلہ ابوسفیان و رسول کی لڑائی میں نہ ہوا صفین و جمل میں ظاہر نہ ہوا وہ کربلا کے میدان میں حسین علیہ السلام نے اپنی چند گھنٹوں کی جنگ سے کر دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باطل پرستوں اور حق پر فدا ہو جانے والوں کے درمیان ایک مستحکم فصیل قائم کر گئے گویا" وجعلنا هم ائمة يدعون الى النار" "وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا" کی اپنے عمل سے تفسیر کر دی۔ یہ تھے وہ دو راستے جن میں سے ایک پر حسینی خون کی لکھی تحریر ہدایت اب تک موجود ہے۔

حسینؑ سے مخالفت کیوں ہے؟

شہادت حسین علیہ السلام کو آفتاب جہانتاب سے اتنی مشابہت ہے جس کے تصور سے جذبۂ ایمانی مطلع انوار بن جاتا ہے۔ جو جلوہ ریزیاں آفتاب میں ہیں وہی شہادت حسین میں بھی ہیں جو جلال و کمال وہاں ہے وہی یہاں بھی ہے جس طرح وہ بھولے بھٹکوں کو راستہ دکھلاتا ہے اسی طرح شہادت عظمیٰ بھی راہ گم کردہ کے لئے سنگ میل ہے جس طرح ہر طالب منزل اس کے نور سے خوش ہوتا ہے اسی طرح اس سے بھی طالبان حق کو اُنس کامل ہے جس طرح مخلوق میں کچھ افراد ایسے بھی ہیں جن کو آفتاب کی روشنی ناگوار ہوتی ہے اور وہ اپنے ذاتی اغراض کے ماتحت ظلمت پسند کرتے ہیں تاکہ پردۂ شب میں اپنی من مانی کریں اور ان کے اعمال پر پردہ پڑ جائے اسی طرح کچھ بوم صفت و شغال خصلت افراد شہادت عظمیٰ

کے نور سے بھی متاذی ہوتے ہیں اور اس میں وہ اپنی حد تک معذور بھی ہیں کیونکہ جو پرانا ناسور ہوتا ہے وہ سورج کی کرنوں سے رسنے لگتا ہے لہذا وہ واقعۂ کربلا سے کیوں نہ گھبرائیں جبکہ اس کی بے پناہ تابش سے ان کے رموزِ نہفتہ و زخمہائے آشفتہ کے آشکار ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس بنا پر جب ان کا کچھ اور بس نہیں چلتا تو دل کے پھپھولوں کو رکیک و واہی اعتراضات کی شکل میں پھوڑتے ہیں اور دلبند نبرا و علی راکب دوشِ نبیؐ کے لیے داغ اسوۂ حسنہ پر نکتہ چینی کرکے اسلام کے دامن کو داغدار کرنے کی سعی نامشکور کرتے ہیں کیونکہ حسین وہی ہیں جن کے متعلق شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے کہا ہے۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

وہ حسین کہ ——— عالم ہمہ دیوانہ اوست! وہ حسین ——— جس کے غم میں اتنے آنسو بہائے گئے کہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم اگر وہ جمع کئے جائیں تو سمندر بن جائیں، وہ حسین ——— جن کے لئے اتنی آہیں بلند ہوئیں کہ اگر دروقت واحد بلند ہوں تو ایک آتش فشاں بنا دیں۔ اس حسین کے خلاف اگر کوئی آواز بلند بھی ہو تو اس کی حیثیت کسی کھنڈر میں بلند ہونے والی صدائے چرخ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی اس لئے ان

تارعنکبوت کے ہم رتبہ اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں ہو سکتی جو آلِ رسولؐ سے قدیمانہ بغض و حسد کی بنا پر دلوں کی گہرائی سے نکل کر کبھی کبھار صفحۂ قرطاس کو دل حاسد کی طرح سیاہ کر دیتے ہیں۔ لیکن چونکہ بعض اوقات حقیر و بے بنیاد شبہات کے جڑ پکڑنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے اس لئے اہل ایمان پر ان کا استیصال لازم و واجب ہے۔ امام حسین علیہ السلام کے خلاف جو زہر فشانیاں کی جاتی ہیں وہ چند ہیں ——

۱۔ یزید خلیفہ برحق تھا جس پر امام حسینؑ نے خروج کیا اور اس کے نتیجہ میں مصائب میں مبتلا ہوئے۔

۲۔ آپ نے معاذ اللہ ناعاقبت اندیشی سے کام لیا جو لوگوں کا مشورہ نہ مانا اور رائے عامہ کی خلاف ورزی کر کے کوفہ چلے گئے جس کا انجام سامنے آیا۔

۳۔ قتل حسینؑ کی یزید پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کیونکہ اُس نے آپ کے قتل سے برأت کا اظہار کیا تھا۔

۴۔ واقعہ کربلا دراصل اتنا نہیں ہے جس شان سے اس کو پیش کیا جاتا ہے اس کو ایرانی روضہ خوانوں نے ہوا دی ہے۔

۵۔ اب پرانے واقعہ پر رونے دھونے سے کیا حاصل جبکہ عقیدہ یہ ہو کہ آپ زندۂ جاوید ہیں، زندۂ جاوید کا تو ماتم نہیں کیا جاتا۔

یہی وہ چند مخصوص اعتراضات ہیں جو بار بار چولا بدل کر پیش کئے جاتے ہیں نیز انہی اعتراضوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی معمولی اعتراض ہیں مثلاً امام حسین علیہ السلام کے منازل سفر پر اعتراض، تاریخ واقعہ سے اختلاف، اس کا اظہار کہ اگر حسین و یزید میں اختلاف ہوتا تو آپس میں شادی بیاہ نہ ہوتا وغیرہ وغیرہ۔

اب آیئے دیکھیں کہ ان کو حقیقت سے کہاں تک لگاؤ ہے۔

کیا یزید خلیفہ برحق تھا؟

اس امر کے جاننے کے لئے کہ یزید خلیفہ برحق تھا کہ نہیں یہ دیکھنا ہوگا کہ خلیفہ رسولؐ بننے کے شرائط کیا ہیں اگر اس کے لئے عصمت شرط ہے جیسا کہ امامیہ کا مذہب ہے تو یزید کے بڑے معصوم نہ تھے چہ جائیکہ وہ خود۔

اگر اجماع سے خلیفہ بنتا ہے تو یزید پر اجماع کب ہوا اور نہ امام حسینؑ و عبداللہ بن زبیر سے لڑائی کی نوبت کیوں آتی۔ اگر اہل شام کے متعلق یہ کہا جائے کہ شاید انہوں نے یزید پر اتفاق کیا تھا تو پہلے اہل شام کی تھوڑی بہت واقفیت ہونا چاہئے کہ وہ کس قماش کے افراد بشر تھے آیا ان کو بشر بھی کہا جاسکتا ہے کہ نہیں تاکہ ان کے اجماع کی قدر و قیمت معلوم ہو جائے ان

کے متعلق مسعودی نے مروج الذہب میں کچھ واقعات لکھے ہیں جو دلچسپی اور عبرت سے خالی نہیں ہیں اس لئے ان میں سے بعض کا ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ ایک کوفی دمشق میں آیا تو اس کا اونٹ شامی نے پکڑ لیا، کوفی نے محکمۂ قضا میں پیش کیا تو شامی نے پچاس گواہ پیش کئے جنہوں نے اس امر کی گواہی دی کہ یہ اونٹنی شامی ہی کی ہے یہ جھوٹی گواہی دیکھ کر کوفی دنگ رہ گیا اور اس نے معاویہ سے کہا "اصلحک اللہ انہ جمل ولیس بناقۃ" خدا امیر کی اصلاح کرے یہ اونٹ ہے اونٹنی نہیں ہے معاویہ نے جواب دیا اب جو فیصلہ ہونا تھا ہو گیا جب سب لوگ چلے گئے تو معاویہ نے چپکے سے کوفی کو بلا کر اسے اونٹ کی قیمت ادا کر دی اور کہا "علی سے جا کر کہہ دینا کہ میرے پاس ایک لاکھ انسانوں کا ایسا لشکر ہے جو نر و مادہ میں تمیز نہیں کرتا اس کے ذریعہ میں آپ سے جنگ کروں گا" لہذا خلافت کے معاملہ میں ان کی معاملہ فہمی معلوم ہے (جلد ۳ ص ۴۱)

۲۔ امیر معاویہ نے ان لوگوں کو بروز چہارشنبہ نماز جمعہ پڑھا دی اور انہوں نے پڑھ لی۔ جلد ۳ ص ۴۱

۳۔ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ان کا نظریہ تھا کہ آپ معاذ اللہ ایک راہزن تھے۔ جلد ۳ ص ۴۲

۴۔ اہل شام کو بالکل خبر نہ تھی کہ رسولؐ نے اپنے بعد کوئی ذریت بھی چھوڑی ہے وہ بنی امیہ ہی کو رسولؐ کا والی و وارث جانتے تھے۔ جلد ۲ ص ۲۳

ان واقعات سے اہل شام کا مبلغ علم و عقل معلوم ہو گیا ہو گا۔ اب رہے کوفہ کے لوگ تو ان کا حال بھی مختصراً سن لیجئے ——— کامل ابن اثیر و طبری وغیرہ میں ہے ———

وسار المغيرة حتى قدم الكوفة	مغیرہ بن شعبہ کوفہ آیا اور اُس نے اپنے
وذاكر من يثق اليه ومن يعلم انه	قابل اعتماد دوستوں اور بنی امیہ کے طرفداروں
من شيعة بني امية امر يزيد	سے یزید کے متعلق گفتگو کی تو انہوں نے
فاجابوا الى بيعته فاوفد	اس امر پر اپنی رضامندی کا اظہار
منهم اربعين رجلاً عليهم ابنه	کیا تب اُس نے ان لوگوں سے چالیس
عروة فلما دخلوا معاوية	آدمی معاویہ کے پاس اپنے بیٹے عروۃ کی
قاموا خطباء فقالوا يا امير	سرکردگی میں روانہ کئے جب یہ لوگ
المومنين كبرت سنك وخفنا	معاویہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے تقریریں
انتشار الحبل فانصب لنا	کیں اور کہا کہ یا امیر المومنین! آپ کا سن
علماً وحد لنا حداً فقال	زیادہ ہو چکا ہے اور ہم کو ملت کی پراگندگی
اشيروا علي فقالوا نشير	کا خوف ہے لہذا ہمارے واسطے کسی
بيزيد ابن امير المومنين	کو معین فرما دیجئے۔ معاویہ نے کہا تم ہی مشورہ

فقال أو قد رضيتموه؟ فقالوا نعم قال وذلك دأبكم؟ قالوا نعم ورأي من ورائنا فقال معاوية لعروة سرا عنهم: بكم اشترى أبوك من هؤلاء دينهم؟ قال بأربع مأة دينار قال لقد وجد دينهم رخيصا

کامل ابن اثیر جلد ۳ ص۲۱۴

ولد کو معین کر دوں تو انہوں نے جواب دیا کہ ہماری رائے آپ کے صاحبزادے یزید کے حق میں ہے معاویہ نے پوچھا کہ تم لوگ یزید کا اُوپر راضی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کیوں نہیں؟ معاویہ نے دوبارہ پھر اقرار لیا کہ تمہاری یہی رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہ صرف ہماری رائے ہے بلکہ ہمارے علاوہ دوسروں کی بھی یہی رائے ہے۔ اس وقت معاویہ نے عروہ سے چپکے سے پوچھا کہ تیرے باپ نے ان لوگوں کا ایمان کتنے میں خریدا ہے؟ عروہ نے صفائی سے جواب دیا: چار سو دینار میں۔ یہ سن کر معاویہ نے کہا۔ تیرے باپ کو ان کا ایمان بڑا سستا مل گیا۔"

اس قسم کے اسباب کے ذریعہ یزید کی جانشینی عمل میں آئی کہ لوگوں کے ایمان چند روپہلی سنہری سکوں کے عوض دھڑا دھڑ خریدے جا رہے تھے۔ اور امیر معاویہ کا یہ جملہ: تیرے باپ کو ان کا دین سستا مل گیا۔ یزید کی بد کرداری پر سند کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ معاویہ کو اس بات پر بڑی حیرت تھی کہ چار سو دینار میں ان لوگوں نے یزید کو اپنا خلیفہ کیونکر تسلیم

کر لیا یعنی اس سے زیادہ رقم لینے کے بعد بھی ان کو اس امر میں تامل ہونا چاہئے تھا۔

یزید کی حکومت

یزید کی حکومت تاریخ اسلام کا وہ تاریک دور ہے جس کے آگے جبین انسانیت عرق ندامت سے تر ہے۔ یزید نے اپنے اقوال و اعمال سے دامن اسلام کی دھجیاں اڑا دیں۔ اس کے کرتوت حد تواتر تک کتب تواریخ و سیر میں بالتفصیل مذکور ہیں جن پر تبصرہ کرنے سے پہلے اس کی خاندانی حیثیت کو بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں طشت از بام کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جب تک کسی کے خاندان کا حال نہ معلوم ہو اس کے ماحول کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا اور جس کے ماحول کا اندازہ نہ ہو سکے کردار پر روشنی نہیں پڑ سکتی۔

بنوامیہ

یزید ——— خاندان بنوامیہ سے تھا، اس کو سب جانتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اس خاندان کے کچھ عقیدت مند بھی ہوں اور کچھ کی نظر میں اپنی سرشت و جبلیت کے لحاظ سے، اس سے انس بھی ہو ——— لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خدا اور اس کے حبیب کی نگاہ میں اس خاندان کی کیا حیثیت تھی ——— وہو ہذا۔

بنو امیہ اللہ کی نظر میں

وان ادری لعلہ فتنۃ لکم و متاع الی حین (انبیاء ۱۱۱)
اور میں نہیں جانتا شاید یہ تمہارے واسطے ایک آزمائش ہے اور ایک مدت تک عیش ہے۔

تفسیر ابن ابی شیبہ اور ابن عساکر میں اس آیۂ کریمہ کی شان نزول اس طرح وارد ہوئی ہے کہ جب حضرتؐ نے شب معراج اپنے منبر پر بنی امیہ کو دیکھا اور اس سے سخت رنجیدہ ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

جاھدوا فی اللہ حق جہادہ (حج ۷۷) اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس سے بنی امیہ کی حکومت مراد ہے جن سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے (دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۴ ص ۳۷۱)

الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً (ابراہیم ۲۸) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا۔ اس کی تفسیر میں حضرت عمر فرماتے ہیں ھما الا فجران من قریش بنوالمغیرۃ و بنوامیۃ اس سے قریش کے سب سے بڑے فاسق و فاجر خاندان مراد ہیں اور وہ بنو مغیرہ و بنو امیہ ہیں (منتخب کنز العمال جلد ۱ ص ۴۵۲)

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر

(سورہ قدر) ہم نے اس کو شب قدر میں نازل کیا، شب قدر ہزار راتوں سے بہتر ہے۔ اس کی تفسیر میں وارد ہے کہ حضرتؐ نے اپنے منبر پر بنی امیہ کو بندروں کی طرح اچھلتے دیکھا اور آپ کو اس سے صدمہ ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں ہزار سے مراد بنی امیہ اور شب قدر سے حضرت رسولؐ اور ان کے اہل بیت مراد ہیں (تفسیر درمنثور جلد ۶ ص۳۷۱ طبع مصر)

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن — اور ہم نے تم کو جو خواب دکھلایا تو بس اس کو لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ٹھہرایا تھا (اسرا ۶۰)

وہ شجرہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے بنوامیہ ہیں۔ طبری میں ہے لاخلاف بین احد انہ اراد بہا بنی امیۃ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ خدا کی مراد اس ملعون خاندان سے خاندان بنوامیہ ہے۔ (تاریخ طبری حصہ ۳ جلد ۴ طبع لیڈن)

تفسیر درمنثور میں ہے کہ ـــــ ابن جریر نے سہیل بن سعد سے اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر اور یعلی بن مرہ سے، ابن مردویہ نے امام حسینؑ ابن عباس اور حضرت عائشہ سے، بیہقی اور ابن عساکر نے سعید بن مسیب سے مختلف الفاظ میں روایت کی ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ خواب ہے

جو حضرت رسولؐ نے دیکھا تھا کہ بنی امیہ میرے منبر پر اس طرح اچک رہے ہیں جس طرح بندر اچکا کرتے ہیں۔ اس خواب کو دیکھتے ہی حضرت ایسے غمگین ہوئے کہ اس کے بعد عمر بھر کبھی نہیں ہنسے۔ اور جس درخت پر لعنت کی گئی اس سے مروان بن حکم مراد ہے[1] جو حضرت عثمان کا داماد تھا اور حضرت رسولؐ نے اس کو اپنی حیات میں مع اس کے باپ حکم کے شہر بدر کروا دیا تھا اسی سے لوگ اس کو "طرید الرسول" کہا کرتے تھے۔ مگر حضرت عثمان نے تخت خلافت کو رونق بخشتے ہی اس مبغوض بارگاہ رسالت کو نہ صرف اپنے پاس مدینہ بلوالیا بلکہ خلعت فاخرہ و انعام و اکرام سے نوازا۔[2]

اس کے برخلاف خاندان رسولؐ کی تصویر کشی قرآن کریم نے یوں الفاظ کی ہے: الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء (تم نے دیکھا نہیں کہ خدا نے کیسی مثل بیان کی کہ کلمہ طیبہ مثل شجرِ طیبہ کے ہے جس کی جڑ مضبوطی سے قائم اور جس کی شاخ آسمان پر پہنچ گئی) یہ وہ آیت ہے جس کے متعلق معاویہ کے پوتے معاویہ

---

[1] تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۱۹۱ ط مصر۔

[2] دیکھئے تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص۱۴۱ معارف ابن قتیبہ ص۸۴ عقد الفرید جلد ۲ ص۲۶۱ کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۲۷ سیرت حلبیہ جلد ۱ ص۳۳۷ اسد الغابہ جلد ۲ وغیرہ

بن یزید بن معاویہ تک نے اپنے خطبہ میں اقرار کیا ہے کہ شجرہ طیبہ سے خاندان رسولؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ مراد ہے (حیوٰۃ الحیوان دمیری جلد ۱ ص۵۴)

خدا اگر کسی فرد یا جماعت کی تعریف کرے تو وہ اس کے ان کمالات کی بنا پہ ہو گی جس نے اس کو اس تعریف کا مستحق بنایا ہو گا چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ بنی ہاشم ظہور اسلام سے پہلے ہی مکارم اخلاق کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز تھے اور اس شجرہ طیبہ کی سرسبز و شاداب جھومتی ڈالیاں ان میں آئندہ کھلنے والے پھولوں کا پتہ دے رہی تھیں۔ چونکہ اس خاندان میں سردار دو جہاں کی ولادت ہونے والی تھی اس لئے سرداری اس خاندان کے ابھی سے قدم چوم رہی تھی۔ علمداری، سقایت (حجاج کو سیراب کرنا) رفادہ (ان کو سیر کرنا، حجابہ (خانہ کعبہ کی کلید برداری) اور قیادۃ (یعنی بزم مشورت کی صدارت اور لڑائی کے موقعہ پر سپہ سالاری) اسی خاندان سے متعلق تھی بنی امیہ نے بھی ان وجاہتوں کے حاصل کرنے کی کوشش کی مگر جب کچھ پیش نہ گئی تو رشک و حسد کرنے پر مجبور ہو گئے چنانچہ علامہ جاحظ بنی ہاشم و بنی امیہ کے درمیان کینہ و عداوت کے اسباب کے ذیل میں کہتے ہیں:۔

" زمانۂ جاہلیت میں قریش کے خصوصی عہدے و مناصب حسب ذیل تھے۔ لواء، رفادہ، حجابہ، قیادۃ۔ یہ تمام

عہدے عبد مناف کی اولاد ہاشم، عبدالدار اور عبدالعزیٰ

میں تقسیم تھے۔ عبدالشمس کو ان میں سے کوئی منصب نہیں

ملا اسلام آنے پر یہ تمام عہدے بنی ہاشم ہی سے مخصوص

ہو کر رہ گئے۔ عبدالشمس کے لئے اس وقت نہ کوئی عزت

تھی اور نہ نیک نامی نہ اس کا کوئی فرزند ہی ایسا ہوا جو

اس کے نام کو روشن کرتا برخلاف اس کے جناب ہاشم

کے فرزند عبدالمطلب ہوئے جو سید البطحا تھے۔ بنی ہاشم

کی بزرگیاں جتنی ہی تعداد میں زیادہ تھیں اتنی ہی سلسلہ بسلسلہ

بھی تھیں ہر اولاد اپنے باپ کے کمالات و فضائل کی آئینہ دار

ہوتی رہی فضل و شرف نسلاً بعد نسل بنی ہاشم میں منتقل ہوتا

رہا لیکن بنو عبدالشمس ایسے نہیں ہوئے۔ امیہ حقیر و کمزور

و بدکار تھا اس نے تو زمانۂ جاہلیت میں ایسی حرکت کی جو

کسی عرب نے نہ کی ہوگی اس نے اپنے جیتے جی اپنی جورو اپنے

لڑکے ابو عمرو کو بیاہ دی اور اس سے ابو معیط پیدا ہوا۔

(رسائل جاحظ ص۶۷ تا ص۷۵)

علامہ جاحظ نے خوب کہا کہ "بنی ہاشم کی بزرگیاں جتنی زیادہ تھیں اتنی ہی

سلسلہ بسلسلہ بھی تھیں ہر اولاد اپنے باپ کے کمالات کی آئینہ دار ہوتی

رہی" اس طرح بنی امیہ بھی کثافتوں اور رذالتوں میں اپنے آباؤ اجداد کے نمونہ بنے اور ہر دور میں ہاشمی سردار کے مقابلہ میں ان کی ایک دیو سیرت فرد مقابلہ کو موجود رہی" بنی ہاشم کے زمانہ میں امیہ ان کا حریف تھا، عبدالمطلب کے مقابلہ پر حرب، محمد مصطفےٰؐ کے سامنے ابوسفیان، حضرت علیؑ کے لئے معاویہ اور حسینؑ کے لئے یزید! ۔

امیہ بہت مالدار شخص تھا اور جس طرح ہر مالدار کو اپنے مال پر گھمنڈ ہوتا ہے اسے بھی تھا اس نے اپنی ثروتمندی کے ذریعہ کئی دفعہ جناب ہاشم کو نیچا دکھانا چاہا جس میں اس کو ہر دفعہ بری طرح رسوائی نصیب ہوئی ۔

ایک دفعہ اس نے جناب ہاشم کو اپنے مقابلہ کی دعوت دی تاکہ دونوں برسرِعام مفاخرت کریں اور یہ فیصلہ ہو جائے کہ دونوں میں سے کون بڑھا ہوا ہے مگر جناب ہاشم نے اس کو منہ لگانا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور اس کے اس پیغام کو حقارت سے ٹھکرا دیا کیونکہ آپ رہ بنائے شہرت، اس کے چچا، عمر میں اور عزت وشوکت میں بھی اس سے کافی بڑھے ہوئے تھے ۔ لیکن قریش نے اصرار کیا کہ، کیا مضائقہ ہے آپ اس کے مقابلے میں اپنے کارنامے ذکر کریں اور وہ اپنی خود بیان بیان کرے ۔ جناب ہاشم نے بہ مجبوری اس کو منظور کر لیا لیکن شرط یہ رکھی کہ جس شخص کی

فضیلت کا فیصلہ ہو جائے اس کو دوسرا شخص سیاہ آنکھوں والی پچاس اونٹنیاں بھی دے اور مکہ سے دس برس کے لیے جلاوطن بھی ہو جائے۔
امیہ اس شرط پر راضی ہو گیا۔ دونوں نے کاہن خزاعی کو اپنا حکم بنایا اور دونوں فریق اس کے ہاں گئے اور واقعہ بیان کیا۔ کاہن نے دونوں طرف کے بیان سننے کے بعد کہا ــــــ

"روشن چاند، چمکتے ستاروں، برسنے والے بادلوں، فضا میں رہنے والے پرندوں کی قسم، اور جب تک کسی نشانی سے بلندی و پستی کے جانے والے مسافر ہدایت پاتے رہیں اس کی قسم کھا کر فیصلہ کرتا ہوں کہ ہر خوبی و ہر فضیلت، ہر عزت ہر شرف ہر فخر اور ہر امر میں ہاشم کا درجہ، امیہ اور اس کے اول و آخر سب سے کہیں بلند و برتر ہے اور امیہ ان سے کہیں پست ہے"۔

اس فیصلہ کے بعد امیہ کو ناچار پچاس اونٹنیاں بھی دینا پڑیں اور دس سال کے لیے مکہ سے جلاوطن ہو کر شام میں بھی رہنا پڑا۔ جناب ہاشم نے ان اونٹنیوں کو ذبح کرا کے اہل مکہ کو کھلا دیا ــــــ یہ وہ وقت تھا جبکہ خاندان بنو امیہ اور بنی ہاشم میں کھلی عداوت قائم ہو گئی۔

(تاریخ کامل جلد ۲ ص۶)

بنی امیہ اور اسلام

بنی امیہ سے اسلام کو جو روز سیاہ دیکھنا پڑا وہ تاریخ کا ایک نہایت دلگداز باب ہے ـــــ نور اسلام کے فروزاں ہوتے ہی ابوسفیان (حضرت معاویہ کے والد) حکم بن ابی العاص (حضرت عثمان کے چچا) مروان (حضرت عثمان کے چچیرے بھائی اور وزیر الوزرا) ہندہ جگر خوارہ (حضرت معاویہ کی والدہ) ام جمیل (حضرت معاویہ کی پھوپھی اور ابو لہب کی زوجہ) لشکر بنو امیہ کے وہ شہرت یافتہ سپاہی ہیں جنہوں نے اسلام اور بانی اسلام کو ختم کرنے میں اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ شاید اسی لئے حضرت عمر کو ان کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کرنا پڑا تھا۔

"حضرت عمر نے مغیرہ بن شعبہ سے کہا۔ اے مغیرہ! جب سے تم کانے ہوئے ہو تم نے اپنی کانی آنکھ سے دیکھا ہے؟ مغیرہ نے جواب دیا "نہیں" خلیفہ نے کہا خدا کی قسم بنی امیہ اسلام کو یونہی کانا کر دیں گے جس طرح تم کانے ہوئے ہو پھر بعد ازاں وہ اس کو اندھا بھی کر دیں گے جس کے بعد وہ ادھر اُدھر بھٹکتا پھرے گا۔"

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۱۱۵)

حضرت عمر کوئی عالم الغیب تو تھے نہیں انہوں نے بنو امیہ کے سیاہ ماضی میں ان کے آنے والے کرتوتوں کا معائنہ کر کے ہی یہ کہا تھا ان کو معلوم تھا کہ اس خاندان سے اسلام اور رسول اسلام کو کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا لہذا آئندہ بھی یہی خاندان اسلام کو تباہ کر سکتا ہے۔

مذکورہ بالا آیات واقعات کے ذریعہ بخوبی بنی امیہ کی حیثیت و فطرت کا اندازہ ہو گیا مزید اندازہ جب ہوگا جب اس خاندان کے ارکان کے کارنامے سامنے آئیں گے لیکن ان پر فرداً فرداً روشنی ڈالنے سے پہلے ذرا احادیث رسولؐ کی روشنی میں بھی ان کی شکل کا نظارہ کر لیں۔

بنو امیہ پیغمبرؐ کی نظر میں

(۱) عن ابی سعید الخدری قال رسول اللہؐ ان اھل بیتی سیلقون بعدی من امتی قتالا و تشریدا و ان اشد نا لنا بغضاً بنو امیۃ و بنو المغیرۃ و بنو مخزوم (مستدرک امام حاکم)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا:- میرے اہل بیت بہت جلد ہی میرے بعد میری امت سے قتل و جلا وطنی دیکھیں گے اور تمام قوموں میں ہم سے سب سے سوا عداوت رکھنے والے بنی امیہ، بنی مغیرہ، بنی مخزوم ہیں۔

(۲) عن ابی ذر — قال رسول اللہ اذا بلغت بنوا امیۃ اربعین اتخذوا عباداللہ خولا ومال اللہ نحلا وکتاب اللہ دغلا۔

(مستدرک حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۷۹ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹)

حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ جب بنوامیہ چالیس کے عدد پر پہنچیں گے تو اللہ کے بندوں کو اپنا غلام، مال خدا کو اپنی میراث، کتاب خدا کو مکاری کا ذریعہ بنائیں گے۔

(۳) عن حمران بن جابر قال رسول اللہ ثلاثا ویل لبنی امیۃ

(اصابہ جلد ا صفحہ ۳۵۳)

حمران بن جابر یمنی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے تین دفعہ فرمایا بنی امیہ کے لئے تباہی ہو۔

(۴) عن ابن مسعود قال ان لکل دین آفۃ وآفۃ ھذا الدین بنو امیۃ (منتخب کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۳۸)

ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ہر دین پر ایک آفت آتی ہے اور اس دین کی آفت بنوامیہ ہیں۔

(۵) قال رسول اللہ شر العرب بنوا امیۃ۔

(رسالہ تطہیر الجنان ابن حجر صفحہ ۶۳)

سند حسن سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا عربوں میں سب

سے بدتر قوم بنی امیہ ہیں۔

(۶) عن بجالۃ قال قلت لعمران بن حصین حدثنی عن ابغض الناس الی رسول اللہ قال تکتم حتی اموت قلت نعم قال بنوا میۃ۔

(منتخب کنز العمال جلد ۵ صفحہ ۴۲۳)

بجالہ کہتے ہیں میں نے عمران بن حصین سے پوچھا کہ رسول اللہ سب سے زیادہ کس کو دشمن رکھتے تھے؟ بجالہ نے کہا میرے مرتے دم تک کسی سے تو نہ کہو گے؟ میں نے کہا نہیں، کہا بنو امیہ کو۔

(۷) عن ابی برزۃ قال ابغض الناس الی رسول اللہ بنوا میۃ

(رسالہ تطہیر الجنان ابن حجر مکی صفحہ ۶۳)

جناب ابو برزہؓ فرماتے ہیں تمام دنیا کے لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض بارگاہ رسالت بنوامیہ ہیں۔ اس خبر کو حاکم نے شرط شیخین (بخاری و مسلم) پر صحیح مانا ہے۔

یہ ہیں چند احادیث معتبرہ جو بنی امیہ کی شان میں بارگاہ رسالت سے وارد ہوئی ہیں۔ چونکہ بنی عباس ظلم اہلبیت کے مسلک پر بنی امیہ کے ہم مسلک ہیں اور ان کے بعض افراد نے بنی امیہ کے اعمال کو اسی طرح سراہا ہے جس طرح عمران بن حطان خارجی نے ابن ملجم کی ضربت کو سراہا تھا، اس لئے یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کتاب کے کچھ اقتباسات

بھی پیش کر دیں جو "کتاب معتضد" کے نام سے مشہور ہے اور جس کو "یزید جگر کے جد اعلیٰ حضرت خلیفہ معتضد باللہ عباسی نے اپنے دور حکومت میں بغداد کے گلی کوچوں میں نشر کروایا تھا۔" یہ کتاب معتضد" مسلمانوں کی مشہور و معروف کتابوں میں مندرج ہے جس کو ہم یہاں پر شرح ابن ابی الحدید مطبوعہ بیروت اور تاریخ طبری مطبوعہ مصر سے نقل کرتے ہیں ان دونوں کتابوں کی اہمیت کے لئے حسب ذیل امور کافی ووافی ہیں۔

تاریخ طبری

مولوی شبلی صاحب اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "ابو جعفر محمد بن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ یہ حدیث و فقہ میں بھی امام مانے جاتے ہیں چنانچہ ائمہ اربعہ کے ساتھ لوگوں نے ان کو بھی مجتہدین کے زمرہ میں شامل کیا ہے تاریخ میں انہوں نے ایک نہایت مفصل اور بسیط کتاب لکھی ہے جو ۱۳ ضخیم جلدوں میں ہے اور یورپ میں بمقام لیڈن نہایت صحت و اہتمام کے ساتھ چھپی ہے"۔ (الفاروق حصہ اول ص ۸)

علامہ خفاجی رقمطراز ہیں۔

هو الامام الفرد الحافظ بن جریر ابو جعفر احد الاعلام صاحب التصانیف المشهورة کان کثیر الطواف والعبادة

محمد بن جریر طبری یکتا امام ہیں اور جید علماء میں انکا شمار ہے انکی بہت سی عظیم القدر اور مشہور کتابیں ہیں۔ حج و عبادات بہ کثرت بجالاتے تھے۔ نسیم الریاض ص ۵۳۸

علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

محمد بن جریر بن یزید بن
كثير الامام العلم الفرد الحافظ
ابو جعفر الطبري احد الاعلام
وصاحب التصانيف قال ابو بكر
الخطيب كان ابن جرير احد الائمة
يحكم بقوله ويرجع الى رائه لمعرفته
وفضله له كتاب التفسير الذي
لم يصنف مثله وقال ابو حامد
الاسفرائيني لو سافر رجل الى
الصين في تحصيل تفسير ابن
جرير لم يكن كثيرا

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر امام و یگانۂ
نازفن حافظ ابو جعفر طبری ایک
لاثانی صاحب علم ہیں صاحب تصانیف
ہیں ابو بکر خطیب نے کہا ہے کہ ابن
جریر کا شمار ان اماموں میں ہوتا تھا
جن کے حکم کے مطابق فیصلے ہوتے
تھے اور ان کی معرفت و فضل کی
وجہ سے ان کی رائے کو اختیار
کیا جاتا تھا ان کی کتاب تفسیر (بھی)
ہے جس کی مثل نہیں لکھی گئی ابو حامد
اسفرائنی نے یہاں تک کہا ہے کہ
اس تفسیر کو حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی شخص چین کا سفر اختیار کرے
تو بڑی بات نہ ہوگی (تذکرۃ حفاظ ذہبی ج ۲ ص ۲۵۱)

تعجب و حیرت ہے کہ "یزید جدید" اور اس جیسے اوچھے ہتھیار استعمال
کرنے والے طبری کو شیعہ کا لقب دیں وہ طبری جو صرف امام نہیں
— ائمہ اربعہ کا پانچواں ہو — جو اپنی معرفت و فضل کے لحاظ
سے مرجع علماء اسلام ہو — جو کثیر الحج والعبادۃ ہو — جس کی تفسیر
کے لئے چین کا سفر روا ہو — وہ کیا نکلا — شیعہ! اچھے اس سے شیعیت
کا معیار بلند تو معلوم ہو گیا۔ اچھا ذرا اس "شیعہ" کے اعتقادات بھی سن لیجئے

قال محمد بن علی بن سهل الامام سمعت ابن جریر قال من قال ان ابابکر وعمر لیسا بامامی هدیٰ یقتل.	امام محمد بن علی بن سہل کہتے ہیں کہ میں نے ابن جریر کو کہتے سنا کہ جو شخص یہ کہے کہ ابوبکر وعمر امام وہادی نہ تھے تو اس کو قتل کر ڈالو۔

(تذکرہ حفاظ ج ۲ صـ۲۵۲)

کیا کہنا اس شیعہ کا جو حضرت ابوبکر وعمر کی خلافت کا اس حد تک حامی ہے کہ جو اس کا قائل نہ ہو اس کو مہدور الدم سمجھتا ہے، جب یہ شیعہ ہوا تو یقیناً سنی اس کے برعکس ہوگا یعنی جو علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل سمجھے شاید "یزید جدید" کی جدید اصطلاح میں اس کو سنی کہیں گے۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

شرح ابن ابی الحدید

عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن ابی الحدید عزالدین مدائنی متوفی ۶۵۵ھ صاحب شرح نہج البلاغہ معتزلی تھے اور معتزلہ اہلسنت ہی کا ایک فرقہ ہے، یزید جدید کے معتمد پیشوا امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

ان دعواہ علی جمیع اھل السنۃ انھم یقولون بالقیاس دعوی باطلۃ فقد عرف فیھم طوائف لایقولون بالقیاس کالمعتزلۃ والبغدادیین الخ	شیعہ عالم کا یہ دعوےٰ کہ تمام اہلسنت قیاس کے قائل ہیں باطل دعویٰ ہے کیونکہ ان (اہلسنت) میں بعض فرقے مثل معتزلہ وبغدادیوں کے ایسے بھی ہیں جو قیاس کو نہیں مانتے

منہاج السنۃ ج ۲ صـ۸۹

علامہ کمال الدین معجم الالقاب میں لکھتے ہیں۔

الحکیم الاصولی وکان من اعیان العلماء الافاضل واکابر الصدور الاماثل فاضلاً کاتباً کاملاً عارفاً باصول الکلام یذهب مذهب المعتزلة فمن تصانیفه شرح نهج البلاغة عشرون مجلداً

یعنی علامہ ابن ابی الحدید حکیم اصولی تھے۔ بڑے فاضل علما میں ان کا شمار ہوتا تھا، اپنے دور کے علماء عصر میں جو علما ممیز تھے یہ ان کی صف میں تھے فاضل و کاتب و کامل و عارف اصول کلام تھے اور مذہب معتزلہ کی طرف گئے تھے ان کے تصانیف میں سے شرح نہج البلاغہ بیس جلدوں میں ہے۔" ان دونوں کتابوں (طبری و شرح نہج البلاغہ) پر دیگر کتابوں کے ضمن میں ہم انشاءاللہ آئندہ روشنی ڈالیں گے اس وقت مختصراً اتنے ہی بیان پر اکتفا کر کے اصل کتاب معتضد شروع کرتے ہیں۔

کتاب معتضد

ومن الکتب المستحسنة الکتاب الذی کتبه المعتضد باللہ ابو العباس احمد بن الموفق ابی احمد طلحة بن المتوکل علی اللہ فی سنة ۲۸۴ اربع وثمانین ومائتین وانا اذکرہ مختصراً وفی هذہ السنة عزم المعتضد علی لعن معاویة ابن ابی سفیان علی المنابر وامر بانشاء کتاب یقرأ علی الناس وعملت به نسخ قرئت بالجانبین من مدینة السلام فی الارباع والمحال والاسواق یوم الاربعاء لست

بقين من جمادى الاولى من هذه السنة وكان من جملة الكتاب

بعد ان قدم حمد الله والثناء عليه والصلاة على رسول الله صلى الله

عليه وآله اما بعد فقد انتهى الى امير المؤمنين ما عليه جماعة

العامة من شبهة قد دخلتهم في اديانهم وفساد قد لحقهم في معتقد

هم وعصبية قد غلبت عليها اهواءهم ونطقت بها السنتهم على

غير معرفة ولا روية قد قلدوا فيها قادة الضلالة بلا بينة ولا بصيرة

وخالفوا السنن المتبعة الى الاهواء المبتدعة قال الله تعالى ومن

اظلم ممن اتبع هواه بغير هدى من الله ان الله لا يهدى القوم الظالمين

خروجا عن الجماعة ومسارعة الى الفتنة وايثارا للفرقة وتشتيتا

للكلمة واظهارا لموالاة ممن قطع الله عنه الموالاة وتبرأ منه

العصمة واخرجه من الملة واوجب عليه اللعنة تعظيما لمن صغر

الله حقه واوهن امره واضعف ركنه من بنى امية الشجرة الملعونة

لما ابتعث محمدا صلى الله عليه وآله بدينه وامره ان يصدع

بامره بدأ باهله وعشيرته فدعاهم الى ربه وانذرهم وبشرهم

ونصح لهم وارشدهم فكان من استجاب له وصدق قوله واتبع

امره نفر يسير من بنى ابيه من بين مؤمن بما اتى به من ربه وناصر

الكلمته وان لم يتبع دينه اعزازا له واشفاقا عليه فمؤمنهم مجاهد

ببصيرته وكافرهم مجاهد بنصرته وحميته يدفعون من نابذه و

يقهرون من عازه وعانده ويتوثقون له ممن كانفه وعاضده و

يبايعون له من سمح له بنصرته و يتحسسون اخبار اعدائه و يكيدون له بظهر الغيب كما يكيدون له برأى العين حتى بلغ المدى و حان وقت الاهتداء و نذ خلوا فى دين الله و طاعته و تصديق رسوله و الايمان به بأثبت بصيرة و احسن هدى و رغبة فجعلهم الله اهل بيت الرحمة و اهل بيت الدين اذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهيرا معدن الحكمة و ورثة النبوة و موضع الخلافة اوجب الله لهم الفضيلة و الزم العباد لهم الطاعة و كان ممن عانده و كذبه و حاربه من عشيرته العدد الكثير و السواد الاعظم يتلقونه بالضر و التثريب و يقصدونه بالاذى و التخويف و ينابذونه بالعداوة و ينصبون له و المحاربة و يصدون من قصده و ينالون بالتعذيب من اتبعه و كان اشدهم فى ذلك عداوة و اعظمهم له مخالفة اولهم فى كل حرب و مناصبة و رأسهم فى كل اجلاب و فتنة لا يرفع على الاسلام راية الا كان صاحبها و قائدها و رئيسها اباسفيان بن حرب صاحب احد و الخندق و غيرهما و اشياعه من بنى امية الملعونين فى كتاب الله ثم الملعونين على لسان رسول الله صلى الله عليه و آله فى مواطن عدة لسابق علم الله فيهم و ماضى حكمه فى امرهم و كفرهم و نفاقهم فلم يزل لعنه الله يحارب مجاهدا و يدافع مكايدا و يجلب منابذا حتى قهره السيف و علا امر الله و هم كارهون فتعوذ بالاسلام غير منطو عليه و اسر الكفر غير مقلع عنه فقبله و قبل ولده على علم منه بحاله و حالهم ثم

انزل الله تعالى كتابا فيما انزله على رسوله يذكر فيه شأنهم وهو قوله تعالى والشجرة الملعونة في القرآن لا خلاف بين احد من انه تعالى وتبارك اراد بها بني امية ومما ورد من ذلك في السنة ورواه ثقات الائمة قول رسول الله صلى الله عليه وآله فيه وقد رآه مقبلا على حمار ومعاوية يقوده ويزيد يسوقه لعن الله الراكب والقائد والسائق ومنه ما روته الرواة عنه من قوله يوم بيعة عثمان تلقفوها يا بني عبد شمس تلقف الكرة فوالله ما من جنة ولا نار وهذا الكفر صراح يلحقه اللعنة من الله كما لحقت الذين كفروا من بني اسرائيل على لسان داود وعيسى بن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون ومنه ما يروى من وقوفه على ثنية احد من بعد ذهاب بصره وقوله لقائده ههنا رمينا محمدا وقتلنا اصحابه ومنها الكلمة التي قالها للعباس قبل الفتح وقد عرضت عليه الجنود لقد اصبح ملك ابن اخيك عظيما فقال له العباس ويحك انه ليس بملك انها النبوة و منه قوله يوم الفتح وقد رأى بلالا على ظهر الكعبة يؤذن ويقول اشهد ان محمدا رسول الله لقد اسعد الله عتبة بن ربيعة اذ لم يشهد هذا المشهد ومنها الرؤيا التي رآها رسول الله صلى الله عليه وآله فوجم لها قالوا فما رؤي بعدها ضاحكا رأى نفرا من بني امية ينزون على منبره نزو القردة ومنها طرد رسول الله صلى الله عليه وآله الحكم بن ابي العاص لمحاكاته اياه في مشيته والحقه الله

بدعوة رسول الله صلى الله عليه وآله آفة باقية حين التفت اليه فرآه يتخلج فقال كن كما انت فبقى على ذلك سائر عمره هذا الى ما كان من مروان ابنه فى افتتاحه اول فتنة كانت فى الاسلام واحتقابه كل دم حرام سفك فيها او اريق بعدها ومنها ما انزل الله تعالى على نبيه صلى الله عليه وآله ليلة القدر خير من الف شهر قالوا ملك بنى امية ومنها ان رسول الله صلى الله عليه وآله دعا معاوية ليكتب بين يديه فدافع بامره واعتل بطعامه فقال صلى الله عليه وآله لا اشبع الله بطنه فبقى لا يشبع وهو يقول والله ما اترك الطعام شبعا ولكن اعياء ومنها ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال يطلع من هذا الفج رجل من امتى يحشر على غير ملتى فطلع معاوية ومنها ان رسول الله صلى الله عليه وآله قال اذا رايتم معاوية على منبرى فاقتلوه ومنها الحديث المشهور المرفوع انه صلى الله عليه وآله قال ان معاوية فى تابوت من نار فى اسفل درك من جهنم ينادى يا حنان يا منان فيقال له آلآن وقد عصيت قبل وكنت من المفسدين ومنها انتزاؤه بالمحاربة لافضل المسلمين فى الاسلام مكانا واقدمهم اليه سبقا واحسنهم فيه اثرا وذكرا على بن ابى طالب ينازعه حقه بباطله ويجاهد انصاره بضلاله واعوانه ويحاول ما لم يزل هو وابوه يحاولانه من اطفاء نور الله وجحود دينه ويابى الله الا ان يتم نوره ولو كره المشركون ويستهوى اهل الجهالة ويموه لاهل الغباوة بمكره وبغيه الذين قدم رسول الله صلى الله عليه وآله الخبر عنهما فقال لعمار بن ياسر تقتلك الفئة الباغية تدعوهم

الى الجنة ويدعونك الى النار مؤثراً للعاجلة كافراً بالآجلة خارجاً من ربقة الاسلام مستحلاً للدم الحرام حتى سفك فى فتنته وعلى سبيل غوايته وضلالته ما لا يحصى عدده من اخيار المسلمين الذابين عن دين الله والناصرين لحقه مجاهداً فى عداوة الله مجتهداً فى ان يعصى الله فلا يطاع ويبطل احكامه فلا تقام ويخالف دينه فلا يدان وان تعلو كلمة الضلال وترتفع دعوة الباطل وكلمة الله هى العليا ودينه المنصور وحكمه النافذ وامره الغالب وكيد من عاداه وحاده المغلوب الداحض حتى احتمل اوزار تلك الحروب وما تبعها وتطوق تلك الدماء وما سفك بعدها وسن سنن الفساد التى عليه اثمها واثم من عمل بها واباح المحارم لمن ارتكبها ومنع الحقوق اهلها وغرته الآمال واستدرجه الامهال وكان ممن اوجب الله عليه به اللعنة قتله من قتل صبراً من خيار الصحابة والتابعين واهل الفضل والدين مثل عمرو بن الحمق الخزاعى وحجر بن عدى الكندى فيمن قتل من امثالهم على ان تكون له العزة والملك والغلبة ثم ادعاؤه زياد بن سمية اخاً ونسبته اياه الى ابيه والله تعالى يقول ادعوهم لآبائهم هو اقسط عند الله ورسول الله صلى الله عليه وآله يقول ملعون من ادعى الى غير ابيه او انتمى الى غير مواليه وقال الولد للفراش وللعاهر الحجر فخالف حكم الله تعالى ورسوله جهاراً وجعل الولد لغير الفراش والحجر لغير العاهر فاحل بهذه الدعوة من محارم الله ورسوله فى ام حبيبة ام المؤمنين وفى غيرها من النساء من شعور ووجوه وقد حرمها الله واثبت بها من قربى قد ابعدها الله ما لم يدخل الدين خلل مثله ولم ينل الاسلام تبديل يشبهه ومن ذلك ايثاره لخلافة الله على عباده ابنه يزيد

السكير الخمير صاحب الديكة والفهود والقردة واخذ البيعة له على خيار المسلمين
بالقهر والسطوة والتوعد والاخافة والتهديد والرهبة وهو يعلم سفهه ويطلع
على رهقه وخبثه ويعاين سكراته وفعلاته وفجوره وكفره فلما تمكن قاتله الله فيما تمكن
منه طلب بثارات المشركين وطوائلهم عند المسلمين فاوقع باهل المدينة في وقعة الحرة
الوقعة التي لم تكن في الاسلام اشنع منها ولا افحش فشفى عند نفسه غليله وظن انه قد انتقم
من اولياء الله وبلغ الثار لاعداء الله فقال مجاهرا بكفره ومظهرا لشركه

ليت اشياخي ببدر شهدوا   جزع الخزرج من وقع الاسل

قول من لا يرجع الى الله ولا الى دينه ولا الى رسوله ولا الى كتابه ولا يؤمن بالله وبما جاء من عنده
ثم اغلظ ما انتهك واعظم ما اجترم سفكه دم الحسين بن علي عم مع موقعه من رسول الله ص
ومكانه ومنزلته من الدين والفضل والشهادة له ولاخيه بسيادة شباب اهل الجنة اجتراء
على الله وكفرا بدينه وعداوة لرسوله ومجاهرة لعترته واستهانة لحرمته كانما يقتل منه ومن
اهل بيته قوما من كفرة الترك والديلم لا يخاف من الله نقمة ولا يراقب منه سطوة فبتر الله
عمره واجتث اصله وفرعه وسلبه ما تحت يده واعد له من عذابه وعقوبته ما استحقه من الله
بمعصيته هذا الى ما كان من بني مروان من تبديل كتاب الله وتعطيل احكام الله واتخاذ مال الله
بينهم دولا وهدم بيت الله واستحلال حرمه ونصبهم المجانيق عليه ورميهم بالنيران لا يالون له
احراقا واخرابا ولما حرم الله منه استباحة وانتهاكا ولمن لجا اليه قتلا وتنكيلا ولمن امنه الله به
اخافة وتشريدا حتى اذا حقت عليهم كلمة العذاب واستحقوا من الله الانتقام وملؤا الارض
بالجور والعدوان وعموا عباد بلاد الله بالظلم والاقتسار وحلت عليهم السخطة ونزلت بهم
من الله السطوة اتاح الله لهم من عترة نبيه واهل وراثته ومن استخلصه منهم لخلافته مثل
ما اتاح من سلفهم المؤمنين وآبائهم المجاهدين لاوائلهم الكافرين فسفك الله به دماءهم
مرتدين كما سفك بآبائهم دماء آبائهم مشركين وقطع الله دابر الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين ايها الناس
ان الله انما امر ليطاع ومثل ليتمثل وحكم ليفعل قال الله سبحانه وتعالى ان الله لعن الكافرين واعد لهم
سعيرا وقال اولئك يلعنهم الله ويلعنهم اللاعنون فالعنوا ايها الناس من لعنه الله ورسوله
وفارقوا من لا تنالون القربة من الله الا بمفارقته اللهم العن ابا سفيان بن حرب بن امية
ومعاوية بن ابي سفيان ويزيد بن معاوية ومروان بن الحكم وولده وولد ولده

کتاب معتضد کا ترجمہ

چونکہ امیر معاویہ نے زوج بتول و والد فرزندان رسولؐ حضرت علیؓ پر ۹۹ سال تک لعن کہلوائی لہذا "کما تدین تدان" جیسی کرنی ویسی بھرنی کی رُو سے حضرت معاویہ کو بھی اسی لعن سے دوچار ہونا پڑا جس کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے اور ابن جریر طبری نے بڑے شرح و بسط کے ساتھ درج کیا ہے۔ اس کو پڑھنے کے بعد بنی امیہ اور ان کے چیلوں کے رہے سہے مناقب بھی سامنے آجائیں گے۔ وہ کہتے ہیں:-

"بہترین کتابوں میں سے ایک وہ کتاب بھی ہے جو معتضد باللہ، ابو العباس احمد بن موفق بن متوکل علی اللہ عباسی نے ۲۸۴ھ میں تحریر کی تھی۔ یہ سال وہ تھا جس میں معتضد نے طے کیا تھا کہ معاویہ ابن ابوسفیان پر منبروں پر لعن کہی جائے اور کتاب مذکور کے لئے حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کے سامنے پڑھی

جائے چنانچہ اس کے متعدد نسخے تحریر کئے گئے اور بروز چہارشنبہ
۲۴ جمادی الاول ۳۰۶ھ کو بغداد کے جانبین میں ان نسخوں کو
پڑھ کر سنایا گیا۔ اس کتاب کا مضمون حسب ذیل تھا ـــــ

بعد حمد خدا و نعت رسول مقبولؐ کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنی امیہ
وہ ہیں جن سے اللہ نے اپنا تعلق قطع کر لیا ہے اور ارباب عصمت نے
ان پہ تبرا کیا ہے، ان کو ملت اسلام سے نکال دیا ہے اور
ان پہ لعنت کو واجب کیا ہے وہی ہیں شجرۂ ملعونہ۔ جب
حضرت رسالت مآب مبعوث ہوئے تو آپ کو حکم ہوا کہ اپنے خاندان
والوں کو ڈرائیں چنانچہ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی ۔
آپ کی دعوت پہ آپ کے بنی اب میں سے ابتدا میں ایک تھوڑی
مقدار نے لبیک کہی آخر میں ان کی بڑی تعداد مسلمان ہو گئی انہوں
نے رسولؐ کی تصدیق کی اور ہر موقعہ پر ان کی مدد کی تو اللہ نے
ان کو "اہل بیت" کے لقب سے نوازا اور ان سے تمام نجاستوں کو
دور کیا یہی ہیں معدن حکمت اور وارث نبوت خلافت انہی کا حق
ہے اور لوگوں پر اطاعت انہی کی فرض ہے ۔ ان کے علاوہ
آپ کے عشیرہ میں بہت سے ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے آپ
کی مخالفت کی اور آپ کی تکذیب اور آپ سے جنگ کی ۔ اس

سواد اعظم نے آپ کو بڑے نقصانات پہنچائے، بڑی ملامتیں کیں، ہر قسم کی تکلیفیں پہنچائیں ان میں سب سے زیادہ جو عداوت رسولؐ میں پیش پیش تھا اور جس نے سب سے پہلے رسولؐ کے خلاف علم بلند کیا اور ہر جنگ میں جو دشمنان رسولؐ کا علمبردار اور ان کا رئیس و سردار تھا وہ ابوسفیان بن حرب تھا اس نے اور اس کے خاندان والوں نے احد و خندق وغیرہ کے فتنے کھڑے کیئے اور اسی کا گروہ (بنی امیہ) وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں لعنتی گردانا ہے اس کے بعد پیغمبرؐ نے بھی کئی موقعوں پر ان پر لعنت بھیجی ہے کیونکہ اللہ کو ان کے ماضی و مستقبل کے حالات کا اور ان کے کفر و نفاق کا پورا علم تھا۔ پس یہ (ابوسفیان العنتی) ہمیشہ پیغمبرؐ سے لڑتا رہا اور طرح طرح کے حیلے پیش لاتا رہا۔ یہانتک کہ بزور شمشیر یہ مغلوب ہوا اور اللہ کا حکم اس پر غالب آیا اس وقت اس نے اور اس کے گروہ نے بکراہت اسلام قبول کیا اور ظاہری حیثیت سے اس کی پناہ میں آگیا درانحالیکہ درپردہ اپنے کفر پر باقی تھا اس وقت اللہ نے اپنے رسولؐ کو ان کی کیفیت سے شجرہ ملعونہ والی آیت کے ذریعہ آگاہ کیا۔ اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اس ملعون

شجرہ سے اللہ نے بنی امیہ کا ارادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ سنت رسولؐ سے بھی اس معاملہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ ہے!—

—ثقات رواۃ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ ابوسفیان کو گدھے پر سوار آتے دیکھا اس وقت معاویہ اس کو لگام پکڑے آگے سے کھینچ رہا تھا اور یزید پیچھے سے ہانک رہا تھا، حضرتؐ نے فرمایا لعن اللہ الراکب والقائد والسائق۔ اس سوار، کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر لعنت۔

—جس وقت حضرت عثمان کے ہاتھ میں خلافت آئی تو اس وابوسفیانؓ نے کہا یا بنی عبد الشمس تلقفوھا تلقف الکرۃ فواللہ مامن جنۃ ولا نار۔ اے عبدالشمس کی اولاد! اب اس خلافت کو خوب گیند بنا کر کھیلو کیونکہ خدا کی قسم! نہ جنت ہے نہ دوزخ!

— یہ بھی روایت ہے کہ جب اس کی آنکھیں چلی گئیں اور اس کا گذر میدان احد سے ہوا تو اُس نے اس شخص سے کہا جو اس کا ہاتھ کھینچتا تھا کہ — یہ وہ جگہ ہے جہاں ہم نے محمدؐ کو مار گرایا تھا اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا۔

— فتح مکہ کے روز جب اُس نے بلالؓ کو پشتِ کعبہ پر اذان دیتے سُنا تو کہا کہ عتبہ ابن ربیعہ (جو بدر میں مارا گیا تھا) بھی کتنا خوش قسمت اس دنیا سے گیا جو اس نے یہ کلمہ (اشھد ان محمدًا رسول اللہ) اپنے کانوں سے نہیں سُنا۔

— اسی میں سے وہ خواب بھی ہے جو رسولؐ نے دیکھا تھا اور اس کے بعد پھر کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا اور وہ خواب یہ تھا کہ آپ نے دیکھا تھا کہ بنی امیہ آپ کے منبر پر یوں کود رہے ہیں جس طرح بندر کودتے ہیں۔

— اللہ نے جب لیلۃ القدر خیر من الف شہر کی آیت نازل فرمائی تو علماء نے کہا کہ اس سے مراد بنی امیہ ہیں

— حضرت رسالت مآبؐ نے معاویہ کو پکارا تو وہ کھانے کی وجہ سے نہ آسکے تو حضرت نے ارشاد فرمایا "لا اشبع اللہ بطنہ" خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے۔ پھر وہ ایسے ہی ہو گئے کہ ان کا پیٹ کبھی نہ بھرتا تھا کھانے کھاتے کہتے تھے کہ میں اس وجہ سے کھانا نہیں چھوڑ رہا ہوں کہ سیر ہو گیا ہوں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تھک گیا ہوں۔

— حضرت نے ایک دفعہ فرمایا کہ۔ یطلع من ھذا الفج

رجل من امتی یحشر علی غیر ملتی۔ ابھی اس راستہ سے میری امت کا ایک آدمی نمودار ہوگا جو بروز حشر میری ملت کے علاوہ کسی دوسرے دین پر محشور ہوگا۔ حضرت یہ فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت معاویہ نمودار ہوئے۔

—— حضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا، کہ اذا رأیتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ۔ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا تو اس کو قتل کر دینا۔

—— حضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ان معاویۃ فی تابوت من نار فی اسفل درک من جہنم ینادی یا حنان یا منان فیقال لہ الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین۔ معاویہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ایک آگ کے تابوت میں قید ہوگا اور فریاد کرے گا یا حنان یامنان! اس وقت اس سے کہا جائے گا اب پکارتا ہے اور اس سے پہلے فساد کرنے والوں میں سے تھا۔

—— اس نے اس ذات سے جنگ کی جو از روئے اسلام تمام مسلمانوں سے افضل، از روئے سبقت سب سے قدیم تر، از روئے اثر سب سے اچھا تھا اور جس کا ذکر سب سے بہتر

تھا یعنی علی بن ابی طالب۔ اور اپنے لشکر باطل اثر سے ان کی فوج حقیقت موج سے مقابلہ کرتا رہا، اس نے اور اس کے باپ نے ہمیشہ اپنی پھونکوں سے نور اسلام کو بجھانے کی انتھک کوشش کی —— لیکن اللہ اس کو فروغ دیتا رہا چاہے مشرکین کو ناگوار گزرا۔

—— اس نے ان عمار یاسر کو شہید کیا جن کے متعلق رسولؐ نے فرمایا تھا، تقتلك الفئة الباغية تدعوهم الى الجنة ويدعونك الى النار۔ اے عمار! تم کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا تم ان کو جنت کی دعوت دیتے ہو گے اور وہ تم کو دوزخ کی طرف لے جانا چاہیں گے۔

—— ان کے علاوہ اس کے برپا کردہ فتنہ اور اس کی پھیلائی گمراہی کے سبب سے بے حساب مسلمان مارے گئے جو اللہ کے دین کی حمایت میں قتل ہوئے۔

—— منجملہ ان امور کے جن کی وجہ سے وہ مستحق لعن الٰہی ہوا خیار صحابہ و تابعین کو باندھ کر قتل کروانا ہے جو اہل فضل و صاحب دین تھے جیسے عمرو بن حمق خزاعی، حجر بن عدی کندی۔ ان کو اس نے محض اپنا اقتدار و غلبہ جمانے کے لئے تہ تیغ کر دیا۔

۔۔۔۔۔اس نے زیاد بن سمیہ کو اپنا بھائی بنایا درانحالیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط عند اللہ ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کر دیہ اللہ کے نزدیک زیادہ موافق عدل ہے۔ اور ارشاد رسولؐ ہے۔ ملعون من ادعی غیر ابیہ۔ وہ شخص ملعون ہے جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف خود کو منسوب کرے اور آپ نے ارشاد فرمایا الولد للفراش وللعاھر الحجر بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری ہے۔ چنانچہ زیاد کو ناجائز طور پر ابوسفیان کی طرف منسوب کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ام المومنین ام حبیبہ کے بال اور چہرہ دیکھنا اُس کے لئے حلال ہو گیا۔

۔۔۔۔۔اس نے اللہ کے بندوں پر اپنے شراب خور فرزند یزید کو مسلط کر دیا جو مرغوں، چیتوں، بندروں کو لڑوایا کرتا تھا اور قہر و غلبہ و تہدید و تخفیف کے ذریعہ تمام مسلمانوں سے اس کی بیعت لے لی حالانکہ وہ اس کی جہالت اور خباثت سے خوب واقف و آگاہ تھا اس کو ہمیشہ شراب کے نشہ میں مست دیکھتا تھا چنانچہ خدا اس کو غارت کرے جب وہ صاحب اقتدار بنا تو اُس نے اپنے مشرک اعزا کے خون کا مسلمانوں سے خوب

خوب بدلہ لیا اور واقعہ حرہ میں مدینہ کو غارت کیا جس سے بڑھ کر اسلام کا کوئی رسوا کن واقعہ نہیں ہو سکتا اس طرح سے اس نے اپنے انتقام کی آگ فرد کی اس کا یہ گمان تھا کہ اس طرح سے اُس نے اولیاء اللہ سے دشمنان خدا کا پورا انتقام لے لیا ہے لہذا اُس نے علی الاعلان کہنا شروع کیا

لیت اشیاخی ببدر شهدوا

جزع الخزرج من وقع الاسل

— اس سے بھی بڑھ کر رسوا کن اُس نے یہ جرم کیا کہ اس رسولؐ کے نواسہ کا خون بہایا جو اپنے دین و فضل کے اعتبار سے رسولؐ کو بہت محبوب تھا جس کی بابت رسولؐ نے جوانان جنان کی سرداری کی بشارت بھی دی تھی ان کو قتل کر کے اُس نے اللہ کے خلاف بڑی جرأت کا ثبوت پیش کر دیا اور اپنے کفر کا اعلان کر دیا، عداوت رسولؐ و آل رسولؐ کا بالکل اظہار کر دیا۔ حسین و اطفال حسین کو اس نے اس طرح قتل کیا گویا یہ رسولؐ کے اہلبیت نہ تھے بلکہ معاذ اللہ ترک و دیلم کے کافر تھے۔ اللہ اکبر نہ تو اللہ اور اس کے عذاب سے ڈرا نہ اُس نے رسولؐ کا کوئی پاس کیا لہذا اللہ نے بھی جلد ہی اس کی عمر کو فنا کر

دیا اور اس کی جڑ و شاخ کا قلع قمع کر دیا۔

اس کے علاوہ بنی مروان نے اور جو مظالم کیئے وہ سب معلوم ہیں مثلاً اللہ کی کتاب کو بدلنا، احکام خدا کو معطل کرنا، اللہ کے مال کو اپنے درمیان بازیچہ بنانا، خانہ کعبہ کا منہدم کرنا، اس پر منجنیق کے ذریعہ آتش باری کرنا، نہ تو ان کو حرم کی بربادی کا پاس تھا نہ خانہ کعبہ کے جلنے کا کوئی لحاظ تھا، اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیئے آتش جہنم بھڑکائی ہے اور ان کے لئے فرمایا ہے اولئک یلعنہم اللہ و یلعنہم اللاعنون۔ پس لوگو ان لوگوں پر لعنت بھیجو کہ جن پر اللہ اور اس کے رسولؐ نے لعنت بھیجی ہے۔ اس کے بعد ابو سفیان اور اس کے ماتحت افراد پر فرداً فرداً لعنت بھیجی ہے جس کو ہم نے امیہ دوست افراد کی خاطر سے چھوڑ دیا آخر میں ان الفاظ پر اس قیمتی دستاویز کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے) اللھم العن ائمۃ الکفر وقادۃ الضلال واعداء الدین ومجاھدی الرسولؐ و معطل الاحکام ومبدل الکتاب ومنتھکی الدم الحرام۔ اللھم انا نبرأ الیک من موالاۃ اعداءک

ومن الاغماض لاهل معصيتك كما قلت لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ایها الناس اعرفوا الحق تعرفوا اهله وتاملوا سبل الضلالۃ تعرفوا سابلها فقفوا عند ما وقفکم اللہ علیه وانفذوا کما امرکم اللہ بہ وامیرالمومنین یستعصم باللہ لکم ویسأله توفیقکم ویرغب الیه فی هدایتکم واللہ حسبه وعلیه توکله ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(ترجمہ) پالنے والے! ائمہ کفر وضلالت کے قائدوں و اعداء دین ورسولؐ سے جنگ کرنے والوں، احکام الٰہی میں تغیر تبدل کرنے والوں، محترم خون بہانے والوں پر اپنی لعنت فرما۔ پالنے والے! ہم تیرے دشمنوں کی دوستی کرنے سے اور ان تیرے مخالفین سے چشم پوشی کرنے سے بری ہیں جیسا کہ تو نے حکم دیا ہے کہ تم ان لوگوں کو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے ہیں ایسا نہیں پاؤگے کہ وہ دوست رکھیں اس کو کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کا دشمن ہو۔ لوگو! حق کو پہچانو تو

حق والوں کو بھی پہچان جاؤ گے - گمراہی کو جان لو تو گمراہوں
کو بھی پہچان جاؤ گے، وہاں ٹھہر جاؤ جہاں اللہ نے ٹھہرایا ہے
وہاں بڑھو جہاں اللہ نے بڑھنے کا حکم دیا ہے ۔خلیفہ تمہارے لئے
دعا کرتا ہے کہ اللہ تم کو غلطیوں سے بچائے اور اپنی توفیق
تمہارے شامل حال رکھے اور تم کو ہدایت کا راستہ دکھائے
وہی اس کی کفایت کرنے والا ہے اور اسی پر اس کا توکل ہے
اور کوئی طاقت سوائے خدائے بزرگ و برتر کے نہیں ہے۔"

(ختم شد کتاب معتضد باللہ)

نقل و ترجمہ از کتاب شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۶۶۲ تا
۶۹۱ بیروت تاریخ طبری جلد ۸ صفحہ ۱۸۲ تا صفحہ ۱۸۹ طبع قاہرہ۔

یہ ہیں وہ حقائق و تاثرات جو ایک عباسی کے قلم سے جاری ہوئے
ہیں اب جو عباسی اموی خلافت کی تائید کرے تو یا تو اپنے عباسی ہونے
سے ہاتھ دھو کر مجہول النسب میں داخل ہو جائے یا پھر اقرار کرے کہ
خلفائے بنی عباس عباسی نہ تھے اور صرف وہی تنہا عالم میں عباسی ہے
ورنہ ایک خاندان کے دو فردوں میں قول و فعل کا اتنا زبردست تضاد
نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ معتضد نے بنی امیہ کو کچلنے کے لئے
اور اپنی سلطنت کے اظہار کے لئے یہ سب کچھ کہا تھا جس کو حکومت کے

ایک وقتی پروپیگنڈے سے زیادہ وقعت نہیں دی جاسکتی تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ بنی امیہ کا قلع قمع تو بنی عباس کے ابتدائی بادشاہ سفاح ہی نے کر دیا تھا اور رہی سہی کسر منصور نے نکال لی تھی معتضد کا دور تو بالکل اخیری تھا اس وقت بنی امیہ کے سر اٹھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کی خلافت کے دور میں بنی امیہ کی کسی فرد کا ہونا بھی معلوم نہیں تا کہ کہا جائے کہ بنی امیہ کی طاقت کو کچلنے کے لئے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا پھر یہ کہ اس کتاب میں جو احادیث پیغمبر پیش کی گئی ہیں اگر معتضد عباسی ان کے بیان کرنے میں منفرد ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ وہ اس نے بنالی ہوں گی جب کہ واقعہ یہ ہے کہ ان احادیث کو اس کے علاوہ دیگر علماء نے بھی اپنی اپنی معتبر کتابوں میں درج کیا ہے یہاں تک کہ کتب احادیث میں بھی یہ موجود ہیں تب ان کا انکار کون کر سکتا ہے اس کے علاوہ جن تاریخی واقعات کا اُس نے حوالہ دیا ہے وہ بھی ناقابل انکار حقیقت کا درجہ رکھتے ہیں۔ بہرحال معتضد کو خدا جزائے خیر دے جس نے عباسی ہو کر بنی امیہ کے کرتوتوں کی ایک ایسی فہرست مرتب کر دی جو اس وقت تک باقی رہے گی جب تک عالم میں تاریخ باقی ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اس فہرست شاہکار بنی امیہ کی روشنی میں کچھ تبصرہ کریں گے تا کہ دنیا کو اندازہ ہو جائے کہ رسولؐ و خاندان رسولؐ

کے ساتھ بنی امیہ نے کیا کیا اس کے ساتھ یہ بھی روشن ہو جائے
جو بنی امیہ کا مخالف ہے وہ حقیقی محب رسولؐ ہے اور جو ان کا
ہے وہ دراصل رسول کریمؐ کا دشمن ہے۔

بے جا نہ ہوگا اگر اس سلسلہ میں بنی امیہ کے متعلق کچھ غیروں
افکار و آرا کو بھی پیش کر دیا جائے تا کہ معلوم ہو جائے کہ جس طر
اہلبیت رسولؐ کی بلندی اخلاق و حسن کردار بین الاقوامی ہے اسی
بنی امیہ کی پستی و دنائت بھی بین المللی حیثیت رکھتی ہے۔

بنی امیہ کے متعلق مستشرقین یورپ کی رائے

مسٹر فلپ ہٹی کہتے ہیں (ترجمہ از انگریزی)

"بنو امیہ برائے نام مسلمان تھے، انہوں نے شریعت اسلامیہ کو اپنی حکومت میں منسوخ کر دیا تھا، ان دنیادار بنوامیہ کی حکومت شروع ہوتے ہی یہ اسنے جاہلیت کے تعلقات جو شراب و سرود اور شاعری کے ساتھ تھے، پھر عود کر آئے۔

PHILIP K. HITTI'S HISTORY OF ARBS P.P 247-250

مسٹر براون کہتے ہیں (انگریزی سے ترجمہ)

"جیسا کہ ڈوزی نے کہا ہے بنوامیہ کی فتح دراصل اس فریق کی فتح تھی جو دل سے اسلام کا مخالف تھا۔ پیغمبر اسلام کے بدترین دشمن کی اولاد جن کے دل اب تک اسی طرح سے کفر سے لبریز تھے اور تبدیل نہیں ہوئے تھے اب اسی پیغمبرؐ کے جانشین ہونے کے مدعی تھے ..... یزید کی سلطنت تقریباً تین سال رہی پہلے سال میں اس نے حسین بن علی کو قتل کیا دوسرے سال مدینہ کو غارت و برباد کیا اور تیسرے سال کعبہ پر حملہ کیا ..... بنوامیہ کا سارا زمانۂ سلطنت دراصل کفر کی واپسی اور اس کے اصولوں کی فتح کا زمانہ تھا"

E.G. BROWNE'S LITERARY HISTORY OF PERSIA - VOL1. PP 224، 226، 231

مسٹر نکلسن کہتے ہیں (انگریزی سے ترجمہ)

"بنوامیہ شریعت اسلامیہ کے مخالف تھے اور اس کے اصولوں کے منکر تھے ...... بنوامیہ کے زمانہ میں عہد جاہلیت کا کفر پھر غالب ہو گیا تھا۔

NICHOLSON'S LITERARY HISTORY OF THE ARBS - P.P. 197، 235.

یہ ہے بنو امیہ کے متعلق خلق خدا کی صدا جس میں اپنے پرائے سب ہی متفقہ طور سے یک آواز دکھائی دیتی ہے اب ان متفقہ نعروں میں اگر کوئی یزیدی فوج کا سپاہی جس کو قدرت نے عبرت کے لئے پس انداز کر دیا ہو اپنی مخالفانہ صدا بلند کرے تو وہ کافی حد تک مضحکہ خیز ہو سکتی ہے

یہاں پر ایک اور نکتہ بھی جالب توجہ ہے کہ آیات، احادیث افکار و آرا میں جہاں بھی بنی امیہ پر لے دے کی گئی ہے وہ کلیت و عموم لئے ہوئے ہے اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔ اب اگر کوئی اس متفقہ لعنتی دوٹ سے نکلے گا تو وہی جس کا سلسلہ بنی امیہ کے مخصوص عادات و اطوار سے الگ ہو کر بلندی عمل کی مثال پیش کر جائے باقی کے متعلق آپ خود فیصلہ کریں۔

یہ بنی امیہ کے متعلق سرسری طور سے ایک اجمالی مطالعہ تھا اب آئیے اس کے چند خاص خاص افراد کی زندگی کا قریب سے جائزہ لیں تاکہ معلوم ہو کہ انہوں نے کیا کام انجام دیئے ہیں جن کی وجہ سے خلق خدا ان سے بیزار رہے۔

ام جمیل

یہ حضرت امیر معاویہ کی پھوپھی، ابوسفیان کی بہن، اور ابولہب

کی زوجہ تھیں، انہی کی شان میں سورۂ لہب نازل ہوا ہے، جس میں ان الفاظ سے اس کو یاد کیا گیا ہے۔

وامرأتہ حمالۃ الحطب، فی جیدھا حبل من مسد

اور اس (ابولہب) کی زوجہ سر پر ایندھن اٹھانے والی ہے جس کے گلے میں ہار کے بدلہ (بٹی ہوئی رسی پڑی ہوئی ہے۔ اس کا مکان مکہ میں رسولؐ کے ہمسایہ میں تھا جس وقت آنحضرتؐ نماز کے لئے حرم تشریف لے جایا کرتے تھے تو یہ فرط عداوت سے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیا کرتی تھی، خدا کا رسولؐ ان کانٹوں کو اپنی راہ سے صاف کرتا اور اس نامہربان ہمسایہ سے جا کر صرف اتنا فرماتا کہ ——— ام جمیل! تم نے کیا خوب حق ہمسایہ ادا کیا ہے!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جناب عقیل بن ابی طالب دربار معاویہ میں گئے۔ معاویہ نے ان کو دیکھ کر اپنے مصاحبین سے کہا کہ دیکھو میں اس وقت عقیل کو کس طرح ذلیل کرتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ عقیل بڑے حاضر جواب ہیں تم ان کو خفیف نہیں کر سکتے۔ معاویہ نے کہا کہ اچھا دیکھنا۔ جونہی عقیل قریب آئے، معاویہ نے کہا "اھلاً برجل عمہ ابو لھب" کیا کہنا اس شخص کا کہ جس کا چچا ابولہب ہے۔ حضرت عقیل نے فوراً جواب دیا۔ "اھلاً برجل عمتہ حمالۃ الحطب فی جیدھا حبل من مسد"۔ کیا

کہنا اُس شخص کا کہ جس کی پھوپھی حمالۃ الحطب ہے جس کی گردن میں بٹی ہوئی رسی کا ہار ہے۔ معاویہ نے اپنی خفت مٹاتے ہوئے کہا ـــــــ عقیل تمہارے چچا جان ہیں کہاں؟ عقیل نے جواب دیا ان کو ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں وہ تمہاری پھوپھی اماں کے ساتھ جہنم کے دروازہ کے اندر داہنی جانب اکٹھا مل جائیں گے"۔

حکم بن ابی العاص طریدِ رسولؐ

حکم بن ابی عاص بن امیہ، یہ حضرت عثمان غنی کے چچا تھے، دشمنی رسولؐ اللہ میں اپنے زمانہ میں بے مثال تھے، حلم مجسم و خلق معظم کو جب اس کے مظالم کی تاب نہ رہی تو آپؐ نے اس کو مدینہ سے شہر بدر کر دیا اور بارگاہ رسالت سے "طرید رسولؐ" رسولؐ کا بھگایا ہوا لقب پایا۔ مروان انہی کے صاحبزادہ تھے حضرت عثمان غنی نے بوجہ "صلہ رحمی" ان دونوں باپ بیٹوں کو اتنا مالا مال کر دیا کہ ان کی سلطنت ۷۰ سال تک دامن اسلام میں گل کھلاتی رہی۔ اب ذرا حکم کے کرتوت سنیئے۔

حکم بن ابی العاص مکہ میں رسالت مآب کا پڑوسی تھا اور ابو لہب ابو جہل جیسے مشرکین و دشمنان رسولؐ کی طرح آنحضرتؐ کا جانی دشمن تھا۔ ہر وقت سرگرم عداوت رہتا اور سخت سے سخت اذیتیں پہنچایا کرتا تھا

(سیرت ابن ہشام جلد ۲ ص ۲۵۲)

اسکے اسلام لانے کی یہ شان ہے کہ ؛ - اسلم الحکم یوم الفتح وسکن المدینۃ وکان ینقل اخبار رسول اللہ الی الکفار من الاعراب وغیرھم ویتجسس علیہ وقال الشعبی ما اسلم الا لھذا ولم یحسن اسلامہ (تذکرۂ خواص سبط ابن جوزی ص ۲۱۹)

حکم بروز فتح مکہ اسلام لایا اور مدینہ منورہ میں ساکن ہو گیا اس کا کام یہ تھا کہ یہ رسول اللہ کی خبریں عرب وغیر عرب کفار کو پہنچایا کرتا تھا۔ شعبی نے کہا ہے کہ وہ صرف اسی غرض سے اسلام لایا تھا اور اس کا اسلام اچھا نہیں گزرا۔

علامہ بلاذری نے روایت کی ہے کہ ——— حکم بن ابی العاص زمانۂ جاہلیت میں رسول اللہ کے جانی دشمنوں میں تھا اور شدید اذیت پہنچایا کرتا تھا۔ جب ۸ھ میں مکہ فتح ہو گیا تو حکم مدینہ آگیا۔ لیکن اس کا اسلام مشکوک ہے۔ اس کی حالت یہ تھی کہ رسالت مآبؐ کے پیچھے پیچھے چلتا آپؐ کی طرف مضحکہ خیز اشارے کرتا آپؐ کی نقلیں اتارتا منہ سکوڑتا اور جب آنحضرتؐ نماز پڑھتے تو یہ بھی پیچھے کھڑا ہو کر انگلیوں سے اشارے کرتا نتیجہ یہ ہوا کہ رسولؐ نے بد دعا کی کہ تو ایسا ہی ہو جا! چنانچہ مرتے دم تک اس کے اعضا میں رعشہ پیدا ہو گیا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ اپنی کسی زوجہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے حکم دروازہ کی درز سے جھانک رہا تھا رسول اللہ نے پہچان لیا باہر تشریف لا کر پکارے "اس ملعون مرد مرتعش سے مجھے کون بچاتا ہے پھر ارشاد فرمایا کہ" جہاں میں رہوں نہ یہ حکم رہ سکتا ہے نہ اس کی اولاد"۔ چنانچہ آپ نے اسے اہل وعیال سمیت طائف کی طرف نکال دیا۔ لیکن جب آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عثمان نے حضرت ابوبکر سے سفارش کی اور درخواست کی کہ حکم کو مدینہ واپس بلا لیا جائے مگر حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا اور کہا رسول اللہ جسے نکال باہر کر چکے ہوں میں اسے پناہ نہیں دے سکتا۔ ابوبکر کے بعد جب عمر خلیفہ بنے تو عثمان نے ان سے بھی اسی مضمون کی درخواست کی انہوں نے بھی حضرت ابوبکر کی طرح جواب دیا کہ رسولؐ کے نکالے ہوئے کو میں مدینہ نہیں بلا سکتا۔ جب خود خلیفہ ہوئے تو ــــــ حکم کو بال بچوں سمیت مدینہ واپس بلا لیا اور مسلمانوں سے کہا کہ میں نے حکم کے متعلق رسالت مآب سے سفارش کی تھی اور رسولؐ کیا تھا کہ اسے مدینہ واپس بلا لیجئے آنحضرتؐ نے مجھ سے وعدہ فرما لیا تھا کہ میں اسے اجازت دوں گا ــــــ مگر قبل اس کے کہ حضرت اجازت دیں حضرت کا انتقال ہو گیا مسلمانوں نے حضرت عثمان کی باتوں کو غلط سمجھا اور ان کا یہ فعل ان مسلمانوں کی انتہائی ناگواری کا باعث ہوا۔

(کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۲۷)،

علامہ سبط ابن جوزی رقمطراز ہیں :-

ونفاه رسول الله الى الطائف
ولعنه فلما توفي رسول الله ص
كلم عثمان ابابكر ان يرده لانه كان
عم عثمان فقال ابو بكر هيهات
شيء فعله رسول الله والله
لا اخالفه ابدا فلما مات
ابو بكر وولي عمر كلمه
فيه فقال يا عثمان اما تستحيي
من رسول الله صلى الله
عليه وسلم ومن ابي بكر
ترده عدو الله وعدو
رسوله الى المدينة
والله لا كان هذا ابدا
فلما مات عمر وولي عثمان
رده في اليوم الذي ولي
فيه وقربه وادناه و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کو
طائف میں نکال دیا تھا اور اس پر لعنت
بھی کی تھی جب آنحضرتؐ کا انتقال
ہو گیا تو عثمان نے ابو بکر سے اس کی بابت
بات چیت کی کہ اس کو واپس آنے کی
اجازت دے دیں کیونکہ حکم عثمان کا چچا
تھا یہ سن کر حضرت ابو بکر نے کہا افسوس
کی بات ہے یہ وہ فعل ہے جو
رسول اللہ نے کیا ہے میں ان کی مخالفت
کبھی نہ کروں گا پھر جب ابو بکر وفات
پا گئے اور ان کی جگہ عمر بیٹھے تو عثمان
نے عمر سے بھی یہی خواہش ظاہر کی اس پر
حضرت عمر نے فرمایا —— اے عثمان!
کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
شرم نہیں کرتے اور نہ ابو بکر سے شرماتے
ہو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن کو

دفع له ما لا عطیها و رفع
منزلته فقام المسلمون علی
عثمان و انکروا علیه وهو
اول ما انکروا علیه و قالوا
رددت عدو الله و رسوله
و خالفت الله و رسوله فقال
ان رسول الله وعدنی برده
فامتنع جماعة من الصحابة
عن الصلوة خلفه ثم توفی
الحکم فی خلافته فصلی علیه و
مشی خلفه فشق ذلك علی
المسلمین و قالوا ما کفاك
ما فعلت حتی تصلی علی منافق
ملعون لعنه رسول الله ونفاه
فخلعوه وقتلوه (تذکرہ خواص ص۲۱۹
ط عراق)

مدینہ میں واپس بلانا چاہتے ہو خدا کی
قسم ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ جب حضرت عمر
بھی مر گئے اور عثمان والی بنے تو انہوں
نے حکم کو اسی روز واپس بلا لیا کہ جس
روز تخت حکومت پر بیٹھے اور ان کو
اپنی قربت اور حاشیہ نشین بنا ڈالا اور
بڑا مال و دولت ان کو عطا کر کے اس
کی شان و بالائی یہ دیکھ کر تمام مسلمان
ان کے خلاف کھڑے ہو گئے اور ان کو
برا کہنے لگے اور یہ پہلی بات تھی جس پر
مسلمانوں نے حضرت عثمان کو ٹوکا اور
کہا آپ نے خدا اور اس کے رسول کے
دشمن کو واپس بلا کر خدا اور اس کے
رسول کی مخالفت کی۔ حضرت عثمان نے
جواب دیا کہ رسول اللہ نے مجھ سے اس
کے واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا لیکن
صحابہ کے ایک گروہ نے حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ

دیا اس کے بعد حکم حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں مر گیا تو حضرت عثمان نے اس کی میت پر نماز پڑھی اور اس کی مشایعت بھی کی یہ امر بھی مسلمانوں پر بہت شاق ہوا۔ اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ آپ نے کیا کیا وہ کافی نہ تھا جو ایسے منافق و ملعون پر نماز پڑھی جس کو رسولؐ نے لعنت فرمائی تھی اور شہر بدر کیا تھا ـــــــــ پھر اس کے بعد ان (مسلمانوں) نے حضرت عثمان کو خلافت سے اتار دیا اور قتل کر دیا۔

علامہ طہٰ حسین بیگ تحریر فرماتے ہیں :۔

وانکروا لمنکرون علی عثمان	لوگوں نے حضرت عثمان کی اس بات کا
خصلۃ اخری مانعرف ان	بھی برا منایا اور میں نہیں جانتا کہ حضرت
العذر یکون لہ ان یقوم	عثمان کی جانب سے اس بات کا کیا عذر
لہ فیہا۔ ذلک انہ رد	پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ بات یہ
عمہ الحکم بن ابی العاص و	ہے کہ حضرت عثمان نے اپنے چچا حکم کو
اھلہ الی المدینۃ وکان	اور اس کے گھر والوں کو مدینہ واپس بلا
النبیؐ قد اخرجہم منہا۔	لیا حالانکہ پیغمبر خدا نے اسے مدینہ سے
اخراجا عنیفا وکان بیت الحکم	بہت سختی سے نکال باہر کیا تھا حکم بن
بن ابی العاص فی الجاھلیۃ	ابی العاص کا گھر زمانہ جاہلیت میں

مجاور البيت النبیؐ فكان الحكم يوذی جاره الكريم۔ اشد الاذی واقبحه وقد اقبل الحكم بعد فتح مكة الی المدينة مسلماً ولكن اسلامه لم يكن الا جنة يتقی بها الموت، واشد ذلك انه ظل يوذی رسول الله من بقوله وفعله فكان يمشی ورائه ويغمزه ويقلد حركاته ساخراً منه، واطلع ذات يوم علی النبیؐ فی حجرة من حجراته فخرج النبیؐ مغضبا فلما عرفه قالؐ من عذيری من هذا الوزغ" ثم اخرجه من المدينة وقال ما يكنني

رسول اللہؐ کے گھر کے پڑوس میں تھا یہ حکم اپنے اس قابل احترام پڑوسی کو انتہائی سخت اور قبیح قسم کی اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب یہ مسلمان ہوا تو مدینہ چلا آیا لیکن اس کا اسلام محض جان بچانے کا ایک ہتھیار تھا اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ مدینہ میں آنے کے بعد بھی یہ رسولؐ کی ایذا رسانی سے باز نہ آیا اور اپنے قول وفعل سے آنحضرتؐ کو برابر تکالیف پہنچاتا رہا۔ آنحضرتؐ کے پیچھے پیچھے دوڑنا، اشارے کرنا، اور از راہ تمسخر آپ کے حرکات کی نقلیں اتارتا تھا ایک دن یہ پیغمبر کے حجرہ میں تاک جھانک کر رہا تھا۔ رسول اللہؐ کو معلوم ہو گیا اور آپ غیظ وغضب کے عالم میں گھر سے باہر تشریف لائے اور پکارے کہ اس چھپکلی کی طرح باتیں سننے والے کی طرف سے

فیہا ابدا وقد شفع
عثمان عند النبیؐ فی اعادتہ
فلم یعدہ وطلب ذلک الی
الی بکر فابی علیہ وطلب ذلک
الی عمر فلم یکتف بالرفض
وانما زجر عثمان وحرج
علیہ ان یعاودہ فی امر
الحکم مرۃ اخری فلما
استخلف عثمان اعاد الحکم
الی المدینۃ فانکر المسلمون
ذلک وسعی الیہ اعلام
الصحابۃ فلاموہ فیہ۔
(الفتنۃ الکبری جلد ا ص۱۰۴ و ص۱۰۵)

کون شخص عذر پیش کرسکتا ہے؟ پھر آپ نے
اس کو مدینہ سے باہر نکال دیا اور ارشاد
فرمایا ـــ کہ یہ قیامت تک ہمارے
ساتھ سکونت نہیں کرسکتا۔ حضرت عثمان نے
پیغمبرؐ سے سفارش کی کہ چچا حکم کو مدینہ
آنے کی اجازت دی جائے مگر پیغمبرؐ
نے اسے مدینہ واپس نہیں بلایا پھر حضرت
عثمان نے حضرت ابوبکر سے درخواست
کی انہوں نے بھی انکار کیا جب حضرت
عمر سے درخواست کی تو انہوں نے صرف
انکار پر اکتفا نہ کی بلکہ جھڑک دیا اور
سختی سے فہمائش کی کہ اب آئندہ یہ
بات نہ دہرانا! لیکن جب خود حضرت
عثمان خلیفہ بنے تو انہوں نے حکم کو مدینہ واپس بلا لیا جس پر
تمام مسلمانوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور اکابر صحابہ ان کے
پاس دوڑے ہوئے گئے اور انہوں نے حضرت عثمان کو اس
فعل پر ملامت کی۔"

بہرحال یہ ہے وہ حکم بن ابی عاص جس کے خلاف تاریخی کچا چٹھا موجود ہے جو فتح مکہ کے بعد سے وفات حضرت عمرؓ تک دنیا کا بدقسمت ترین انسان تھا مگر ـــــــ حضرت عثمان کے تخت نشین ہوتے ہی اس کی قسمت کا تختہ بھی پلٹ گیا اور اب وہ اپنے کو دنیا کا خوش قسمت ترین انسان سمجھنے میں حق بجانب تھا کیونکہ وہ جس وقت حضرت عثمان غنیؓ کی طلبی پر مدینہ داخل ہوا تو کیفیت یہ تھی کہ بدن پر چیتھڑے لگے ہوئے تھے تمام لوگ اس کے افلاس کو بری طرح دیکھ رہے تھے۔ اس وقت اس کے آگے آگے ایک بکرا تھا جسے وہ ہنکاتا ہوا آ رہا تھا۔ اسی حالت میں وہ دربار عثمان میں داخل ہوا لیکن جب دربار سے باہر نکلا تو اس طرح کہ خز کی بیش بہا قبا اور ریشمی ردا پہنے ہوئے تھا۔[1]

حضرت عثمان نے حکم بن ابی العاص کو بنی قضاعہ سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور فرمایا جس کی مقدار ۳ لاکھ درہم تھی۔ جب حکم یہ مال کثیر وصول کر کے حضرت عثمان کی خدمت میں لایا تو آپ نے سب کا سب مال اس کو بخش دیا۔[2] اور اس طرح سے سلطنت بنی امیہ کی بیلیں

---

[1] کتاب الانساب بلاذری جلد ۵ ص۲۷، سیرت حلبیہ جلد ۱ ص۳۳۷، اسد الغابہ جلد ۲ ص۳۴

[2] تاریخ الانساب جلد ۵ ص۲۸۔

مضبوط ہوئیں۔

اسی لئے تو محقق عصر ڈاکٹر طٰہٰ حسین بیگ کو کہنا پڑا :-

ان قصۃ الحکم وبنیہ وحدھا ھی التی بصعب الدفاع فیھا عن عثمان۔

(الفتنۃ الکبریٰ جلد ۱ ص۱۸۱)

صرف حکم اور اس کی اولاد کا وہ واقعہ ہے کہ بیشک اس میں حضرت عثمان کی جانب سے صفائی پیش کرنا مشکل ہے۔

مروان بن حکم

یہ حکم بن ابی عاص کا لڑکا، حضرت عثمان غنی کا چچا زاد بھائی اور آپ کا داماد بھی تھا۔ یہ بھی رسولؐ دشمنی میں اپنے باپ کے قدم بقدم تھا اسی لئے اپنے باپ کے ہمراہ شہر بدر کیا گیا تھا۔

دشمنان اہل بیت کی سب سے پہلی امتیازی شان یہ ہے کہ وہ کبھی ولد الحلال نہیں ہو سکتے۔ اسی بنا پر مروان کے نسب کے متعلق بھی علامہ سبط ابن جوزی رقمطراز ہیں:-

"مروان کی ماں کا نام امیہ تھا جو زمانہ جاہلیت میں مشہور فاحشہ تھی۔ اس کے مکان پر مویشیوں کے علاج کرنے والے شخص کے جھنڈے کی طرح کا نشان لگا رہتا تھا اس کا نام صبتل المزرقا

بھی تھا۔ مروان کے باپ کا کوئی پتہ نہ تھا اور وہ حکم کی طرف
یونہی منسوب تھا جس طرح عمرو عاص کی طرف"
(تذکرۃ الخواص ص۲۱۸)

اس عبارت سے چلتے چلاتے حضرت عمرو بن عاص کے شجرہ پر بھی روشنی پڑ گئی۔ سچ ہے آنحضرتؐ کا فرمایا ہوا۔
"یا علی! تم کو ولد الزنا اور ولد حیض دوست نہیں رکھ سکتا"

مروان کے متعلق احادیث پیغمبرؐ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ـــــ رسالت مآبؐ نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی۔[1]

اور مروان اس وقت حکم کی صلب میں تھا، مروان بھی خداوند عالم کی لعنت کا ایک حصہ ہے۔ فائق زمخشری کی لفظیں ہیں فانت فظاظۃ لعنۃ اللہ ولعنۃ رسولہ (تم خدا اور رسولؐ کی لعنت کا ایک ٹکڑا ہو)[1]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۴ ص۴۸۱ تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص۱۹۷ زمخشری جلد ۳ ص۹۹ فائق زمخشری جلد ۲ ص۳۲۵ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص۱۵۹ تفسیر فخر الدین رازی جلد ۷ ص۴۹۱ اسد الغابہ جلد ۲ ص۳۴ نہایہ ابن اثیر جلد ۳ ص۲۲ تفسیر طبری جلد ۲۶ ص۱۳ تفسیر شوکانی جلد ۵ ص۲۰

آنحضرتؐ نے فرمایا ——— ولد الحکم ملعونون[1] حکم کی اولاد ملعون ہے۔ نیز فرمایا ——— ویل لامتی مما فی صلب ھذا[1] میری امت کے لئے اس (حکم) کی اولاد کے ہاتھوں تباہی ہے۔

ابن ابی حاتمؒ، ابن مردویہ، امام نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ کہتے تھے کہ میں اس وقت مسجد میں موجود تھا جبکہ مروان نے تقریر کی تھی اور اثنائے تقریر میں کہا کہ خداوند عالم نے امیرالمومنین یعنی معاویہ کو یزید کے خلیفہ بنانے کے بارے میں بڑی اچھی رائے دکھائی چنانچہ حضرت ابوبکر و عمر بھی اپنے مرنے سے پہلے خلیفہ مقرر کر چکے ہیں۔ اس وقت وہاں پر حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبدالرحمن بیٹھے ہوئے تھے وہ بولے۔

نیز تو شاہان روم کے طور طریقے ہیں، روم کے بادشاہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کو ولی عہد مقرر کرتے تھے ابوبکر نے تو نہ اپنے کسی لڑکے اور نہ کسی عزیز و دار کو اپنا خلیفہ بنایا اور معاویہ محض لاڈ پیار میں یزید کو خلیفہ بنا رہا ہے۔[2]

---

[1] ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۹

[2] ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰

"کیا تم ہی وہ نہیں ہو جس کی بابت اللہ نے قرآن میں کہا" الذی قال لوالدیہ اف لکما" وہ شخص جس نے اپنے والدین سے کہا کہ وائے ہو تم پر" مروان نے جواب دیا۔ عبدالرحمٰن بولے۔

"کیا تم خود ملعون اور ملعون کے بیٹے نہیں؟ تمہارے ہی باپ پر رسول اللہ نے لعنت نہیں فرمائی؟ یہ آپس کی تکرار جب حضرت عائشہ کو پہنچی آپ نے فرمایا۔ یہ آیت عبدالرحمٰن کے متعلق نہیں نازل ہوئی البتہ تمہارے باپ کے متعلق کلام مجید میں ضرور یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

لا تطع کل حلاف مہین۔ ھماز مشاء بنمیم (پوری آیت یہ ہے مناع للخیر معتد اثیم۔ عتل بعد ذلک زنیم ان کان ذا مال وبنین اذا تتلیٰ علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین سنسمہ علی الخرطوم) ایسے کے کہنے میں نہ آنا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات، عیب جو، اعلیٰ درجہ کا چغل خور، خیر سے روکنے والا، حد سے گزرنے والا، بڑا گنہگار، بڑا بدذات اس کے علاوہ حرامزادہ بھی ہے چونکہ مال اور بہت سے بیٹے رکھتا ہے اس لئے جب اس کے سامنے ہماری آئتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو اگلوں کے افسانے ہیں

ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے[1]۔

جناب عائشہ نے مروان سے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے پیغمبر خدا کو تمہارے باپ اور دادا کے متعلق ارشاد فرماتے سنا ہے احکم الشجرۃ الملعونۃ فی القرآن قرآن کریم میں جس شجرۂ ملعونہ کا ذکر ہے اس سے مراد تم ہو[2]۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں جو بچہ پیدا ہوتا وہ رسول اللہ کی خدمت میں لایا جاتا مروان جب پیدا ہوا اور وہ آپؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے دیکھتے ہی فرمایا الوزغ ابن الوزغ الملعون بن الملعون۔ یہ چھپکلی ہے چھپکلی کا فرزند ہے خود بھی لعنتی ہے اور اس کا باپ بھی لعنتی ہے[3]۔

عمرو بن مرۃ جہنی صحابی رسولؐ بیان کرتے ہیں کہ حکم بن عاص نے ایک دفعہ رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی جب

---

[1] تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۲۴۱ و ۲۵۱ سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ تفسیر شوکانی پارہ ۲۹ تفسیر آلوسی پارہ ۲۹ وغیرہ

[2] تفسیر در منثور، تفسیر شوکانی تفسیر آلوسی وغیرہ در ذیل آیت شجرۂ ملعونہ پارہ ۱۵۔

[3] صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۸ سیرت حلبیہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۷ مستدرک امام حاکم جلد ۴ صفحہ ۴۷۹

آنحضرتؐ نے اس کی آواز پہچانی تو فرمایا:- ائذن لہ علیہ لعنۃ اللہ وعلی من یخرج من صلبہ الا المومن منہم وقلیل ما ہم یترفہون فی الدنیا ویضیعون فی الآخرۃ ذوو مکر وخدیعۃ یعطون فی الدنیا وما لہم فی الآخرۃ من خلاق۔ فرمایا اس کو آنے دو اس پر خدا کی لعنت ہو اور جو بھی اس کی صلب سے نکلے اس پر بھی لعنت ہو سوائے اس کے جو مومن ہو اور وہ کم افراد ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں داد عیش دیں گے اور آخرت کو کھوئیں گے بڑے مکار دھوکہ باز ہیں ان کو دنیا مل جائے گی لیکن آخرت میں ان کا کچھ حصّہ نہ ہوگا[1]۔

یہاں پہ ایک پر لطف بات اور سن لیجئے۔ علامہ ابن حجر مکی نے مذکورہ روایت صواعق محرقہ میں نقل کرنے کے بعد حکم اور اس کی اولاد کی طرف سے ایک بہت اچھا دفاع کیا ہے وہ کہتے ہیں:-

"آنحضرتؐ نے حکم اور اس کی اولاد کو جو لعنت کی ہے یہ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی کیونکہ آنحضرتؐ نے اپنے متعلق فرما دیا تھا کہ وہ بھی بشر ہیں اور بشر کی طرح ان کو غصہ آتا ہے۔ و نیز حضرتؐ نے یہ دعا بھی کی کہ آپ جس کو گالی دیں (معاذ اللہ) یا لعنت کریں یا بد دعا دیں تو یہ اس شخص کے لئے رحمت و زکواۃ و کفارہ و طہارت ثابت ہوگی۔" (صواعق محرقہ ص ۱۷۹)

---

[1] صواعق محرقہ ص ۱۷۹

سبحان اللہ! کیا کہنا اس تحقیق کا۔ لیجئے اب لعن رسول میں کوئی حرج نہیں خوب قابل لعن حرکات کیجئے اور رسولؐ کی لعن کے بھیس میں رسولؐ کی رحمتیں لوٹیئے۔ رسولؐ کی لعن جب رحمت بن کے لگے گی تو یقیناً رسولؐ کی دعائے خیر لعنت و بددعا بن کر لگے گی۔ اور پھر جب رسولؐ اللہ کی لعنت رحمت ہو گی تو خود اللہ تعالیٰ جس پر لعنت بھیجے تو اس پر تو رحمتوں کی بھرپور بارش ہو گی لہذا ——— لعنۃ اللہ علی الکاذبین ——— ان اللہ لعن الکافرین ——— لعنۃ اللہ علی الظالمین ——— لیجئے کاذبین، کافرین ——— ظالمین سب ہی مستوجب رحمتِ الٰہی قرار پائے سب سے بڑھ کر رحمت باری تعالیٰ کا مستحق شیطان بنا جاتا ہے کیونکہ اسی پر سب سے پہلے لعنت الٰہی پڑی ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے ——— وان علیک لعنتی الی یوم الدین۔

یہ بھی عجیب منطق ہے کہ اللہ کی لعنت سے تو ڈرا جائے اور نبیؐ کی لعنت رحمت ہے تو پھر نصاری بنی نجران کو فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی خبر سن کر بجائے خوف کھانے کے خوش ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ابن حجر کی لفظوں میں تو نبیؐ بھوٹے پر نزول رحمت و زکوٰۃ وطہارت کی خبر دے رہے تھے لہذا اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی

ہے ——— سچ ہے خدا جب محبت محمدؐ و آل محمدؐ سے محروم رکھتا ہے تو عقل سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ حکم و مروان کی جانب سے یہ دفاع شاید اس لئے ہے کہ اگر کوئی اور شخص اس سے بھی زیادہ لعن رسول کا مستحق ہو اور اس کی محبت دل میں جاگزیں ہو تو اس کے دامن پر بھی حرف نہ آئے۔ پھر تماشا یہ کہ لعنت کے ساتھ غضب رسولؐ کی اہمیت کو بھی زائل کر دیا ——— کیونکہ رسولؐ تو ہماری طرح سے عام بشر تھا جو بکتا جھکتا، ہذیان کہنا، ذرا سی بات میں غصہ کرتا تھا۔ (نعوذ باللہ من ہمزات الشیطان وسقطات اللسان) یہ بات بھی اس لئے بنائی کہ جب غضب رسولؐ کوئی چیز نہیں تو ——— غضب فاطمہؑ کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے جن کے لئے پیغمبرؐ فرما گئے ———

فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبہا اغضبنی ——— فاطمہ میرا ایک ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضب دلایا مجھ کو غضب دلایا لہٰذا وہ لوگ جنہوں نے فاطمہ کو غضب دلا کر رسولؐ کا دل دکھایا اور رسولؐ کو غضب دلایا وہ نہ صرف بری ہو جائیں بلکہ مستحق رحمت الٰہی قرار پائیں ——— اور یہ بات صرف وہیں نہ رکے بلکہ یزید ——— جس کا ظلم و ستم آلِ رسولؐ پر بالکل فاش ہو گیا تھا وہ بھی بری ہو جائے ——— حالانکہ یہ سب اسی پر مبنی ہے کہ اللہ کے غضب سے اور رسولؐ کے غضب سے

کوئی واسطہ نہ ہو یعنی رسول کسی پر غضبناک ہوں اور اللہ تماشا دیکھتا رہے اس کو عقل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں اور نہ نقل ہی اس کی مساعد ہے کیونکہ غضب سے رسول کی اذیت لازمی ہے اور جو رسول کو اذیت پہنچائے اس کے متعلق حکم قرآنی ہے ـــــــ الذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (توبہ ۶۲)

بہر حال اب ہم پھر ملعون باری تعالیٰ مروان کے حالات کی طرف پلٹتے ہیں۔

مروان و حضرت علیؑ

مروان اور اس کے باپ سے رسول اللہ کو جو کچھ اذیتیں پہنچیں ان کا کچھ خاکہ گذشتہ سطور میں آچکا۔ حضرت علی علیہ السلام کو بھی یہ پریشان کیا کرتا آپ نے اس کے ہاتھ کو دست یہودی سے تعبیر کیا ہے فرماتے ہیں :-

انھا کف یہودیۃ لو بایعنی بیدہ لغدر بسبتہ ان لہ امرۃ کلعقۃ الکلب انفہ، وھو ابو الاکبش الاربعۃ، وستلقی الامۃ منہ ومن ولدہ یوما احمر (نہج البلاغہ)

یعنی یہ ایک یہودی ہاتھ ہے اگر ہاتھ سے بیعت کریگا بھی تو ذلیل طریقہ سے اس کو توڑ بھی دے گا، اس کو اتنی دیر کے لئے حکومت بھی ہاتھ آئے گی جتنی دیر کتے کو اپنی ناک چاٹنے میں لگتی ہے۔ یہ چار مینڈھوں کا باپ ہے۔ عنقریب امت اس سے اور اس کے بیٹوں سے سرخ دن دیکھے گی۔

مروان و امام حسنؑ

حضرت علیؑ کی وفات ہوتے ہی مروان کو گل کھلانے کے مواقع ہاتھ لگ گئے کیونکہ اب معاویہ کی عملداری تھی، حضرت عثمان پہلے ہی سے کافی دولت دے گئے تھے لہذا اب تو یہ خوب آل رسولؐ پر ستم ڈھانے لگا۔ امیر معاویہ نے اس کو مدینہ کا گورنر بنا دیا تھا اس لئے یہ امام حسن علیہ السلام کے سامنے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کو خوب گالیاں دیا کرتا تھا اور حلیم و کریم نانا کا حلیم و کریم نواسہ سر جھکائے سنا کرتا تھا۔ علامہ عبیداللہ امرتسری طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھتے ہیں :۔

"عمیر بن اسحاق کہتے ہیں مروان ہم پر حکمران تھا اور وہ ہر جمعہ کو

منبر پہ چڑھ کر جناب امیر علیہ السلام پر سب کیا کرتا تھا اور جناب امام حسن علیہ السلام سنا کرتے تھے اور کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ ایک دن اُس نے جناب امام حسن کے پاس ایک آدمی بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ علی پر اور علی پہ اور علی پر تم پہ اور تم پر اور تم پر لعنت ہو۔ معاذ اللہ) تمہاری مثال خچر کی ہے کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون ہے وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی ہے۔ یہ بدکلامی سُن کر امام حسن علیہ السلام نے بہ کمال حلم فرمایا۔ اے شخص مروان کے پاس جا کہ ہماری طرف سے بیان کر دینا کہ خدا کی قسم ہم تیری کسی بات کو نہیں بھولیں گے۔ ہمارے اور تیرے درمیان اللہ انصاف کرنے والا ہے۔ اگر تو اپنے اس قول میں سچا ہے تو خدا تجھ کو جزائے خیر دے اور اگر جھوٹا ہے تو پروردگار کی نقمت بہت سخت ہے۔ (ارجح المطالب ص۲۷۴)۔

علامہ سبط ابن جوزی نے اس واقعہ کو دوسری طرح لکھا ہے ہو سکتا ہے دونوں الگ ہوں وہ کہتے ہیں :-

"مروان بن حکم نے جس زمانہ میں وہ مدینہ پر والی تھا، امام حسن کے پاس اپنا ایک آدمی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ حسن سے کہنا ——— مروان نے کہا ہے کہ ——— آپ کے باپ نے جماعت کو پراگندہ کیا امیر المومنین عثمان کو قتل کیا، علماء زہاد (یعنی خوارج) کو قتل کیا، اور آپ غیر شخص پر

فخر کرتے ہیں کیونکہ جب آپ سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کا باپ کون ہے؟
تو جواب دیتے ہیں، میرا ماموں گھوڑا ہے[1] یہ پیغام لے کر جب وہ شخص امام
حسنؑ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ "اے ابو محمد! میں ایک ایسے شخص کا
پیغام لے کر آیا ہوں جس کے حملہ اور جس کی تلوار سے ڈرا جاتا ہے۔
اگر اجازت ہو تو وہ پیغام پہنچاؤں ورنہ پلٹ جاؤں۔ آپ نے فرمایا تم
پہنچا دو میرا اللہ مددگار ہے۔ تب اس شخص نے وہ پیغام پہنچا دیا اس کو
سُن کر آپ نے کہا مروان سے کہنا ——— اگر تو سچا ہے تو خدا تیری
سچائی کا بدلہ دے اور اگر جھوٹا ہے تو خدا سے بڑھ کر کون سزا دینے
والا ہے۔ یہ سن کر وہ پیغامبر آپ کے مکان سے باہر نکلا باہر امام حسینؑ
مل گئے آپ نے قاصد سے پوچھا کس لئے آئے تھے اس نے جواب دیا
مروان کا ایک پیغام لے کر آیا تھا۔ امام نے پوچھا "کیا پیغام؟" قاصد نے
بتانے میں تامل کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "بتاتا ہے یا تجھ کو
قتل کر دوں۔ یہ آواز سن کر امام حسن علیہ السلام گھر سے باہر نکل آئے اور
امام حسین علیہ السلام سے فرمانے لگے چھوڑ بھی دو اسے۔ امام حسینؑ
نے فرمایا ہرگز نہیں میں بغیر سنے نہیں مانوں گا تب اُس نے مروان کا پیغام

---

[1] یہ روایت معتقدات عامہ پر ہے۔ (مؤلف)

امام حسین علیہ السلام کو بھی سنا دیا یہ سن کر امام حسینؑ نے اس سے کہا۔ تم مروان سے کہہ دینا کہ حسینؑ بن علیؑ و فاطمہؑ نے کہا ہے کہ اے زرقاء کے فرزند اور اس عورت کے بیٹے جو سوق ذی المجاز میں لوگوں کو اپنی طرف بلاتی تھی اور اس کے مکان پر بدکاری کا نشان نصب تھا اور اے لعین و طرید رسول کی اولاد میں تجھ کو بھی جانتا ہوں اور تیرے ماں باپ کو بھی خوب پہچانتا ہوں۔ جب پیغامبر دونوں بھائیوں کی بات مروان سے جا کر بیان کی تو مروان نے اس سے کہا کہ پھر جا اور حسنؑ سے کہنا کہ ــــــــ اشهد انك ابن رسول الله، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ کے فرزند ہیں اور حسینؑ سے کہنا کہ ــــــــ "اشهد انك ابن علی بن ابی طالب" میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علی بن ابی طالب کے لال ہیں۔ (تذکرۃ خواص ص۲۱۲)

کہتے ہیں کہ ہر قسم کی عداوت کے حدود نفس کی آمد و شد تک باقی رہتے ہیں مگر بنا امیہ معلوم رسولؐ و آل رسولؐ کے کیسے دشمن تھے کہ ان کی عداوتیں مرنے کے بعد بھی کم نہ ہوتی تھیں کیونکہ جب شاہزادہ سبز قبا حضرت حسن مجتبیٰؑ کی شہادت ہو گئی اور آپ کی وصیت کے مطابق امام حسینؑ نے رسول اللہؐ کے مزار کے پاس دفن کرنا چاہا تو منجملہ دوسروں کے اسی مروان نے دفن ہونے سے روکا۔

"یہ خبر جب مروان و بنی امیہ کو پہنچی تو کہنے لگے ہم اس جگہ کبھی دفن نہ ہونے دیں گے جب جناب امام حسین علیہ السلام نے سنا تو سلاح جنگ زیب بدن فرمائے اور مروان نے بھی ہتھیار باندھ لئے۔ یہ سن کر ابو ہریرہؓ نے کہا خدا کی قسم یہ بڑا ظلم ہے کہ جناب امام حسنؑ کو ان کے والد ماجد کے پاس دفن ہونے سے روکا جائے درانحالیکہ وہ آنحضرتؐ کے بیٹے ہیں۔۔۔ پس جناب امام حسن علیہ السلام کے جنازہ کو جنت البقیع میں لے گئے اور بنی امیہ میں سے کوئی شخص آپ کے جنازہ پر حاضر نہ ہوا۔"

(ارجح المطالب ص۲۷۷)

مروان و امام حسینؑ

امام حسنؑ کی شہادت کے بعد اب امام حسین علیہ السلام مروان کا ظلم و ستم برداشت کرنے کے لئے باقی بچے تھے جو برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ وقت وہ آیا کہ امیر معاویہ نے انتقال کیا اور ان کے جانشین یزید نے ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ حسینؑ سے بیعت لی جائے اور امام حسینؑ اس مقصد کے لئے دربار میں طلب کئے گئے ـــــــ جب آپ نے بیعت نہ کی اور دربار سے جانے لگے تو مروان نے کہا ـــ ولید!

مجھ کو اجازت دے تو میں ابھی حسینؑ کا سر اُڑا دوں ورنہ ان کی گرد پا بھی نہیں ملے گی۔ یہ سن کر امام حسینؑ نے فرمایا "یاابن الزرقا! عانت تقتلنی ادھو؟ اے زرقا کے فرزند تیری یا اس کی مجال ہے جو مجھ کو قتل کرے؟

اس کے بعد جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت واقع ہو گئی تو بنی ہاشم و خاندان رسولؐ کے گھروں میں کہرام مچا ہوا تھا اور یہ مارے خوشی کے بغلیں بجاتا پھرتا تھا اور امام حسینؑ کے سر اقدس کو چھو کر یہ شعر پڑھتا تھا۔

یاحبذا بردوک فی الیدین

ولونک الاحمر فی الخدین

اے حسین! تمہارے سر کی ٹھنڈک میرے ہاتھوں کو کتنی خوشگوار معلوم ہو رہی ہے اور تمہارے رخساروں پر خون کی جھلک بھی کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے[1]۔

مروان پر حضرت عثمان کی عنایتیں

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مروان کو پروان چڑھایا حضرت

---

[1] تذکرہ خواص ص ۲۷۶

عثمان غنی نے گویا سلطنت بنی امیہ کی داغ بیل ہی آپ نے ڈالی ہے

- اہل تاریخ اس جود و سخا کو دیکھ کر دنگ ہیں جو عثمان غنی نے اپنے خاندان والوں خصوصاً حکم و مروان پر روا رکھی۔

بلاذری لکھتا ہے ـــــــ حضرت عثمان نے افریقہ کی جنگ میں جو مال غنیمت اکٹھا کیا اس کا خمس جس کی تعداد پانچ لاکھ اشرفیاں ہوتی تھی وہ سب مروان بن حکم کو بخش دیا۔ عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ ۲۷ھ میں حضرت عثمان نے ہم لوگوں کو افریقہ کی لڑائی کے لئے بھیجا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو فوج کا سپہ سالار تھا اسے بے شمار مال غنیمت ہاتھ لگا چار حصے اس مال غنیمت کے فوج میں تقسیم ہوئے پانچواں حصہ (خمس) حضرت عثمان کی خدمت میں لایا گیا وہ سب کا سب آپ نے اٹھا کر مروان کو دے دیا[1]۔

منجملہ ان باتوں کے جو حضرت عثمان سے لوگوں کی ناراضگی کا باعث ہوئیں ایک بات یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی مروان کو ایک لاکھ پچاس اوقیہ سونا عطا کیا[2]۔

---

[1] کتاب الانساب ج ۵ ص ۲۷ و ۲۸

[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۸۷

اس واقعہ سے متاثر ہو کر عبدالرحمٰن بن حنبل کندی حضرت عثمان سے خطاب کر کے کہتا ہے ؎

ساحلف باللّٰہ جھد الیمین ما ترک امرا سدی

ولکن خلقت لنا فتنۃ لکی نبتلی او تبتلی

فان الامینین قد بینا منار الطریق علیہ الھدیٰ

فما اخذا درھماً غیلۃ وما جعلا درھما فی الھویٰ

دعوت اللعین فادنیتہ خلافاً لسنۃ من قد مضیٰ

واعطیت مروان خمس العباد ظلماً لھم وحمیت الحمیٰ

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ نے تمام چیزوں کو یونہی نہیں چھوڑ رکھا ہے بلکہ یہ باتیں ہمارے اور تمہارے امتحان کے لئے ہیں۔ ابوبکر و عمر نے امانت داری کے ساتھ ہمارے لئے ہدایت کے طریقوں کو واضح کیا اور ایک درہم بھی نہ دھوکہ دیکر لیا نہ اس کو اپنی خواہش پر صرف کیا اور اے عثمان! تم نے گزرے ہوؤں کی سنت کے خلاف ملعون (حکم) کو نہ صرف مدینہ میں بلایا بلکہ اس کو اپنے سے قریب کیا اور مروان کو تمام بندوں کا مال خمس از رو ئے .... کے دے دیا اور اس طرح اس کی طرف داری کی (نقل از معارف ابن قتیبہ ص۸۴ تاریخ ابوالفداء جلد اص۱۶۸ عقد فرید جلد ۲ ص۲۶۱)

خمس میں بنی عبد شمس کا حصہ نہیں ہے

جبیر بن مطعم کہتے ہیں پیغمبرؐ نے جب صاحبان قرابت کا حصہ بنی ہاشم و بنی مطلب (مطلب جناب ہاشم کے حقیقی بھائی تھے) کے درمیان تقسیم کیا تو میں اور حضرت عثمان پیغمبرؐ کی خدمت میں آئے عرض کی یا رسولؐ اللہ بنی ہاشم کی فضیلت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ انہیں کے خاندان سے ہیں مگر آپ نے بنی ہاشم کے ساتھ بنو مطلب کو بھی خمس میں شریک قرار دیا ہے اور ہمیں محروم کیا حالانکہ ہم اور بنو مطلب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن بنی مطلب مجھ سے کبھی جدا نہیں ہوئے نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں (یعنی بنو امیہ اسلام و جاہلیت دونوں میں نبیؐ سے جدا رہے) چنانچہ پیغمبرؐ نے اس مال خمس سے نہ تو بنی عبد شمس کو کچھ دیا نہ بنی نوفل کو (صحیح بخاری ج ۵ ص۳۸ سنن بیہقی جلد ۶ ص۳۴۲ سنن ابو داؤد جلد ۲ ص۳۱ مسند امام احمد ج ۴ ص۸۱ وغیرہ)

عمرو عاص

گزشتہ سطور میں مروان بن حکم وزیر حضرت عثمان کے حالات ہدیہ ناظرین ہوئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عمرو عاص وزیر حضرت معاویہ کے کچھ حالات پیش نظر ہو جائیں۔

زمخشری نے اپنی کتاب " ربیع الابرار" میں روایت کی ہے کہ نابغہ عمرو عاص کی ماں قبیلہ عنزہ کے ایک آدمی کی کنیز تھی جو اسیر کر کے لائی گئی۔ اس کو عبداللہ بن جدعان نے خرید لیا، اس کے بعد وہ آوارہ ہوگئی اس لئے عبداللہ نے اس کو گھر سے نکال دیا۔ اس کے ساتھ ابولہب بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف، ہشام بن مغیرہ، ابوسفیان ان چاروں نے ایک طہر میں زنا کیا اور اس وقت اس کے بطن سے عمرو پیدا ہوا اور ان چاروں نے اس کے متعلق دعویٰ کیا کہ یہ ہمارا لڑکا ہے لیکن اس کی ماں نے فیصلہ کیا کہ یہ عاص بن وائل کے نطفہ سے ہے اس نے دلیل یہ پیش کی کہ عاص میری اور میری لڑکیوں کی پرورش کرتا ہے اور کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ (یعنی عمرو) ابوسفیان سے زیادہ مشابہ تھا اور اسی لئے ہم نے بنی امیہ کے سلسلہ میں درج کرتے ہوئے یہاں پر اس کا ذکر کیا، چنانچہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے اپنے ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا وہ کہتے ہیں ؎

ابوک ابوسفیان لا شک قد بدت
لنا فیک منہ بینات الشمائل

تیرا باپ ابوسفیان ہے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہماری نگاہوں کے سامنے تجھ میں اسی کے شمائل و آثار پائے جاتے ہیں۔ اس شعر کو

کہنے کے بعد علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ ــــــ کفیٰ بذلک اصالۃً و نجابۃً۔ حضرت عمرو عاص کی اصالت و نجابت کے لیے اتنا ہی کافی ہے
(حاشیہ تذکرہ خواص ص۲۰۵)

ایک دفعہ عمرو عاص نے امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں کوئی گستاخی کی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ اما انت یا ابن النابغۃ فادعاک خمسۃ من قریش غلب علیک الأمہم وھو العاص وولدت علی فراش مشرک وفیک نزل ان شانئک ھو الابتر وکنت عدو اللہ وعدو رسولہ وعدو المسلمین وکنت اضر علیہم من کل مشرک وانت قائل ـــ

ولا انثنی عن بنی ھاشم — بما استطعت فی الغیب والحضر
وعن عائب اللات لا انثنی — ولولا رضی اللات لم تمطر

(تذکرہ خواص ص۲۰۱)

اب رہا تو اے پسر نابغہ تو تجھ پر پانچ نفر قریش کے مدعی ہوئے اور جو ان میں سب سے زیادہ لئیم تھا وہ تجھ پر غالب آیا اور وہ عاص تھا تو ایک مشرک کے فرش پر پیدا ہوا، تیرے ہی بارے میں ان شانئک ھو الابتر کی آیت نازل ہوئی، اور تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کا دشمن ہے اور تو ان کے لئے تمام مشرکین سے

بھی زیادہ خطرناک ہے، تو ہی تو وہ ہے جس نے یہ کہا ہے کہ — جب تک مجھ میں استطاعت ہے سامنے اور پیٹھ پیچھے میں بنی ہاشم کو تکلیف پہنچانے سے باز نہیں آؤں گا اور نہ "لات" و "منم" کو برا کہنے والوں سے باز آؤں گا کیونکہ اگر "لات" کی مرضی نہ ہو تو تم کو بارش نہیں مل سکتی۔

بنی امیہ کی بلندیٔ اخلاق

بنی امیہ میں امیہ سے لے کر ان کی آخری فرد مروان حمار تک (بہ استثنائے چند) ایک ہی قسم کے صفات نظر آئیں گے ان لوگوں نے میدان جنگ میں کبھی کوئی کارنمایاں نہ کیا بلکہ اگر جان پہ بن گئی تو اس کو ہر طرح سے بچانے کی کوشش کی۔ پیا ہے ہمیشہ کے لئے کلنک کا ٹیکہ پیشانی پہ لگ گیا۔ اس سلسلہ میں عمرو بن عاص کا وہ مشہور واقعہ قابل توجہ ہے جس کو مؤرخین نے بڑا لطف لے کر بیان کیا ہے — ارجح المطالب میں ہے۔

"ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ دونوں لشکر بالمقابل کھڑے ہوئے تھے، جناب امیرؑ حسب معمول دونوں لشکروں کے درمیان ٹہل رہے تھے عمرو بن عاص فوج سے باہر نکلا چونکہ جناب امیرؑ نے بھیس بدلا ہوا

تھا تاکہ معاویہ سے مڈبھیڑ ہو جائے اور یہ روز کا ٹنٹا نپٹ جائے،
اس وجہ سے وہ حضرت کو پہچان نہ سکا اور میدان میں نکل کر یہ رجز
پڑھنے لگا ؎

یا قادۃ الکوفۃ یا اھل الفتن
اضربکم ولا اریٰ ابا الحسن

اے کوفہ کے سردارو! اے فتنہ والو میں تم سے جنگ کروں گا اور ابوالحسن کا کوئی لحاظ نہیں کروں گا۔ یہ دیکھ کر جناب امیر علیہ السلام نے اس پہ حملہ کیا اس نے حضرت کو پہچان لیا اور میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگا آپ نے اس کی پشت پر نیزہ مارا وہ اس کی زرہ کے حلقہ میں گڑ گیا اور عمرو عاص جھٹکا کھا کر زمین پر گر گیا، اس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ جناب امیرؑ اب مجھ کو زندہ نہیں چھوڑیں گے اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اٹھا کر اپنی شرمگاہ کو ننگا کر دیا۔ حضرت نے اس سے اپنا منہ پھیر لیا اور اپنے لشکر میں واپس چلے گئے، عمرو عاص وہاں سے اٹھ کر خوفزدہ معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ اس کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ عمرو عاص نے کھسیانا ہو کر اس سے کہا ـــــ تو ہنستا ہے واللہ اگر تو میری جگہ ہوتا تو تیری شرمگاہ بھی یونہی ننگی ہو جاتی جس طرح میری ننگی ہوئی تھی۔ اس کے بعد بسر بن ارطاۃ میدان میں آیا اور اس کا بھی علی سے مقابلہ ہو گیا اس نے بھی وہی

حرکت کی جو عمرو بن عاص نے کی تھی اس پر حضرت امیرؑ کی فوج سے ایک جوان نے چلا کر کہا ——— اے اہل شام تم کو شرم نہیں آتی کہ تم کو عمرو بن عاص نے میدان جنگ میں اپنا ستر کھولنا سکھا دیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد عمرو عاص و بسر بن ارطاۃ ہمیشہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسا کرتے تھے"۔ (ارجح المطالب ص۶۰۲)

یہ ارجح المطالب کی لفظیں تھیں لیکن مالک اشتر کی ایک رباعی سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو عاص نے اپنی ایک ہی ٹانگ اٹھائی تھی کیونکہ جب ایک ٹانگ کے اٹھانے سے کام نکل جائے تو دوسری کے اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ رباعی یہ ہے۔

فی کل یوم رجل شیخ شاغرۃ وعورۃ تحت العجاج ظاھرۃ

ابرزھا طعنۃ کف وافرۃ عمرو بسر منیا بفاقرۃ[1]

ہر روز معرکہ میں شیخ کی ٹانگ اٹھی ہوئی ہے اور غبار کے اندر شرمگاہ نمایاں ہے جس کو ایک بھرپور ہاتھ کے وار نے ظاہر کیا ہے۔ عمرو اور بسر دونوں سخت مشکل میں آ پھنسے تھے۔ تذکرۂ خواص میں ہے کہ "جب

---

[1] تذکرۂ خواص ص۵۹

حضرت نے عمرو کی شرمگاہ کی وجہ سے لاحول پڑھ کر اپنا منہ پھیر لیا تو فرمایا
——— یا ابن النابغة انت طلیق دبرک[2] - اے نابغہ کے فرزند
جا تو اپنی دُبر کا آزاد شدہ ہے - امیر معاویہ نے جب عمرو کو دیکھا تو
کہا کہ ——— سبحان اللہ! میں تیری حاضر دماغی کی تعریف کئے بغیر
نہیں رہ سکتا" اسی ایک واقعہ سے بنی امیہ کی افتاد طبع اور ذہنیت کا
اندازہ ہو سکتا ہے اور ان کے مقابلہ میں حضرت علی اور ان کے خاندان
کی شرافت کا پتہ چل سکتا ہے - عمرو عاص کا معاویہ سے یہ کہنا کہ اگر تو
بھی میری جگہ ہوتا یونہی اپنی جان بچاتا اس سے حضرت معاویہ کا حال
بھی معلوم ہو گیا جبکہ انہوں نے عمرو عاص کو اس رکیک حرکت پہ بُرا کہنے
کے بجائے داد بھی دی جس سے معلوم ہوتا کہ وہ اس فعل کو بڑا قابل تعریف
اقدام سمجھتے تھے - انہی وجوہ کی بنا پر تو حضرت علی بڑے حسرتناک انداز میں
فرمایا کرتے تھے ۔

"انزلنی الدھر ثم انزلنی حتی قیل علی و معاویة"

ہائے زمانہ نے مجھ کو آتنا گرایا کہ میرا ذکر معاویہ کے مقابلہ میں
کیا جاتا ہے ۔

---

[2] تذکرۃ خواص ص۹۸

ابوسفیان

— اس سلسلہ میں ابوسفیان کا نام خاص طور سے آتا ہے جس نے آنحضرتؐ کو مکہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا جب آپ نے مدینہ ہجرت کی تو قبائل عرب کو اکٹھا کرکے بدر کے میدان میں رسولؐ سے مقابلہ کیا۔ لشکر کی قیادت عقبہ بن ربیعہ حضرت معاویہ کے نانا، ابوسفیان اور حکم بن ابی العاص کے ہاتھ میں تھی۔ لڑائی ہوئی اور اس کے نتیجہ میں عتبہ، شیبہ ابن عتبہ، عقبہ بن معیط قتل ہوئے، ابوالعاص بن ربیع، عمرو بن ابوسفیان اسیر ہوئے۔ حضرت معاویہ قتل و گرفتاری دونوں سے بچ گئے کیونکہ انہوں نے شکست کے آثار دیکھ کر مکہ کی راہ لی تھی۔ گئے تھے محمدؐ کا سر کاٹنے اور شجر الاسلام کو پائمال کرنے کو واپس آئے اپنے سگوں کو کٹوا کر اور ان کی لاشوں کو روند کر۔ اب آتش غضب و انتقام کا پوچھنا ہی کیا جس کی انتہائی حد یہ تھی کہ انہوں نے اپنے کشتوں پر رونے سے منع کر دیا کہ مبادا آتش انتقام فرو ہو جائے۔

فاذا انتم نحتم علیھم وبکیتموھم بالشعر اذھب ذلک غیظکم فانفعل کم عن عداوۃ محمد واصحابہ۔

(واقدی۔ مغازی رسول ص۹۰ و ص۹۳)

اگر تم ان پر نوحہ و ماتم کروگے اور مرثیے پڑھوگے تو تمہارا کینہ و غضب زائل ہو کر تم کو محمد اور ان کے ساتھیوں کی عداوت سے سرد کر دیگا

یہیں سے معلوم ہوا کہ رونے اور عزاداری سے روکنے کی ابتدا کہاں سے ہوئی جو لوگ آج سید الشہدا حسین پر رونے سے روکتے ہیں وہ گویا ابوسفیانؓ و دیگر اعداء دین کی پیروی کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک پر لطف قصہ یہ ہوا کہ ایک شخص کے تین فرزند جنگ بدر میں مقتول ہوئے لیکن وہ ابوسفیان کے ڈر سے رو نہیں سکتا تھا وہ اسی کشمکش میں تھا کہ ایک عورت کے رونے کی آواز کان میں آئی اس نے اپنے غلام کو بھیجا کہ جا کر پتہ چلاؤ کہ کیا قریش اپنے کشتوں پر رو رہے ہیں۔ شاید یہیں بھی رونے کا موقعہ مل جائے میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ غلام نے آکر بیان کیا کہ ایک عورت کا اونٹ کھو گیا ہے اس پر وہ رو رہی ہے یہ سن کر وہ شخص اپنے سر کو ہلا ہلا کر یہ شعر پڑھنے لگا۔

اتبکی ان یضل لھا بعیر ویمنعھا من النوم السھود

ولا تبکی علی جد ولکن علی بدر تقاصرت الجدود

"اونٹ کے گم ہو جانے پر تو وہ عورت گریہ و فغاں کرے اور اس کی آنکھوں سے نیند کافور ہو جائے اور میں اپنے بدر کے کشتوں پر نہ روؤں حالانکہ اسی بدر میں رخسارے خاک میں مل گئے ہیں۔"

آخر امر بنی امیہ کے پیرو مرشد ابوسفیان اپنے شکست خوردہ ماحول کی مرمت کر کے دوبارہ رسولؐ سے لڑنے کو نکلے اور عظیم جنگ واقع ہوئی جس کو احد کہتے ہیں راستہ میں اس نے ایک ایسی سفاکی کا مظاہرہ کرنا چاہا جس کو سن کر خود اس کے دالوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

وہ عبرتناک واقعہ جس سے بنی امیہ اور عداوت رسولؐ پر روشنی پڑتی ہے یہ ہے کہ جنگ احد کو جاتے وقت لشکر ابوسفیان کا گزر مقام "ابوا" سے ہوا یہ وہ جگہ تھی جہاں رسالت مآب کی مادر مہربان جناب آمنہ کی قبر تھی۔ قبر پر نظر پڑتے ہی ابوسفیان نے مشرکین عرب کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ رسولؐ کی مادر مہربان کی قبر کھود کر ان کی ہڈیاں نکالی جائیں اگر محمدؐ نے تمہاری عورتوں کو گرفتار کیا تو یہی ہڈیاں نکال کر پیش کر دی جائیں کہ دیکھو یہ تمہاری ماں کی ہڈیاں ہیں اگر وہ اپنی ماں سے سچی محبت کرتے ہوں گے تو ان ہڈیوں کو لے کر ہماری عورتوں کو واپس کر دیں گے اور اگر وہ کسی عورت کو گرفتار نہ کر سکے تو ان ہڈیوں کے بدلہ ان سے زر کثیر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ابوسفیان نے بہت چاہا کہ معززین قریش اس پر تیار ہو جائیں مگر ان لوگوں نے سختی سے انکار کر دیا اور کہا ایسی باتوں کا تو ذکر بھی نہ کرو۔

(دائرہ... معازی رسول صفحہ ۱۵۵ و صفحہ ۱۶۰)

لیکن رسولؐ کے عزیزوں کے کشتوں کی بےحرمتی کی یہ آرزو ابوسفیان

کے دل میں بڑی طرح کروٹیں لیتی رہی یہانتک کہ جنگِ احد میں اس کی تمنا بر آئی جب اُس نے دیکھا کہ رسولؐ زخمی ہو گئے ہیں تو اس نے بہ آواز بلند پکار کے کہا: اے محمدؐ! بدر تمہارے لئے تھا اور اُحد ہمارے لئے اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا وہ لئے حضرت حمزہ کی لاش پر آیا اور آپ کے منہ پر نیزہ سے وار کیا[1] اس پر بھی بھڑاس نہ نکلی تو پہلے ہند نے رسولؐ کے اس محبوب چچا کا جگر چبایا —— بعدازاں یزید نے رسولؐ کے لختِ جگر حسین کی لاش پر گھوڑے دوڑوا لئے —— اور آپ کے سرِ اقدس پر چھڑی[2] مار کے اپنے دل کو سکون پہنچایا اس وقت یزید شعر بھی پڑھ رہا تھا جن کا ماحصل یہ تھا کہ "اے دادا ابوسفیان! آپ کی تمنا بر نہ آئی اور آپ مادرِ رسولؐ کی ہڈیوں کی توہین نہ کر سکے، دیکھئے آپ کے لائق پوتے نے آپ کے حریف محمدؐ جس پر غلبہ حاصل کرنے کا داغ لئے آپ دُنیا سے چلے گئے اس کے سگے نواسہ اور واحد وارث کے سر کو چھڑی سے مار کر کیونکہ آپ کے انتقام کا ارمان پورا کیا۔" ان واقعات کے ہوتے ہوئے یزید کے حامیوں کو رسول اللہؐ کا نام لیتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

---

[1] تذکرہ خواص ص۲۶۲ [2] طبری فارسی ترجمہ ص۲۰۰

ابوسفیان اور اس کے گھر والوں کا اسلام لانا بھی جن عجیب و غریب حالات میں ہوا اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ دل سے مسلمان نہ ہوا تھا کیونکہ فتح مکہؓ تک تو یہ رسولؐ کا کھلم کھلا دشمن تھا۔ جب لشکر اسلام سیدالبشر کی قیادت میں مکہ کے قریب پہنچا تو ابوسفیان جاسوسی کی غرض سے باہر آیا۔ جب مکہ کے قریب رات کے وقت آنحضرتؐ کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو آنحضرتؐ نے دس ہزار آدمیوں کو حکم دیا کہ سب کے سب مشعلیں روشن کریں حکم رسولؐ کی دیر تھی کہ دس ہزار مشعلے فروزاں ہو گئے (جس کی غرض یہی تھی کہ ابوسفیان اور دیگر مشرک خوفزدہ ہو جائیں) چنانچہ ابوسفیان جاپٹی پھٹی آنکھوں لرزتے ہوئے دل کے ساتھ یہ پرشکوہ منظر دیکھ رہا تھا اس سے بدیل بن ورقہ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں کیا یہ بدو عرب ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا نہ بدو اس طرح کے ہوتے ہیں اور نہ اتنا عظیم الشان لشکر محمدؐ کا ہو سکتا ہے۔ اتنے میں ادھر سے حضرت عباس عم رسولؐ کا گذر ہوا انہوں نے ابوسفیان کی آواز کو پہچان لیا۔ ان دونوں کے درمیان بڑی گہری دوستی تھی۔ عباس نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ خبروں کی ٹوہ میں آیا ہوں۔ عباس نے کہا یہ محمد مصطفیٰ اور ان کے دس ہزار سواروں کا لشکر ہے جو چشم زدن میں مکہ کو فتح کرنا چاہتے ہیں اگر جان کی خیر چاہتے ہو میرے ساتھ چلو تو میں تم کو رسولؐ سے

پناہ دلواؤں ورنہ کوئی نہ کوئی تم کو مار دے گا یہ سن کر ابوسفیان اسی اونٹ پر بیٹھ گیا جس پر عباس سوار تھے اور عباس اس کو لے کر رسولؐ کی خدمت میں چلے گئے۔ حضرت ختمی مرتبت نے عباس سے فرمایا ابھی اس کو ایک رات اپنی پناہ میں رکھو کل میرے پاس لے آنا دوسرے روز ابوسفیان ظاہری طور پر اسلام لایا اور حضرت نے اس کو مکہ واپس کر دیا۔ پھر آپ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور عباس سے کہا کہ ابوسفیان کو ایک تنگ مقام پہ لے کر کھڑے ہو جاؤ تاکہ لشکر اسلام کا پورا ہیبت و جلال اس پر آشکارا ہو جائے۔ عباس نے ایسا ہی کیا اور ابوسفیان کو ایک تنگ ناکے پر لے کر کھڑے ہو گئے سپاہ نے گزرنا شروع کیا۔ سب کے سب آہن میں غرق تھے جھلم کے نیچے سے صرف آنکھیں نمایاں تھیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے دامن کوہ ہل رہا تھا رسولؐ کی تدبیر کارگر ہوئی ابوسفیان ایسا گھبرایا کہ جب بھی کوئی دستہ گزرتا تھا پوچھتا تھا۔ عباس! یہ محمدؐ کا رسالہ ہے؟ عباس کہتے نہیں یہ فلاں قبیلہ کے لوگ ہیں آخر میں جناب رسالت مآب پانچ ہزار سواروں کے جلو میں سامنے آئے سب خود و جوشن و زرہ میں ڈھکے ہوئے تھے صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کو دیکھ کر ابوسفیان نے پوچھا یہ کون ہیں؟ عباس نے جواب دیا " یہ ہیں پیغمبرؐ خدا، تمام مہاجرینؓ انصار آپ کے ہمرکاب ہیں۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان بہت متحیر ہوا اور کہا، عباس!

تمہارے بھتیجے کی بادشاہی تو بہت ترقی کر گئی ہے! عباس نے کہا، محمدؐ بادشاہ نہیں، بلکہ پیغمبرِ خدا ہے۔" (طبری فارسی ترجمہ ص۴۲۲)

ان حالات میں ابوسفیان اسلام لایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اسلام پر بھروسہ ہوتا تو کس لئے لشکرِ اسلام کے اس کے اوپر عبور کئے جانے کا حکم دیتے طاقت و خوف کے ذریعہ کہیں ایمان کی چنگاری روشن نہیں ہوتی اسی لئے سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی ابوسفیان کی زبان پر یہی آیا کہ محمدؐ بادشاہ ہو گئے ہیں گویا نبوت کا وہ اب بھی مقر نہ تھا۔

یہ نہ خیال ہو کہ چونکہ یہ ابتدائے اسلام کا وقت تھا اس لئے ابوسفیان کے ایمان میں کمزوری تھی، نہیں رسولؐ کی وفات تک ابوسفیان اسلام کو نقصان پہنچانے کی گھات میں تھا وہ تو کہو کہ علی مرتضےٰؑ کی حکمت بالغہ آڑے آگئی ورنہ اس نے تو رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی اسلام کا تختہ الٹ دیا تھا۔ یہ وقت وہ تھا جب اصحاب نے نبیؐ کے جنازے کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی خشت اوّل رکھ دی اور بنی ہاشم کو نہ صرف خلافت بلکہ دوٹ دینے کے حق سے محروم رکھا اس وقت بنی ہاشم کا غیظ و غضب اور کارپردازان ایوان خلافت سے برداشتہ خاطر ہونا۔ حق بجانب تھا۔

تاریخ کا کہنا ہے کہ اس موقعہ سے ابوسفیان نے فائدہ اٹھانے کی

پوری پوری کوشش کی کیونکہ تجربہ کار بوڑھا جانتا تھا کہ یہی وہ وقت ہے جب اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجائی جاسکتی ہے مگر حضرت علی علیہ السلام اس کے اس برے ارادے کو سمجھ گئے اور اس کی دعوت کو رد کرکے اس کی تمام امیدوں کو ملیامیٹ کر دیا۔

جب سرکار رسالت مآب نے انتقال فرمایا ابوسفیان کسی کام کے لئے مدینہ سے باہر گیا ہوا تھا جب وہ پلٹا تو ایک شخص کو مدینہ کی طرف سے آتا ہوا دیکھا ابوسفیان نے اوس سے پوچھا، کیا محمدؐ مر گئے؟ اُس نے کہا ہاں! پوچھا پھر ان کی جگہ کون حاکم ہوا۔ اس نے کہا حضرت ابوبکر! ابوسفیان بولا کہ ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے پر وہ دونوں جو بہت کمزور سمجھے لئے گئے تھے یعنی حضرت علی اور حضرت عباس انہوں نے کیا کیا؟ اس شخص نے جواب دیا وہ دونوں تو خاموش بیٹھے رہے۔ یہ سن کر ابوسفیان بولا۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا تو ان دونوں کو برانگیختہ کر کے رہوں گا کیونکہ میں اس وقت فتنہ و فساد کا وہ غبار دیکھ رہا ہوں جس کو خونریزی کے سوا کوئی چیز بھی دبا نہیں سکتی۔ پھر جب ابوسفیان مدینہ پہنچا تو اس کے گلی اور کوچوں میں چیختا پھرتا تھا اور اشعار پڑھتا تھا جن کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔

"اے بنو ہاشم! تم لوگوں کو اپنے بارے میں طمع نہ دلاؤ کہ وہ تمہارا حق چھین لیں خاص کر بنو تیم (یعنی حضرت ابوبکر کے

قبیلہ کو اور بنو عدی (حضرت عمر کے قبیلہ) کو، کیونکہ یہ خلافت
تمہارے خاندان کے سوا کسی اور طرف نہیں جا سکتی اور تمہاری
طرف اس کی بازگشت ہونا چاہیئے۔ اور اس خلافت کا حقدار
حضرت ابوالحسن کے سوا کوئی بھی نہیں ہے[1]

اس کی اس آواز پر جب حضرت علیؑ نے کوئی اثر نہ لیا تو پھر وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا ــــــ "یہ کیا معاملہ ہے؟ قریش کا ایک ادنیٰ خاندان آپ پر غالب ہو گیا۔ یا علیؑ! ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ ابوالحسن! اگر حکم دو تو میں مدینہ کی سرزمین کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔ جناب امیرؑ نے فرمایا ــــ خدا کی قسم تو ہمیشہ اسلام اور اہل اسلام کا دشمن رہا ہے اس وقت تیرا منشا صرف یہ ہے کہ اسلام میں ایک فتنہ کھڑا کر دے۔ چلا جا! مجھ کو تیری نصیحت و ہمدردی کی کوئی ضرورت نہیں[2]۔

ہند

حضرت معاویہ کے والد ماجد کی سیرت معلوم کرنے کے بعد مختصر

---

[1] عقد فرید جلد ۲ ص ۱۹۶ ط مصر

[2] طبری جلد ۳ ص ۲۰۳ استیعاب جلد ۱ ص ۳۴۳ شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۴۲

لفظوں میں آپ کی والدہ محترمہ کا بھی کچھ حال سن لیجئے۔

"ہندہ مکہ میں زنا و گناہ کرنے میں مشہور تھی"

(شرح ابن ابی الحدید ص۶۳)

"ہندہ بڑی شہوت پرست عورت تھی، حبشی جوانوں پہ جان چھڑکتی تھی اور جب کالا بچہ جنتی تو اس کو مار ڈالتی تھی"

(تذکرہ خواص ص۲۱۲)

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ختمی مرتبت کے ہاتھ پہ بیعت کرنے کے لئے آئی تو آپ نے فرمایا کہ اس شرط پہ بیعت کرو کہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گی ہندہ نے جواب دیا وہ کونسی سنگدل ماں ہوگی جو اپنی اولاد کو قتل کرے بلکہ ہم نے ان کو پال پوس کر بڑا کیا اور آپ نے روز بدران کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا دوسری شرط یہ ہے کہ زنا نہ کرنا۔۔۔ یہ سُن کر ہندہ بولی بھلا شریف زادیاں بھی زنا کرتی ہیں[1]! یہ سن کر آپ نے عباس کو دیکھا اور مسکرا دیئے (عباس کو دیکھ کر مسکرانے کی وجہ کا ذکر آگے آتا ہے) دوسری روایت میں ہے کہ ہندہ کے اس کہنے پہ آنحضرتؐ حضرتؓ عمر کی طرف دیکھ کر مسکرائے تھے[2]

---

[1] الفخری ص۷۶

[2] ربیع الابرار زمخشری و تذکرہ سبط ابن جوزی ص۲۱۳

ہندہ رسول دشمنی میں اپنے شوہر ابوسفیان کے دوش بدوش تھی یہ جنگ اُحد میں ابوسفیان کے لشکر کے ساتھ تھی اس کا کام نوجوانوں کو رسولؐ کے خلاف ابھارنا تھا۔ جب جنگ گھمسان پر تھی اس وقت یہ اور اس کے ساتھ کی دوسری اموی عورتیں دف بجا بجا کر یہ اشعار پڑھ رہی تھیں ؎

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق
ان تقتلوا نعانق او تدبروا نفارق
فراق غیر وامق

ہم ستارہ طارق کی لڑکیاں ہیں جو قالینوں پر چلنے کی عادی ہیں، اگر جنگ کروگے ہماری ہم آغوشی کا لطف اٹھاؤگے، اگر بھاگوگے تو ہم تم سے ہمیشہ کے لئے چھوٹ جائیں گے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۵۰۳)

"اگر جنگ کروگے تو ہم سے ہم آغوش ہوگے" یہ وہ خواہش تھی جو ہندہ کے دل میں بُری طرح چٹکیاں لے رہی تھی اور شاید اس روز بر آئی جس روز مطعم بن جبیر کے غلام وحشی نے حضرت حمزہ کو شہید کیا۔ کیونکہ ہندہ وحشی سے کہا کرتی تھی ——— ایہ ابا دسمۃ اشف، اشتف۔ ہاں اے ابودسمہ (وحشی کی کنیت) تو حمزہ کو قتل کر کے میری پیاس بجھا دے تو میں تیری پیاس بجھا دوں۔

وحشی کہتا ہے کہ جب میں قتل حمزہ کا مژدہ لے کر ہند کے پاس گیا تو اس نے اپنے تمام کپڑے اور زیور اتار کر مجھے دیدیئے[1] پھر اس کے بعد حضرت حمزہ کی لاش پر آئی اور آپ کے کان ناک و دیگر اعضا کاٹ کر ان کا ہار بنا کر پہنا پھر اس نے آپ کا سینہ چیر کے آپ کا جگر نکال کر چبایا اور نگل گئی لیکن اس کو قے آگئی[2]۔ اس کے بعد بقول ابن عبدالبر کے اسی نے یہ ظلم کیا کہ جناب حمزہ کے جگر کو بھون کر کھا گئی (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۲۸۶) اللہ اللہ! جس خاندان کی صنف نازک کا یہ حال ہو جو عموماً رقیق القلب ہوتی ہیں تو اس خاندان کے سنگدل مردوں نے خاندان رسول پر کیا کچھ نہ ظلم توڑے ہوں گے۔

فتح کی خوشی میں مست ہندہ حضرت حمزہ کو مثلہ کرنے کے بعد ایک ٹیلہ پر چڑھ کر یہ اشعار گانے لگی۔

نحن جزینا کم بیوم بدر ۔۔۔ والحرب بعد الحرب ذات سعر

ما کان عن عتبہ لی من صبر ۔۔۔ ولا اخی و عمہ و بکری

شفیت نفسی و قضیت نذری ۔۔۔ شفیت وحشی غلیل صدری

---

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۵۸۱

[2] طبری فارسی ترجمہ صفحہ ۳۱۲ شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۵۸۱

اشکر وحشی علی عمری حتی ترم اعظمی فی قبری

ہم نے تم کو بدر کے روز بھی سزا دی تھی اور لڑائی تو لڑائی کے بعد شعلہ فشاں ہوتی ہے۔ مجھ کو عتبہ اور اپنے بھائی بچا اور دیگر جوانوں کے مرنے پر صبر نہیں آتا۔ میں نے اپنے دل کی بھڑاس نکال لی اور اپنی آرزو پوری کر لی اور میں نے وحشی کی دلی آرزو بھی پوری کر دی۔ جب تک قبر میں میری ہڈیاں باقی ہیں میں وحشی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی رہوں گی۔
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۵۸۲) یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر حضرت رسولؐ نے سب کو امان دینے کے بعد ہندہ کا خون بھی معاف کر دیا تھا۔[1]
اب یہ رسولؐ کا خلق عظیم تھا کہ جب یہ بیعت کرنے کو سامنے آگئی تو آپ قانون اسلام سے مجبور ہو گئے اس لئے سینہ پر صبر کی سِل رکھ کر اس سے بیعت لے لی مگر حکم دے دیا کہ آئندہ کبھی اپنی آواز بھی نہ سنائے اور نہ قریب آئے۔

رسولؐ کی آخری عمر میں بھی ہند کے ہاتھوں آپ کو ایک ایسا صدمہ پہنچا جس سے آپؐ کا جگر دوبارہ پاش پاش ہو گیا اور پرانے زخم ہرے ہو گئے۔

---

[1] تذکرہ خواص صفحہ ۲۱۴

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہند نے حضرت عائشہ سے رسول اللہ کی خدمت میں ایک خواب بیان کرنے کی اجازت مانگی۔ رسول اللہ نے اجازت دے دی اُس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ خواب بیان کیا۔ اُس نے کہا ——— میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سورج میرے اوپر ضوفشاں ہے اور ایک سیاہ چاند میرے مخرج سے برآمد ہوا اس کے بعد چاند سے ایک سیاہ ستارہ نکلا اس طرف سورج سے ایک چھوٹا سورج اور برآمد ہوا پھر اس سیاہ ستارہ نے اس چھوٹے سورج پر حملہ کیا اور اس کو نگل گیا جس سے تمام آفاق میں اندھیرا چھا گیا اس کے بعد بہت سے سیاہ ستارے پیدا ہو گئے انہوں نے آسمان و زمین کو ہر طرف سے گھیر لیا"۔ ہند نے اپنا خواب بیان کیا اور رسول اللہ کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے فرمایا ——— نکل جا! نکل جا یہاں سے! اے دشمن خدا تو نے میرے زخموں کو تازہ کر دیا۔ میرے محبوبوں کی سنانی لے کر آئی ہے جب وہ چلی گئی تو رسول اللہ نے اس کو بددعا دی۔ لوگوں نے اس خواب کی تعبیر پوچھی ——— ارشاد فرمایا جو سورج اس کے اوپر چمکا وہ علی بن ابی طالب ہے اور چھوٹا سورج جو اس سے برآمد ہوا وہ میرا حسین ہے سیاہ چاند جو اس عورت سے نکلا وہ معاویہ ہے ——— اور سیاہ ستارہ یزید ہے جو میرے فرزند

کو قتل کرے گا جس سے دنیا تاریک ہو جائے گی باقی ستارے بنو امیہ ہیں جو عالم میں اندھیرا کر دیں گے[1]

بہرحال یہ ہیں افراد بنی امیہ جنہوں نے رسول اللہ اور ان کے اہلبیت کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکالیف میں مبتلا کیا اب جس کا جی چاہے ان کی طرف داری کرے یا مخالفت۔ یہ ضرور ہے کہ من احب قوما حشر معھم کے کلیہ کی بنا پہ اگر کوئی شخص بنی امیہ کو چاہتا ہوگا تو انہی کے ساتھ محشور ہوگا۔

بنی امیہ کے نامبردہ افراد میں سے اب ایک حضرت معاویہ اور ان کے فرزند یزید باقی رہ جاتے ہیں لہذا ان دونوں کی سیرت پر مختصراً روشنی ڈال کر ہم اس باب کو ختم کرتے ہیں۔

امیر معاویہ

امیر معاویہ کے نسب کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی والدہ ماجدہ ہندہ جگر خوارہ ہیں جن کی عصمت و پاکدامنی کے اوپر گزشتہ سطور

---

[1] نفس المہموم صفحہ ۳۶

میں کافی روشنی ڈالی جاچکی ہے کہ ان کو حبشیوں کی طرف خاص میلان تھا اور کالا بچہ قتل کر ڈالتی تھیں لہذا ایسی عورت کے فرزندوں کا کیا کہنا! معاویہ کو دنیا والے ابوسفیان کا فرزند بتاتے ہیں۔ تاریخ کیا کہتی ہے اس کے متعلق بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے لبوں پر مہر خموشی لگا کر علمائے اسلام کے زریں اقوال اور ان کی معتبر شہادتیں پیش کرنے پر اکتفا کریں۔

علامہ زمخشریؒ "ربیع الابرار" میں رقمطراز ہیں۔

كان معاوية يعزى
الى اربعة الى مسافر
ابن عمرو والى عمارة
ابن الوليد والى العباس
ابن عبد المطلب و
الى الصباح مغن
اسود كان لعمارة۔

(حاشیہ تذکرة الخواص ص۲۱۱ ط عراق)

اس کے بعد علامہ زمخشری کہتے ہیں۔ "ابوسفیان ایک پستہ قد و بدشکل انسان تھا۔ اس کے پاس صباح محنت مزدوری کرنے آیا کرتا تھا اور یہ ایک گبرو نوجوان تھا، اس کو دیکھ کر ھند عاشق ہو گئی) اور اس

ل علامہ زمخشری اور علامہ سبط ابن جوزی کی جلالت قدر پر ہمارا نوٹ آگے آئیگا۔

کو اپنی طرف دعوت دی۔ لوگ کہتے ہیں کہ عتبہ بن ابوسفیان بھی صباح ہی سے متولد ہوا، ھندڈری کہ یہ بچہ گھر میں جنے لہذا جب وضع حمل کا زمانہ آیا تو وہ جنگل میں نکل گئی اور وہیں عتبہ (معاویہ کے بھائی) کو جنا۔ چنانچہ حسان بن ثابت انصاری نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے ؎

لمن الصبی بجانب البطحاء　　فی الارض ملقی غیر ذی جھد

نجلت بہ بیضا آنسۃ　　من عبد الشمس صلتۃ الخد

یہ کس کا بچہ ہے جو ریگستان میں بغیر کسی زحمت کے ڈال دیا گیا ہے ؟ اس کو ایک گوری چٹی، دل لبھانے والی، چوڑے رخساروں والی حسینہ نے جنا ہے جو عبد شمس کے خاندان سے ہے۔ (حاشیہ تذکرہ خواص ص۱۱۶ طبع عراق)

علامہ سبط ابن جوزی کا قول ہے :۔

قال الاصمعی وھشام ابن محمد الکلبی فی کتاب المسمیٰ بالمثالب وقد وقفت علیہ معنی قول الحسن لمعاویۃ " قد علمت الفراش الذی ولدت علیہ ان معاویۃ کان یقال انہ

؎ اس جلیل القدر راوی کے متعلق بھی ہمارا نوٹ یزید کے حال میں ملاحظہ ہو۔

من اربعة من قريش
عمارة بن الوليد بن المغيرة
ومسافر بن ابي عمرو و
ابي سفيان والعباس بن
عبد المطلب وهؤلاء
كانوا ندماء ابي سفيان
وكان كل منهم يتهم بهند
فاما عمارة بن وليد كان من
اجمل رجالات قريش وهو
الذي وشى به عمرو بن العاص الى
النجاشي و اما مسافر بن ابي
عمرو فقال الكلبي عامة الناس
على ان معاوية منه لانه كان
اشد الناس حباً لهند فلما
حملت هند بمعاوية خاف
مسافر ان يظهر انه منه
فهرب الى ملك الحيرة

وهو هند بن عمرو فاقام

عنده - ثم ان اباسفیان

قدم الحیرة فلقیه مسافر

وهو مریض من عشقه

لهند وقد سقی بطنه

فسأله عن اهل مکة فاخبره

وقیل ان اباسفیان تزوج

هند ابعد انفصال مسافر

عن مکة فقال له ابوسفیان

انی تزوجت هند ابعدك

فازداد مرضه وجعل

یذوب ... ثم مات مسافر

من عشقه لهند -

(تذکرۂ خواص الامۃ ص۲۱۱ طبع عراق)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ کے نسب میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کا بھی نام لیا جاتا تھا بلکہ کبھی کبھی حضرت معاویہ کے سامنے بھی اس حقیقت کا اظہار کر دیا جاتا تھا جس کو آپ بکمال بردباری سماعت فرما لیا

کرتے تھے جیسا کہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

"ایک دفعہ یزید بن معاویہ اور اسحٰق بن طابہ کے درمیان معاویہ کے روبرو جھڑپ ہو گئی اس وقت یزید نے اسحٰق پر طعن مارنے کے لئے یہ کہا کہ تمہارے لئے اس سے بڑھ کر کیا خوبی ہو سکتی ہے کہ تمہارے ساتھ بنی حرب سب کے سب جنت میں چلے جائیں گے (اس سے اس امر کی طرف یزید نے اشارہ کیا تھا کہ اسحٰق کی ماں بنی حرب کے ساتھ متہم تھی) اس پر اسحٰق نے جواب دیا، اے یزید! تیرے لئے یہ خوبی ہے کہ سب بنی عباس تیرے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ بات یزید کی سمجھ میں نہ آئی، امیر معاویہ سمجھ گئے، جب اسحٰق چلے گئے معاویہ نے یزید سے کہا، تم کیسے لوگوں کو گالی دیتے ہو جبکہ تم کو اتنا نہیں علم کہ تمہارے متعلق کیا کہا جاتا ہے، یزید نے جواب دیا میں تو اسحٰق کو ذلیل کرنا چاہتا تھا۔ معاویہ نے کہا اور اس نے تم کو ذلیل کر دیا، یزید نے کہا وہ کیسے؟ معاویہ نے کہا، اما علمت ان بعض قریش فی الجاھلیۃ یزعم انی للعباس کیا تم کو نہیں معلوم کہ کچھ قریش زمانۂ جاہلیت میں یہ خیال کرتے تھے کہ میں عباس سے پیدا ہوا ہوں۔ (تذکرہ خواص ص۱۲۱ طبع عراق)

علامہ سبط ابن جوزی نے صاف ظاہر کر دیا کہ حضرت معاویہ نے اسحٰق کی بات کے رد کرنے کے بجائے سکوت سے کام لیا جس کو کالاقرار کہا گیا ہے ورنہ بات کے معنے تو یہ تھے کہ اگر ان کے پاس اسحٰق کے اتہام کی رد میں کوئی دلیل ہوتی تو اسے ضرور ڈانٹ دیتے کیونکہ ایسے موقعہ پر حلم کرنا کہاں کی شرافت ہے۔ یہیں سے یہ عقدہ کھلا کہ بنی عباس کے بعض افراد کو معاویہ و یزید کے کردار کی حمایت کی کیوں ضرورت پیش آئی، ہر اولاد اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنا چاہتی ہے جب عباس اور ابوسفیان میں دبر بنائے روایت مذکورہ اتنی دوستی ہو کہ ہر حال میں ایک دوسرے کے شریک ہوں تو عباس کی اولاد اگر ابوسفیان کی اولاد کے ساتھ دادِ عیش نہ دے سکے تو کم از کم اس کے افعال کو سراہ کے اپنی تشنگی تو بجھا سکتی ہے۔

احادیث در شان معاویہ

محمد بن اسحٰق اصفہانی کہتے ہیں کہ امام عبدالرحمٰن نسائی علیہ الرحمۃ اپنی آخر عمر میں مصر چھوڑ کر دمشق چلے گئے تھے وہاں کے لوگوں نے ان سے امیر معاویہ کے فضائل و مناقب کی نسبت پوچھا تو امام نسائیؒ نے جواب دیا کہ مجھ کو ان کی کوئی فضیلت نہیں معلوم سوائے اس کے کہ حضرت رسول اللہ

نے ان کی بابت فرمایا لا اشبع اللہ بطنہ۔ خدا معاویہ کا پیٹ نہ بھرے

(ارجح المطالب ص۱۶)

ابن حجر مکی نے اس حدیث کی شان ورود اس طرح سے بیان کی ہے

وہ صحیح مسلم کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ۔

"مسلم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاش میں آئے تو وہ بھاگ کر چھپ گئے۔ حضرت ان کے پاس پہنچ گئے اور ان کے دوش پر دو ضرب مار کر فرمایا جاؤ اور معاویہ کو بلا لاؤ۔ میں نے واپس آکر عرض کی کہ وہ کھا رہا ہے آپ نے پھر مجھے بھیجا اور دوبارہ بھی واپس آکر میں نے یہی جواب دیا کہ وہ کھانے میں مشغول ہے۔ یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا" لا اشبع اللہ بطنہ" اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے"

(رسالہ تطہیر الجنان ص۲)

یہ حدیث لکھنے کے بعد ابن حجر صاحب کو اور تو کچھ بن نہ پڑی کیونکہ اس حدیث کو صحیح مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے اس بنا پر اس کو جھٹلا تو نہیں سکتے تھے اس لئے حسب ذیل دور از کار تاویلیں کرنا شروع کیں۔

۱۔ ممکن ہے کہ ابن عباس نے جب معاویہ کو کھانا کھاتے دیکھا تو بوجہ شرم و حیا کے ان کو خبر ہی نہ دی ہو کہ آنحضرت نے بلایا ہے

اور اپنی طرف سے آکر کہہ دیا ہو کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔

۲۔ حضرت نے کوئی بری دعا نہیں دی کثرت اکل کی دعا دی ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں جس سے صرف دنیا میں مشقت لازم آتی ہے آخرت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۳۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ابن عباس نے ان کو رسول اللہؐ کا پیغام پہنچا بھی دیا تھا تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ معاویہ پر اس کی فوری تعمیل ضروری ہو کیونکہ امر فوریت کے لئے نہیں ہوتا۔

۴۔ ممکن ہے یہ بددعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بے اختیارانہ طور پر جاری ہو گئی ہو جس طرح سے آپ کی زبان پر اپنے اصحاب و ازواج کے لئے اس قسم کے جملے جاری ہو جایا کرتے تھے اور اسی طرح یہ ہے جس طرح لوگوں کی زبان پر بہت سے الفاظ اس طرح جاری ہو جاتے ہیں جن کے معنی کی طرف ان کا کوئی قصد و ارادہ نہیں ہوتا۔

۵۔ آنحضرتؐ کی بددعا سے امیر معاویہ کا کیا بگڑتا ہے وہ تو ان کے لئے عین دعا بلکہ زکوٰۃ ہے[1] (یہ وہی جواب ہے جو مروان کی حمایت میں کہا گیا ہے۔ دیکھو صفحات گزشتہ)

---

[1] تطہیر الجنان ص ۲۸-۲۹

دیکھا آپ نے بنی امیہ کی محبت کیا کیا گل کھلاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ ابن حجر صاحب نے صرف امیر معاویہ کی حمایت پر کیوں اکتفا کی ان کی مادر مہربان ہندکو کیوں بھول گئے ان کے جگہ جانے کی بھی کوئی تجویز شرعی فرمادی ہوتی۔ ابن عباس نافرمان ہو جائیں، رسولؐ اپنی شان سے گر جائیں، وہ بھی عام انسانوں کی طرح (معاذ اللہ) بیہودہ گو ہو جائیں، مگر آبرو ئے پسر ہند پر حرف نہ آئے۔ کیا کہنا! شان اسلام یہی ہے اور مدعیان محبت رسولؐ کو یہی سجتا ہے! اب ہم مختصراً ان پانچوں جوابوں میں سے ہر ایک کی نبض پہ ہاتھ رکھتے ہیں۔

۱۔ معلوم نہیں اس میں ابن عباس کے لئے کونسی شرم کی بات تھی حضرت معاویہ کھانا ہی تو کھا رہے تھے کوئی برا کام تو نہیں کر رہے تھے جو اس حالت میں یہ پیغام ان کو دینا بے حیائی کی بات ہوتی۔ پھر رسولؐ اللہ ایسے بے خبر (معاذ اللہ) اور جذباتی انسان تھے کہ بغیر تحقیق حال کے کہ ابن عباس نے پیغام پہنچایا بھی یا نہیں اور غصہ کرنا شروع کر دیا اتنا سا تو ہمارا بھی غصہ نہیں ہوتا۔

۲۔ تیرا پیٹ کبھی نہ بھرے یہ اگر کوئی اچھی دعا ہے تو ابن حجر صاحب ہی کو یا ان کے پیشوا کو مبارک اور تو کوئی اپنے میں اس کا استحقاق نہ پائے گا۔ پھر یہ کہ کس کثرت سے احادیث اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ جو

لوگ دنیا میں زیادہ کھاتے ہیں ان کے لئے بروز آخرت زحمت ہی زحمت ہے کم از کم بیش پروردگار دیر تک کھڑا رہنا ہوگا جیسا کہ حضرت علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ الدنیا فی حلالها حساب وحرامها عقاب۔ کتب اخبار و احادیث میں بکثرت روایات موجود ہیں۔ یہانتک کہ یہ حدیث تو ہر مکتبۂ خیال کے محدثین نے اپنی اپنی کتب میں نقل کی ہے۔

قال رسول اللہ المومن یاکل فی معاءٍ واحدٍ والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے (صحیح بخاری جزو ۹ صفحہ)

فتح الباری شرح صحیح بخاری نے اس ذیل میں طبرانی کے حوالہ سے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔

"عبداللہ بن عمر سے سند جید کے ساتھ روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ کے پاس سات آدمی آئے۔ آپ نے ان لوگوں کو ایک ایک صحابی پر تقسیم کر دیا اور ان میں سے ایک آپ کے حصہ میں بھی آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا۔ ابو غزوان۔ آپ نے حکم دیا کہ سات بکریوں کا دودھ اس کے لئے دوہا جائے۔ جب وہ دودھ دوہا گیا تو اس شخص نے

(جس کا نام ابو غزوان تھا) سب پی لیا۔ بعد ازاں پیغمبرؐ نے اس سے فرمایا کہ ـــــ اے ابو غزوان! کیا اسلام لاتے ہو؟ اس نے جواب دیا جی ہاں! پس جناب رسالت مآبؐ نے اس کے سینہ پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ جب صبح ہوئی تو اس کے لئے صرف ایک بکری کا دودھ دوہا گیا لیکن وہ اسے بھی نہ پی سکا حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابو غزوان یہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں بالکل سیر و سیراب ہو گیا ہوں اُس وقت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ انه اس کان لك سبعة امعاء ولیس لك الیوم الا معی واحد۔ کل تک تیری سات آنتیں تھیں اور آج (جبکہ اسلام لے آیا) تیری ایک ہی آنت ہے۔ (فتح الباری)

۳۔ تیسرے مرحلے میں ابن حجر نے فورونزاعی کی اصولی بحث چھیڑ دی ہے یعنی اگر کسی کی طرف سے امر و حکم صادر ہو تو اس کی تعمیل فوری ہونی چاہیئے یا اس میں تاخیر کی گنجائش ہے۔ پھر کہا ہے کہ ـــــ الاصح عند الاصولیین والفقہاء ان الامر لا یقتضی الفوریۃ۔ ہم اپنا اور ناظرین دونوں کا وقت بچانے کے لئے اس نری کھری علمی بحث

میں پڑ کر کتاب کو خشک نہیں بنانا چاہتے کیونکہ علامہ موصوف نے آگے خود ہی ہمارے لئے راہ ہموار فرمادی ہے فرماتے ہیں۔

الا ان امرہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحد بشیء کان دعاء اللہ الیہ فانہ تجب اجابۃ فوراً وان کان فی صلوٰۃ الفرض، وکان معٰویۃ لم یستحضر ھذا الاستثناء او لا یقول بہ (رسالہ تطہیر الجنان ص۲۹)

الا یہ کہ آنحضرتؐ کا کسی کو اپنے پاس آنے کا حکم دینا مثل اس کے ہے کہ گویا اللہ نے اس کو بلایا ہے جس کی اجابت فوراً لازم ہے اگرچہ نماز ہی میں کیوں نہ مشغول ہو۔ دیکھیں حضرت معاویہ کیوں نہ آئے؟ وہ اس لئے نہ آئے کہ ——— معاویہ کو یہ استثنا یاد نہ تھا (یعنی عام امر سے اللہ و رسولؐ کا امر مستثنا ہے اللہ اور رسولؐ کے امر میں فوریت لازم ہے) یا وہ اس کے قائل نہ تھے۔ دیکھا آپ نے کس صفائی سے حضرت معاویہ کا دامن بچا لیا چاہے اس سے اپنی اعلمیت حضرت معاویہ پر لازم آگئی کیونکہ یہ بات کہ اللہ و رسولؐ کے امر کی تعمیل فوری کرنا چاہیئے یہاں تک کہ اس کے لئے نماز بھی چھوڑ دینا چاہیئے ——— ابن حجر صاحب کو تو معلوم ہو گئی لیکن نہیں معلوم تھی تو امیر معاویہ کو۔ جو صحابی رسولؐ و کاتب رسولؐ بھی تھے شاید اسی محل پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے۔

لا یصلح العطار ما افسدہ الدھر

ابن حجر بچارے کیا کریں بات ہی کسی طرح نہیں بنتی ایک طرف سے ٹھیک کرتے ہیں تو دوسری طرف سے چادر مسکی جاتی ہے۔

۴۔ سب سے زیادہ ستم انگیز و عبرتناک یہ چوتھی تاویل ہے کہ "یہ الفاظ رسول کی زبان پر بغیر کسی خاص قصد و ارادہ کے جاری ہو گئے ہوں" جس طرح عام انسانوں کی زبانوں پر مہمل کلام جاری ہوا کرتے ہیں۔ ہم کو ابن حجر کی اس بات سے کوئی تعجب نہیں ہوا کیونکہ رسول پاک پر (معاذاللہ) بے ہودہ گوئی کا الزام کوئی نیا نہیں، یہ وہ راہ ہے جس پر ان کے رہنما اس سے قبل گامزن رہ چکے ہیں، "ان الرجل لیہجر" کا کلمہ آج تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلوا رہا ہے [1]

وہ رسول جو باعث ایجاد عالم ہو، وہ رسول جو خلاصۂ کائنات ہو، وہ نبی جو مصداق لولاک ہو، وہ رسول جو مظہر جمال باری ہو وہ ہستی

---

[1] دیکھو حدیث قرطاس صحیح بخاری باب مرض النبی باب قول المریض قوموا عنی باب کراہیۃ الاختلاف و صحیح مسلم کتاب الوصیۃ ص ۷۵-۷۶ مسند احمد بن حنبل جزو اول ص ۳۳۶ و ص ۳۵۵ کنز العمال جلد ۳ ص ۱۳۸ و جلد ۴ ص ۵۲ ملل نحل شہرستانی، شرح مواقف، تاریخ طبری وغیرہ وغیرہ

جو آئینۂ صفات الٰہی ہو، جس پر آیۂ تطہیر سایہ کرے، جس کے سورۂ واللیل شانہ کرے، جس پر مزمل و مدثر ردا اوڑھائے، جس کو سورۂ دھر خلعت پہنائے، "انما ولیکم اللہ و رسولہ" سر پر تاج ولایت رکھے۔ "ہو الذی ایدک بنصرہ" کمر میں حزام باندھے۔ "ما رمیت اذ رمیت لکن اللہ رمیٰ" جس کے ہاتھوں کو چومے، "ما ینطق عن الھویٰ" جس کے ہونٹوں کا بوسہ دے، "سبحٰن الذی اسریٰ" جس کو وصل کا پیغام دے ——— "اولہ دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ" جس کے وصل کی داستان کو وجہ زینت قرآن کریم بنائے ——— روح لرزتی ہے اس کے متعلق یہ سن کر کہ وہ عام انسانوں کی طرح لایعنی کلام کرتا تھا، بے جا غصہ کرتا تھا[1] اور عام انسانوں کی سطح سے اتنا بھی اونچا نہ تھا جتنا ایک متمدن انسان کو ہونا

---

[1] ابن حجر کے عیون الفاظ یہ ہیں:۔ اما ثالثا فیحتمل ان ھذا انما جری علی لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم من غیر قصد، کما قال لبعض اصحابہ تربت یمینک، ولبعض امہات المومنین عقریٰ حلقیٰ ونحو ذلک من الالفاظ التی کانت تجری علی السنتہم بطریق العادۃ من غیر ان یقصدوا معانیہا۔

(رسالۂ تطہیر الجنان ص۲۹ طبع مصر بالصواعق)

چاہیئے۔ (نعوذ باللہ من امراض الجنان وھفوات اللسان)

۵۔ آنحضرتؐ کی بددعا عذاب نہیں رحمت ہے اس کی دلیل میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جو اسی قسم کے موارد میں استعمال کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے وہ حدیث یہ ہے —— من سبہ النبیؐ او دعا علیہ ولیس ھو اھلاً لذلک کان لہ زکوٰۃ و اجراً و رحمۃً[1]۔ جس کو نبیؐ برا کہے یا بددعا دے اور وہ اس کا مستحق نہ ہو تو یہ اس کے لئے زکوٰۃ و اجر و رحمت محسوب ہو گی۔ حدیث وہی درست ہے جو معیار عقل پر پوری اترے اس سے روایت پر درایت مقدم ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کے عقل کہاں تک ساتھ چل سکتی ہے یہاں پر سوال یہ ہوتا ہے کہ جس شخص کو نبیؐ نے برا کہا یا بددعا دی وہ اہل تھا یا نااہل؟ اگر نااہل تھا تو رحمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ نبیؐ نے اس کو برمحل بددعا دی جس کے نتائج بد مرتب ہونا لازمی ہیں۔ اور اگر اہل تھا (یعنی بددعا کا مستحق نہ تھا) تو سوال ہوتا ہے کہ کیا رسولؐ کو (معاذ اللہ) اہل و نااہل کی تمیز نہیں تھی جس کو چاہتے برا بھلا کہہ دیتے اور بددعا دے دیتے تھے۔ یہاں پر ایک بات

---

[1] رسالہ تطہیر الجنان ص ۲۹

اور قابل لحاظ ہے کہ اگر بزعم ابن حجر رسولؐ کی زبان ایسی ہی آزاد تھی تو کبھی انہوں نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ جیسی پاک ہستیوں کو اپنی آزادکلامی کا نشانہ کیوں نہ بنایا یہ معاویہ و مروان ہی جیسے افراد کی کیا خصوصیت تھی؟

بہرحال یہ بد دعا بھی جناب معاویہ اور ابن حجر وغیرہ کو مبارک! کیونکہ انہوں نے حدیث مذکور (لا اشبع اللہ بطنہ) کو حضرت معاویہ کے مناقب جلیلہ میں سے مانا ہے[1]۔ ہم نبیؐ کی دعائے خیر ہی کے طالب ہیں ان کی بد دعا سے پناہ مانگتے ہیں، اگر آپ کی نظر میں یہ رحمت و منقبت ہے تو رسولؐ خدا کی بدترین بد دعائیں آپ کے شامل حال ہوں تاکہ وہ بہترین رحمتوں اور منقبتوں کی شکل میں بروز قیامت آپ کو مل سکیں —!

(دوسری حدیث) حضرت نے ارشاد فرمایا —— اذا رأیتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ (رسالہ تطہیر الجنان ص۲۹) جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھنا تو اس کو قتل کر دینا۔

علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو غلط قرار دیا ہے اور اس کی وجہ بیان کی ہے کہ پھر اصحاب رسولؐ نے ان کو قتل کیوں نہ کیا"۔

---

[1] رقمطراز ہیں —— ان ھذا الحدیث من مناقب معاویۃ الجلیلۃ رسالہ تطہیر الجنان ص۲۵

جہاں تک لفظ "غلط" کے استعمال کا تعلق ہے تو جب تک انسان کے دہن میں زبان اور ہاتھ میں قلم ہے جس کو چاہے غلط کہہ دے اور جسکو چاہے صحیح۔ شرع کے علاوہ کوئی اسکو روکنے والا نہیں ہے۔ ورنہ یہ حدیث بہ الفاظ مختلفہ حسب ذیل کتب میں بالصراحت موجود ہے ۔

(۱) تاریخ طبری جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۷ (۲) کتاب صفین صفحہ ۲۵۷ (۳) تاریخ خطیب بغدادی جلد ۱۲ صفحہ ۱۸۱ (۴) لئالی مصنوعہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۲ (۵) تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۴۲۲ (۶) شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ صفحہ ۳۴۸ (۷) کنوز الدقائق مناوی صفحہ ۱۰

اور جہاں تک صحابہ کے فعل کا تعلق ہے تو انہوں نے رسولؐ کے بعد بہت سے منکرات دیکھے اور دیکھتے ہی رہے معاویہ نے بدھ کے روز جمعہ کی نماز پڑھا دی اور صحابہ دیکھتے رہے، ولید نے صبح کی نماز بحالت نشہ چار رکعت پڑھا دی ـــــ اور صحابہ دیکھتے رہے، معاویہ نے حجر بن عدی، رشید ہجری، عمرو بن حمق خزاعی، مالک اشتر، محمد بن ابی بکر، عمار یاسر کو موت کے گھاٹ اتار دیا ـــــ اور صحابہ دیکھتے رہے[1][2] ـــــ معاویہ کے دربار میں معاویہ کو بجائے خلیفۃ المسلمین کے یا رسول اللہ[3]!

---

۱ مروج الذہب جلد ۲ صفحہ ۴۱ طبع مصر ۲ اسکا مفصل بیان آگے آئیگا ۳ طبری جلد ۴ ص ۲۴۴

کہنا شروع کیا ——— اور صحابہ دیکھتے رہے، رسولؐ کا لخت جگر اور محبوب فرزند حسن مجتبیٰ خاص مدینہ رسولؐ میں زہر دغا سے شہید کرڈالا گیا ——— صحابہ دیکھا کئے، یہانتک کہ یزید نے رسول الثقلین کے دوسرے فرزند حسین علیہ السلام کا سر کاٹ ڈالا، ان کے اہل حرم کو اسیر کر کے دربدر پھرایا، مدینہ طیبہ کو لوٹ لیا، بہت سے صحابہ و تابعین و قراء قرآن کو تہ تیغ کروادیا، مسجد رسولؐ میں گھوڑے بندھے، نمازیں ہوئیں، خانہ کعبہ کو منجنیق سے اڑوادیا ——— اور صحابہ دیکھا کئے۔ ہاں کم تھے ان میں سے وہ ہمت والے جنہوں نے جرأت سے کام لیا اور انہوں نے حکومت وقت کے خلاف اپنی آواز بلند کی اور یہی وہ لوگ تھے جو صفین و کربلا میں آل رسولؐ کی حمایت میں شریک ہوئے، جو باقی بچے وہ شہر بدر کئے گئے، قید کئے گئے ——— یا شمشیر ظلم و جور کا نشانہ بنا دیئے گئے۔

معاویہ کے قتل میں کیا مانع تھا؟

یہ کہنا کہ صحابہ نے معاویہ کو قتل کیوں نہ کر دیا اس کا حقیقی جواب علامہ بلاذری نے دیا ہے وہ لکھتے ہیں ــ

"ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے معاویہ کو قتل کرنا چاہا تو ہم نے کہا عہد عمر میں کسی کے خلاف تلوار مت

کھینچو۔ یہاں تک کہ ہم لکھ کر دریافت کریں۔ تو اس شخص نے
جواب دیا۔ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ "اگر معاویہ
کو منبروں پر خطبہ پڑھتے دیکھنا تو اس کو قتل کر دینا۔ یہ سن کر
لوگوں نے کہا۔ یہ حدیث تو ہم نے بھی سنی ہے لیکن ہم عمر کو
لکھے بغیر کوئی اقدام نہیں کریں گے چنانچہ ان لوگوں نے تحریر
کیا، مگر ـــــ حضرت عمر کے دم آخر تک اس خط کا جواب
نہ آیا" (تاریخ انساب بلاذری بحوالہ غدیر جلد ۱۰ ص ۱۴۲)

اب معلوم ہو گیا کہ اس حدیث پر کیوں نہ عمل ہو سکا اصحابہ کیا کرتے جبکہ عنان حکومت دوسرے کے ہاتھ میں ہو کیونکہ "الناس علی دین ملوکہم" والا معاملہ ہے۔ یہ تو ذمہ داری حضرت عمر یا ان کے پہلی یا بعد والی خلافت پر عائد ہوتی ہے ـــــ مگر ہم بہ کمال حیرت دیکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کو قتل کرنے کے بجائے ان کو زمام حکومت سونپی جاتی ہے۔ حضرت عمر ان کو منبر پر خطبہ پڑھنے کی وجہ سے کیا قتل کرتے جبکہ انہوں نے خود ہی یہ منصب ان کے لئے تجویز فرمایا تھا۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں ـــــ

فلما مات یزید استخلف علی دمشق فاقرہ	جب یزید بن ابی سفیان مر گیا تو حضرت ابوبکر نے معاویہ کو ان کا جانشین بنایا اور

معمں حضرت عمر نے بھی معاویہ کو اس کی

(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۹) جگہ پر باقی رکھا۔

لہٰذا اس سلسلہ میں جو کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ حضرات شیخین ہی پر عائد ہوتی ہے باقی صحابہ پر نہیں۔

(تیسری حدیث) عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ ابوسفیان کو گدھے پر سوار آتے دیکھا معاویہ آگے آگے گدھے کو کھینچ رہے تھے، یزید پیچھے سے ہانک رہا تھا، یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا —— لعن اللہ القائد والراکب والسائق۔ خدا اس کھینچنے والے، سوار ہونے والے، ہنکانے والے پر لعنت کرے۔ لوگوں نے عبداللہ بن عمر سے کہا کہ تم نے خود یہ حدیث رسول اللہ کی زبان سے سُنی ہے؟ عبداللہ بن عمر نے جواب دیا، ہاں میں نے اپنے ان دو کانوں سے سُنی ہے ورنہ یہ یونہی بہرے ہو جائیں جس طرح میری دونوں آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔ (تاریخ طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۴۷ ط مصر)

اور رسولؐ کی زبان پر یہ کلمات کوئی نئے نہ تھے بلکہ آنحضرتؐ نے جنگ احزاب کے موقعہ ہی پر فرما دیا تھا جبکہ ابوسفیان اونٹ پر سوار لوگوں کو رسولؐ کے خلاف جنگ پر بھڑکا رہا تھا اور یزید اونٹ کھینچ

رہا تھا معاویہ اس کو ہنکا رہے تھے چنانچہ امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں :-

وانت یا معاویۃ نظر النبی	اور تو اے معاویہ! نبیؐ نے جنگ
الیک یوم الاحزاب	خندق میں تجھ کو دیکھا کہ تیرا باپ
فرای اباک علی جمل یحرض	ایک اونٹ پر چڑھا لڑنے والوں
الناس علی قتالہ واخوک	کو رسول سے جنگ کے لئے آمادہ
یقود الجمل وانت تسوقہ	کر رہا تھا اور تیرا بھائی اونٹ کو کھینچ
فقال لعن اللہ الراکب و	رہا تھا اور تو اس کو ہانک رہا تھا یہ دیکھ کر
القائد والسائق وما	آنحضرتؐ نے فرمایا۔ خدا لعنت
قابلہ ابوک فی موطن	کرے اس سوار ہونے والے اور
الا ولعنہ وکنت معہ	کھینچنے اور ہنکانے والے پر اور جس مقام پر
(تذکرہ سبط ابن جوزی طبع عراق	بھی تیرے باپ نے رسول اللہ کا مقابلہ کیا آپ نے
ص۲۰۹)	اس پر لعنت کی جس میں تو اس کے ساتھ تھا

(چوتھی حدیث) براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ معاویہ اور ابوسفیان رسول اللہ کی خدمت میں آئے تو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللھم العن التابع والمتبوع اللھم علیک بالاقیعس۔ پالنے والے آگے چلنے والے اور پیچھے چلنے والے دونوں پر لعنت کر۔ اے خدا! تو اقیعس کو

اپنی گرفت میں لے۔ یہ سن کر براء نے اپنے والد سے پوچھا کہ "اقیعس" کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ——— "معاویہ" (کتاب صفین ص ۲۴۴ ط مصر)

(پانچویں حدیث) آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ——— یطلع من ھذا الفج رجل من امتی یحشر علی غیر ملتی ——— او ——— یموت حین یموت علی غیر سنتی ۔ اس راستہ سے ابھی ایک شخص میری امت میں سے ظاہر ہوگا جو میری ملت پر نہیں محشور ہوگا۔ دوسری روایت کے الفاظ ہیں جب مرے گا تو میری سنت پر نہیں مرے گا۔ (تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷، کتاب صفین ۲۴۷، تاریخ کبیر بلاذری جلد ۱)

(پانچویں حدیث) حدیث مشہور و مرفوع میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ——— ان معاویۃ فی تابوت من نار فی اسفل درک منھا ینادی یا حنان یا منان الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین ۔ معاویہ آگ کے تابوت میں جہنم کے نچلے طبقے میں فریاد کرے گا کہ اے حنان والے منان! رحم کر اب میں توبہ کرتا ہوں درانحالیکہ اس سے قبل میں مفسدین میں سے تھا (تاریخ طبری جلد ۱۱ ص ۳۵۷، کتاب صفین نصر بن مزاحم ص ۲۴۳ ط مصر)

(چھٹی حدیث) آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ۔ اذا رأیتم معاویۃ

وعمرو العاص مجتمعين ففرقوا بينهما فانهما لن يجتمعا على خير

جب معاویہ اور عمرو عاص کو اکٹھا دیکھنا تو الگ کر دینا کیونکہ یہ دونوں کبھی خیر پر اکٹھا نہ ہونگے

(کتاب صفین ص ۲۱۲! عقد فرید جلد ۲ ص ۱۲۹)

امیر معاویہ کے متعلق دیگر مشاہیر امت کے خیالات و افکار

حضرت علیؑ

۱۔ نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

فانہ لا سواء امام الھدی	امام ہدایت و امام ہلاکت برابر
و امام الردی، و ولی	نہیں ہو سکتے اور نہ نبیؐ کا دوست
النبی و عدو النبی۔	اور نبیؐ کا دشمن برابر ہو سکتا
(نہج البلاغہ)	ہے۔

شارح ابن ابی الحدید اپنی کتاب میں حضرت کے اس ارشاد کی شرح اس طرح کرتے ہیں کہ ـــــ

"امام ہدیٰ سے حضرت نے خود کو اور امام ہلاکت سے معاویہ کو مراد لیا ہے اور ان کو اس طرح امام کہا ہے جس طرح اللہ نے اہل ضلالت کو اس آیت میں امام کی لفظ سے یاد کیا ہے ـــــ وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار۔ اس کے بعد آپ نے ایک اور صفت کا ذکر کیا

ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ دشمن نبیؐ بھی ہے آپ کی مراد یہ نہیں کہ وہ صرف زمانۂ جنگ میں دشمن نبیؐ تھا بلکہ آپ کی مراد یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ آنحضرت نے حضرت علی سے فرمایا تھا، ولیک ولیی و ولیی ولی اللہ وعدوک عدوی وعدوی عدو اللہ - اے علی تمہارا دوست میرا دوست ہے اور میرا دوست اللہ کا دوست ہے اور تمہارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن اللہ کا دشمن ہے - اور اس لئے آپ نے ایسا فرمایا کہ نفاق کی دلیلیں معاویہ کے حرکات وسکنات سے ظاہر تھیں[1]"

۲ - ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں -

منا النبی و منکم المکذب	میری اور تیری برابری نہیں ہم میں سے
ومنا اسد اللہ و منکم اسد	نبیؐ ہیں اور تم میں ان کے جھٹلانے والے،
الاحلاف و منا سیدا	ہم میں اللہ کے شیر ہیں اور تم میں ہم سوگند
شباب اہل الجنۃ وہم	جماعت کے شیر، ہم میں سردار جوانان جنان
ومنکم صبیۃ النار و منا خیر	ہیں اور تم میں جہنمی اولاد (یعنی اولاد
نساء العالمین ومنکم حمالۃ	مروان) ہم میں تمام عالم کی عورتوں سے بہتر خاتون

---

[1] شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۲۶۲ ط بیروت)

الحطب۔ (فاطمہ) اور تم ہیں ایندھن کا گٹھا اٹھانے والی (ام جمیل معاویہ کی پھوپھی)

(نہج البلاغہ)

۳۔ فرماتے ہیں ———

یا ابن صخر یا ابن اللعین زعمت ان یزن الجبال حلمك و یفصل بین اهل الشك علمك و انت الجلف المنافق العقل الاغلف القلب، القلیل العقل، الجبان الرذل (شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صـ۴۱۱ و جلد ۴ صـ۵۱)

اے صخر کے فرزند! اے ملعون کے بیٹے!! تیرا یہ زعم باطل ہے کہ تیرا حلم پہاڑوں سے تولے جانے کے لائق ہے اور اہل شک سے تیرا علم زیادہ ہے، درانحالیکہ تو جفاکار و منافق ہے جس کے قلب پر پردے پڑے ہوئے ہیں، عقل کا کھوٹا ہے، بزدل ہے رذیل ہے۔

۴۔ جب معاویہ نے آپ کو قرآن سے فیصلہ کرنے کے لئے کہا تو فرمایا ———

انك دعوتنی الی حکم القرآن ولقد علمت انك لست من اهل القرآن۔

تو نے مجھ کو قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی ہے درانحالیکہ میں جانتا ہوں کہ تو اہل قرآن میں سے

نہیں ہے۔

(کتاب صفین ص۵۶۰ نہج البلاغہ جلد۲ ۔
ص۱۶ شرح ابن ابی الحدید جلد۱۵ ص۱۸۱)

۵۔ معاویہ کے ایک خط کا جواب ۔

اما قولک انا بنو عبد مناف لیس بعضنا فضل علی بعض فلعمری انا بنو اب واحد و لکن لیس امیة کهاشم و لا حرب کعبد المطلب و لا ابو سفیان کابی طالب و لا المهاجر کالطلیق و لا الصریح کاللصیق و لا المحق کالمبطل و لا المومن کالمدغل، و لبئس الخلف خلف یتبع سلفاً هوی فی نار جهنم۔

(نہج البلاغہ جلد۲ ص۱۲ مصر)

تیرا یہ کہنا کہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں اور ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ اپنی جان کی قسم اگرچہ ہم ایک ہی دادا کی اولاد ہیں لیکن امیہ مثل ہاشم کے نہ تھا نہ حرب عبد المطلب کا ہمسر تھا نہ ابوسفیان اور ابوطالب کی برابری ہو سکتی ہے اور نہ آزاد شدہ مہاجر کی مثل ہو سکتا ہے، اور نہ الگ سے نتھی کیا ہوا خالص نسب والے کے ہم پلہ ہو سکتا ہے نہ باطل پرست حق شعار کی مانند ہو سکتا ہے، نہ منافق مومن کے ہم رتبہ بن سکتا ہے اور کتنی بری نسل ہے وہ جو جہنمی اسلاف کے نشان قدم پہ چل رہی ہو۔"

حضرت نے اس ارشاد میں معاویہ کو "لصیق" کی لفظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی چپکنے والے کے ہیں، اپنے متعلق "صریح" کی لفظ استعمال کی ہے جس کے معنی صحیح النسب کے ہیں اس مناسبت سے "لصیق" کا مطلب بالکل صاف ہے، ہو سکتا ہے آپ کا اشارہ "امیہ" کی طرف ہو جس کا عبد شمس کا بیٹا ہونا معلوم نہیں ہے کیونکہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ عبد شمس کا غلام تھا اور گھر کے پالک کو عرف عرب میں بیٹا کہا جاتا تھا اسی طرح اس کو بھی بیٹا کہا جانے لگا[1] یا آپ کا اشارہ "حرب (امیر معاویہ کے دادا) کی طرف ہو جس کے متعلق ابو الفرج اصفہانی و ابن ابی الحدید کا کہنا ہے کہ وہ بھی امیہ کا فرزند نہیں غلام تھا[2] یا خود امیر معاویہ پر آپ کی نظر ہو (جن کی تفصیلی کیفیت کے لئے دیکھئے ص کتاب ہذا)

۶۔ آپ کا ایک خط زیاد بن ابیہ کے نام ــــــ

ان معاویۃ کالشیطان	بہ تحقیق کہ معاویہ مثل شیطان رجیم
الرجیم یاتی المرء من	کے ہے جو انسان کے آگے پیچھے رہنے

---

[1] بحار الانوار جلد ۸ صفحہ ۳۸۳

[2] دیکھو شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صفحہ ۴۶۶

بین یدیه ومن خلفه	بائیں آتا ہے لہذا اس سے ڈرو
وعن یمینه وعن شماله	اس سے ڈرو اس سے ڈرو
فاحذروه ثم احذروه ثم	والسلام
احذروه والسلام (شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۹۸ طبع مصر)	

۷۔ آپ نے اپنے ایک معرکۃ الآرا خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

معاویة وعمرو بن العاص	معاویہ و عمرو عاص و ابن ابی معیط
وابن ابی معیط لیسوا باصحاب	کسی دین پر بھی نہیں ہیں نہ قرآن
دین ولا قرآن انی اعرف بهم منکم	پر ان کا کوئی ایمان ہے میں ان کو
صحبتهم اطفالاً وصحبتهم رجالاً	تم سے بہتر طور پر جانتا ہوں۔
فکانوا شر اطفال وشر	میں بچپن میں اور جوانی میں ان کے
رجال [1]	ساتھ رہا ہوں۔ بچپن میں بھی یہ بدترین خلائق تھے اور جوانی میں بھی"

۸۔ جب معاویہ سے صلح ہوگئی تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ

---

[1] کتاب صفین صفحہ ۵۶۰، تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۷، تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۶۔

کیا معاویہ اور معاویہ والے مسلمان و مومن ہیں تو آپ نے جواب دیا۔

ما اقر لمعاویة ولا لاصحابه انهم مومنون ولا مسلمون	میں معاویہ اور اس کے اصحاب کو نہ مومن مانتا ہوں نہ مسلمان۔

(کتاب صفین ص ۵۸۴، شرح ابن الحدید جلد ۱ ص ۱۹۱)

امام حسن علیہ السلام

شاہزادۂ سبز قبا حضرت امام حسن مجتبیٰ نواسۂ رسولؐ خدا، پروردۂ آغوش رسولؐ رحمت نے جن الفاظ میں معاویہ کو یاد کیا ہے وہ یہ ہیں:۔

فالیوم فلیتعجب المتعجب من توثبك یا معاویة علی امر لست من اهله لا بفضل فی الدین معروف ولا اثر فی الاسلام محمود وانت ابن اعدی قریش لرسول الله ولکتابه	آج تعجب کرنے والے کو تیری اس بات پر تعجب کرنا چاہیے کہ تو ایک ایسے منصب پر چڑھ بیٹھا ہے جس کا تو اہل نہیں ہے نہ تو تجھ میں کوئی دین کی خوبی ہے اور نہ اسلام میں تو نے کوئی اچھا اثر چھوڑا ہے اور تو رسول اللہ کے اور قرآن کے دشمن ترین شخص کا فرزند ہے۔

واللہ حسیبک فستردد — اور اللہ ہی تیری بازپرس کریگا
نعلم لمن عقبی الدار[1] — جس وقت تو اس کی بارگاہ میں جائیگا اسوقت تجھ کو انجام کا پتہ ہوگا

جب معاویہ مدینہ آئے تو انہوں نے منبر پر چڑھ کر کہا "من ابن علی ومن علی" علی کا فرزند اور علی کون ہوتے ہیں یہ سن کر امام حسن علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے بعد حمد باری تعالیٰ ونعت سرورکائنات ارشاد فرمایا ——

ان اللہ عزوجل لم یبعث نبیا الا جعل لہ عدواً من المجرمین —— فانا ابن علی وانت ابن صخر وامک ھند وامی فاطمۃ وجدتک قتیلۃ وجدتی خدیجۃ فلعن اللہ الامنا حسباً واخملنا ذکراً واعظمنا کفراً واشدنا نفاقاً - اللہ نے کبھی کسی نبیؐ کو مبعوث نہیں کیا الا یہ کہ اس کا ایک دشمن مجرمین میں سے قرار دیا (تو مجھ سے پوچھتا ہے کہ میں کون ہوں لے سن!)

---

[1] مقاتل الطالبین ص ۲۴، شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۱۲، جمہرۃ السائل جلد ۲ ص ۹

میں فرزند علی کا ہوں اور تو فرزند صخر کا ہے، تیری ماں ھند ہے اور میری ماں فاطمہ ہے، تیری دادی قتیلہ اور میری دادی خدیجہ ہے بس اللہ کی لعنت ہو اس پر جو حسب کے اعتبار سے زیادہ لئیم، ذکر کے اعتبار سے زیادہ گم نام کافر ترین، منافق ترین ہو۔ یہ سن کر تمام اہل مسجد نے آمین آمین کہا اور معاویہ خطبہ چھوڑ کر گھر کے اندر چلے گئے [1]

امام حسین علیہ السّلام

شہزادہ رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام معاویہ کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

ما اردت حربا ولا خلافا انی لا خشی اللہ فی ترک ذلک منک ومن حزبک القاسطین المحلین حزب الظالم واعوان الشیطان الرجیم۔ الست قاتل حجر و اصحابہ العابدین المخبتین الذین کانوا یستفظعون البدع ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر

---

[1] المنتظرف جلد ا صلا ۱۵ الاتحاف ص ۱۰

فقتلتہم ظلماً و عدواناً من بعد ما اعطیتہم المواثیق الغلیظۃ والعہود المؤکدۃ جرأۃً علی اللہ واستخفافاً بعہدہ اولست بقاتل عمرو بن الحمق الذی اخلقت وابلت وجہہ العبادۃ فقتلتہ من بعد ما اعطیتہ من العہود مالو فہمتہ العصم نزلت من سقف الجبال

(الامامۃ والسیاسۃ جلد ۱ ص۱۳۱ جمہرۃ السائل جلد ۲ ص۶۷) میں نہ تو کسی سے جنگ کا ارادہ رکھتا ہوں نہ کسی مخالفت کا البتہ تجھ کو اور تیرے گروہ کو جو قاسطین اور محرمات کا حلال کرنے والا اور ظالم گروہ ہے اور جو شیطان رجیم کا ناصر و مددگار ہے، کو اپنے حال پر چھوڑ دینے سے اللہ سے ڈرتا ہوں۔ بتلا! کیا تو حجر اور ان کے عابد و زاہد ساتھیوں کا قاتل نہیں ہے؟ یہ لوگ وہ تھے جو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے تھے پس تو نے ان کو از روئے ظلم و جور تہ تیغ کر دیا درانحالیکہ ان کو بڑے عہد و پیمان دئے تھے اور یہ تیری اللہ کے خلاف کھلی ہوئی جرأت ہے اور اس کے عہد کی شدید توہین ہے۔ اور کیا تو نے عمرو بن حمق کو قتل نہیں کیا وہ عمرو جن کے چہرے کو کثرت عبادت نے نڈھال کر رکھا تھا ان کو بھی وعدۂ امان دینے کے بعد تو نے

قتل کروا دیا اگر تجھ کو اس وعدہ شکنی کا کچھ احساس و خیال ہوتو اس پہاڑ جیسی بلندی سے اترآتا جس پر تو قدم جمائے ہوئے ہے"

عبداللہ ابن عباس

ابن عباس نے بصرہ میں یہ تقریر کی۔

ایہا الناس! استعدوا للمسیر الی امامکم وانفروا فی سبیل اللہ فانکم تقاتلون المحلین القاسطین الذین لا یقرؤن القرآن ولا یعرفون حکم الکتاب و لا یدینون دین الحق (کتاب صفین ص۱۳۰)

اے لوگو! اپنے امام کے پاس چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور خدا کی راہ میں کوچ کرو کیونکہ تم ایک ایسے گروہ سے جہاد کرنے نکل رہے ہو جو حرام رسول کو حلال کرنے والے ہیں اور ان کا لقب فاسطین[1] (ظالمین) ہے یہ نہ قرآن پڑھتے ہیں اور نہ حکم کتاب خدا کو جانتے ہیں اور نہ دین حق پر ہیں۔

---

[1] ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مشہور حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے "یا علی! تقاتل بعدی الناکثین والقاسطین

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۶۵ پر)

حضرت عمار یاسر

حضرت عمار یاسر جن کا شمار رسولؐ کے بلند ترین صحابیوں میں ہوتا ہے معاویہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

یا اهل الاسلام اتریدون ان تنظروا الی من عادی اللہ ورسولہ وجاهدهما وبغی علی المسلمین و ظاهر المشرکین فلما اراد اللہ ان یظهر دینه وینصر رسوله صلی اللہ علیه اتی النبیؐ وهو واللہ فیما یری راهب غیر راغب وقبض اللہ رسولہؐ وانا واللہ لنعرفه بعداوة المسلم ومودة المجرم الا وانه معاویة فالعنوه لعنه اللہ وقاتلوه فانه ممن یطفی نور اللہ

باقی حاشیہ صفحہ (۱۶۴)

والمارقین (یا علی! تم میرے بعد ناکثین قاسطین مارقین سے جنگ کروگے) دیکھو مستدرک حاکم جلد ۳ ص۱۴۰، تاریخ ابن عساکر جلد ۵ ص۴۱ تاریخ ابن کثیر جلد ۷ ص۳۰۶، کنز العمال جلد ۶ ص۸۸ تاریخ خطیب بغدادی جلد ۳ ص۱۸۷، استیعاب جلد ۳ ص۵۳ وغیرہ وغیرہ۔

(دیکھو کتاب صفین صفحہ ۲۴۱ ، تاریخ طبری جلد ۶ ص ۸ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۳۶) ترجمہ: "اے مسلمانو! کیا تم دشمن خدا و رسول کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے مسلمانوں سے بغاوت کی اور مشرکوں کی حمایت کی ہے پس جب اللہ نے چاہا کہ اپنے دین کو ظاہر کرے اور اپنے رسول کی نصرت کرے تو یہ شخص نبیؐ کے پاس آیا اس وقت وہ خدا کی قسم خوفزدہ ہو کر آیا تھا اس کو اسلام کی طرف کوئی رغبت نہ تھی اور جب آنحضرت کی وفات ہو گئی تو اب ہم اس کو خدا کی قسم! مسلم کا دشمن مجرم کا دوست پاتے ہیں آگاہ ہو جاؤ! کہ وہ شخص معاویہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے لہٰذا تم (مسلمانو) اس پر لعنت کرو خدا اس پر لعنت کرے کیونکہ وہ خدا کے نور کو بجھانا چاہتا ہے۔"

حضرت ابو ایوّب انصاری

معاویہ نے جب ابو ایوب انصاری کو خط لکھا تو انہوں نے اس کی بابت حضرت علی کو بہ این الفاظ اطلاع دی۔

یا امیر المومنین! ان	اے امیر المومنین! بہ تحقیق
معاویۃ کہف المنافقین	معاویہ جو منافقوں کی جائے پناہ

کتب الی بکتاب   ہے اس نے مجھ کو ایک خط
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ صفحہ ۲۸)   لکھا ہے۔

معن بن یزید

حضرت معن بن یزید بن اخنس سلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجلہ اصحاب میں سے ہیں، جنگ بدر میں بھی شرکت کر چکے ہیں آپ معاویہ کے متعلق فرماتے ہیں ——— ما ولدت قرشیۃ من قرشی شرا منک (الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۳ ص ۴۵۰) اے معاویہ کسی قرشی عورت نے تجھ سے بد تر قرشی نہیں جنا۔

قیس بن سعد

حضرت قیس بن سعد بن عبادہ امیر قبیلہ خزرج نے معاویہ سے یوں خطاب کیا۔

انما انت وثن بن وثن   تو وثن بن وثن[1] ہے بکراہت

---

[1] وثن - صنم (منجد - قاموس)

دخلت فی الاسلام کرھا — اسلام میں داخل ہوا اور خوشی

وخرجت منه طوعا [1] — سے اس سے نکل گیا۔

حضرت محمد بن ابی بکر

حضرت محمد بن ابی بکر ان الفاظ کے ساتھ معاویہ سے مخاطب فرماتے ہیں ——— "من محمد بن ابی بکر۔ الی الغاوی معاویۃ بن صخر" یہ خط ہے محمد بن ابی بکر کی طرف سے گمراہ معاویہ بن صخر کی طرف کبھی فرماتے تھے ———

انت اللعین بن اللعین لم — تو ملعون بن ملعون ہے ہمیشہ سے

تزل انت وابوك تبغیان — تو اور تیرا باپ (ابوسفیان) اللہ

الغوائل لدین اللہ وتجھدان — کے دین کے خلاف خطرناک منصوبے

لاطفاء نور اللہ — بناتے رہے اور نور الٰہی کے خاموش

کرنے کی کوشش میں مصروف رہے۔" [2]

---

[1] دیکھو کامل مبرد جلد ۱ ص ۳۰۹ البیان والتبیین جلد ۲ ص ۶۸ تاریخ یعقوبی جلد ۲ ص ۱۶۳ عیون الاخبار ابن قتیبہ جلد ۲ ص ۲۱۳ مروج الذھب جلد ۲ ص ۶۳ وغیرہ وغیرہ

[2] مروج الذھب جلد ۲ ص ۵۹ کتاب صفین ص ۱۳۲ شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۲۸۳ جمہرۃ الرسائل جلد ۱ ص ۵۴۲۔

حضرت عمر بن خطاب

حضرت عمر امیر معاویہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے ــــــ

تذکرون کسریٰ وقیصر ودھائھما وعندکم معاویۃ

تم لوگ کسریٰ و قیصر کی مکاری کا ذکر کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس معاویہ موجود ہے (طبری جلد ۴ ص ۲۴۴)

حضرت ام المومنین عائشہ

۱۔ جب سے امیر معاویہ نے انتہائی فجیع و وحشتناک طریقہ سے حضرت محمد بن ابی بکر کو شہید کروایا اور گدھے کے مُردار کے اندر سی کر جلوایا اس وقت سے حضرت عائشہ کی بے قراری کا پوچھنا ہی کیا یہ واقعہ وہ ہے جس سے ایک غیر شخص کے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ بہن، چنانچہ تاریخوں میں ملتا ہے کہ جب آپ کو اس سانحہ کی اطلاع ملی تو بہ آواز بلند روئیں اور ہمیشہ بعد نماز معاویہ اور عمرو عاص کے لئے بد دعا کرتی رہیں اور مرتے دم تک بھنا ہوا گوشت نہیں کھایا[1]

---

[1] تذکرہ خواص الامۃ سبط ابن جوزی ص ۱۱۴ ط عراق، النصائح کافیہ ص ۶۲ تاریخ طبری جلد ۶ ص ۶۰ ۔

۲- اسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ سے کہا کہ آپ کو تعجب نہیں ہوتا کہ ایک آزاد کردہ شخص (معاویہ) اصحاب رسولؐ سے خلافت کے معاملے میں نزاع کر رہا ہے؟ سن کر انہوں نے جواب دیا ——— وما تعجب من ذلك هو سلطان الله يؤتيه البر والفاجر، وقد ملك فرعون اهل مصر اربعمائة سنة وكذالك غيره من الكفار (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۳۱) اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اللہ جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے وہ چاہے نیک کو دے یا فاجر کو دے۔ فرعون نے تو چار سو سال تک اہل مصر پر حکومت کی تھی اسی طرح دوسرے کفار نے بھی اس دنیا میں بہت حکومتیں کی ہیں۔

۳- ایک دن امیر معاویہ حضرت عائشہ کے مکان میں تشریف لے گئے تو ام المومنین نے فرمایا "کیا تم کو ڈر نہیں معلوم ہوا کہ میں کسی کو پس پردہ تمہارے قتل کروانے کے لئے بٹھا دوں!" معاویہ نے جواب دیا۔ نہیں آپ ایسا نہیں کر سکتیں کیونکہ میں امان کے گھر میں ہوں اور میں نے رسول اللہ سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا "الایمان قید الفتك" جس کے پیر میں ایمان

کی بڑی پڑی ہو وہ کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتا"

(مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۹۲)

معاویہ بن یزید

کہتے ہیں کہ "اھل البیت ادری ما فی البیت" گھر والے گھر کا حال خوب جانتے ہیں اس لئے امیر معاویہ کے متعلق جتنا ان کے حقیقی پوتے معاویہ بن یزید بن معاویہ کی گواہی وزنی ہو سکتی ہے کسی کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب وہ منبر پر گیا تو اس نے اپنی تقریر میں کہا ——— ان ھذہ الخلافۃ حبل اللہ وان جدی معاویۃ نازع الامر اھلہ ومن ھو احق بہ منہ، علی بن ابی طالب ورکب بکم ما تعلمون حتی اتتہ منیتہ فصار فی قبرہ رھینا بذنوبہ ——— ثم بکیٰ (صواعق محرقہ ص ۱۳۴) یہ خلافت ایک الٰہی رشتہ ہے اور میرے دادا معاویہ نے اس حکومت کے بارے میں اس سے نزاع کی جو اس کا اہل اور اس سے زیادہ استحقاق رکھتا تھا یعنی علی بن ابی طالب پھر وہ تم پر سوار ہو گیا جیسا کہ تم جانتے ہو یہاں تک کہ اس کو موت نے آلیا اب وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں میں

گرفتار ہے۔ ــــــ اس کے بعد وہ زار و قطار رونے لگا۔

معاویہ کے متعلق دیگر علماء و زعمائے اسلام کی رائے

اتنے احادیث وارشادات کے بعد اب کوئی ضرورت اس امر کی باقی نہیں رہ جاتی کہ دیگر اکابر ملت کے اقوال بھی امیر معاویہ کے متعلق پیش کئے جائیں جناب رسالت مآب حضرت علی حضرت امام حسن حضرت امام حسین ابن عباس و دیگر صحابہ کرام کے بعد دیگر افراد کی خاص اہمیت نہیں تاہم ان میں سے ہم چند ایک قول ہدیہ ناظرین کرتے ہیں ــــــ

۱۔ سعید بن جمحان کہتے ہیں کہ میں نے امام سفینہ سے پوچھا کہ بنی امیہ کا یہ گمان ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا ــــــ کذب بنو الزرقاء بل ھم ملوک من اشد الملوک و اول الملوک معاویۃ۔ یہ اولاد زرقا جھوٹے ہیں بلکہ یہ بادشاہوں میں سے ہیں وہ بھی سخت ترین بادشاہ[1]۔

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی ص۱۵۲ ط کراچی

۲۔ بیہقی اور ابن عساکر نے ابراہیم بن سوید سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ خلفا کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی۔ میں نے کہا "اور معاویہ؟ تو انہوں نے کہا۔ لم یکن احد احق بالخلافۃ فی زمان علی من علی۔ علی کے زمانہ میں علی کے سوا کوئی دوسرا خلافت کا حقدار نہ تھا۔[1]

۳۔ سلفی نے طیوریات میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد احمد بن حنبل سے علی اور معاویہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا۔

ان علیا کان کثیر الاعداء ففتش لہ اعداؤہ عیبا فلم یجدوہ فجاء و الی رجل قد حاربہ وقاتلہ فاطروہ کیاداً منہم لہ۔ علی کے بہت سے دشمن تھے پہلے تو انہوں نے علی میں عیب تلاش کئے جب ڈھونڈنے پر بھی کوئی عیب نہ ملا تو ایک ایسے شخص پر آجمے جس نے ان سے جنگ کی تھی اور از روئے کید و مکاری اس کی مدح و ستائش

---

[1] تاریخ الخلفا سیوطی ص۱۵۲ طبع کراچی

کرنا شروع کردی [1]

۴۔ عبد الشکور مسالمی کتاب تمہید فی بیان التوحید میں لکھتے ہیں۔ قال اهل السنة والجماعة بان معویة فی حال حیوة علی ومن تابعه کانوا مخطئین فی دعوی الامارة والبیعة باغین فی المقاتله مع علی۔ یعنی اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ امیر معاویہ اوران کے پیرو جناب علی کی زندگی میں امارت اور بیعت کے دعوے میں خطا کار تھے اور حضرت علی سے جنگ کرنے میں باغی تھے (ارجح المطالب ص۶۱۰)

۵۔ علامہ سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ معاویہ اوران کا باپ دونوں فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے اسی لئے معاویہ کو "طلیق بن طلیق" کہا جاتا ہے اور جو اس روز مسلمان ہوا اور اس نے ہجرت اختیار نہیں کی اس کا بھی یہی لقب ہے حضرت علی علیہ السلام اپنی ابتدائے عمر سے وفات رسولؐ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] تاریخ الخلفا ص۲۵۲ ط کراچی

رہے اور ہر جنگ میں ان کے ساتھ شریک رہے لیکن معاویہ اور ان کا باپ رسولؐ اللہ کے ساتھ ایک جنگ میں بھی شریک نہ ہوئے"

اس کے بعد سبط ابن جوزی کہتے ہیں کہ — کسی نے میرے دادا "ابوالفرج" سے سوال کیا کہ کیا معاویہ کو جنگ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی تھی؟ انہوں نے جواب دیا۔ کیوں نہیں! رسولؐ کی طرف سے نہیں کفار کی جانب سے ضرور شریک ہوئے تھے (تذکرہ خواص ص۱۱ طعراق)

حافظہ نباشد

ابن حجر مکی نے "معاویہ" کی جانب سے ڈٹ کر دفاع کیا ہے اور حضرت علیؑ جن کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی ان کے اس کھلے ہوئے دشمن جانی کی حمایت میں پورا رسالہ "تطہیر الجنان" لکھ ڈالا۔ مگر اس کو کیا کہئے کہ زور بیان میں ان کے قلم سے بہت سی ایسی باتیں بھی نکل گئی ہیں جن پر زن لپسر مردہ بھی ہنس پڑے۔

دنیا جانتی ہے کہ امیر معاویہ فتح مکہ کے روز اسلام لائے

جس کے بعد اُن کو رسولؐ اللہ کے ساتھ جہاد کرنا نصیب نہ ہوا جیسا کہ ابو الفرج اصفہانی کا قول اوپر گزر چکا و نیز حضرت علیؑ و صحابہ کے اقوال سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حضرت ہمیشہ رسولؐ کے خلاف ہی بر سر پیکار رہے مگر اس کے باوجود داد دینا چاہیئے ابن حجر کے حافظہ کی کہ انہوں نے امیر معاویہ کی فضیلت کا ایک پہلو ڈھونڈھ ہی نکالا پڑھیئے اور سر دُھنیئے ———

وسئل فقیل یا ابا عبد الرحمٰن	عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا گیا کہ
ایما افضل معاویۃ او عمر بن	معاویہ افضل تھے یا عمر بن عبد العزیز
عبد العزیز فقال واللہ	تو انہوں نے جواب دیا خدا
ان الغبار الذی دخل	کی قسم جو غبار معاویہ کے گھوڑے
فی انف فرس معاویۃ مع	کی ناک میں رسول اللہ کی معیت
رسول اللہ افضل من عمر	میں، اندر چلا گیا وہ عمر سے
بالف مرۃ۔ (رسالہ تطہیر الجنان	ہزار درجہ افضل ہے۔

ہنا)

گھوڑے کی ناک کے غبار سے یقیناً جنگ ہی میں شرکت مقصود ہے ورنہ سفر وغیرہ میں تو سب ناقوں پر سوار ہوتے تھے تو وہ کونسی جنگ تھی جس میں حضرت معاویہ رسولؐ اللہ کے ساتھ شریک ہوئے

تھے؟ کاش کہ اہل تاریخ نے فتح مکہ کے بعد ایک ہی جنگ کا نام لیا ہوتا جس میں معاویہ نے دادِ شجاعت دی ہو! عبداللہ بن مبارک بچارے کی رُوح بھی اس اسناد پر پھڑک اٹھی ہو گی۔

ممکن ہے کہ ہم سے کوئی یہ شکایت کرے کہ ہم نے معاویہ کے فضائل بیان نہیں کئے! ہم کیا فضیلت بیان کریں اس کی جس کی سب سے بڑی فضیلت حضرت علی سے جنگ کرنا ہو، جس کی سب سے بڑی فضیلت عمار یاسر کو قتل کروانا ہو، جس کی سب سے بڑی فضیلت یزید کو اپنا جانشین مقرر کرنا ہو، ہم اس کی فضیلت میں کیا بیان کریں جس کے متعلق امام نسائیؒ و ابن راہویہ یہ فرمائیں۔

ولم یقبل فضائلہ ولا مناقبہ لانہ لم یصح فی فضائلہ شئ۔ معاویہ کے فضائل میں کچھ بھی مقبول نہیں اور نہ ان کے مناقب قابل قبول ہیں کیونکہ ان میں سے کچھ بھی ہرگز سچا نہیں ہے[1]۔

سیوطی لآلی مصنوعہ میں یہ ارشاد کریں ——— الاحادیث فی فضل معاویۃ کلھا موضوعۃ لا اصل لھا۔ جتنی حدیثیں

---

[1] رسالہ تطہیر الجنان ص۹ ط مصر

معاویہ کی فضیلت میں ہیں وہ سب گڑھی ہوئی ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں۔

صاحب فتح الباری یہ ارشاد کریں ——— ورد فی فضائل معاویة احادیث کثیرة لکن لیس فیھا ما یصح من طریق الاسناد، معاویہ کے فضائل میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن طریق اسناد کی رو سے ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے (فتح الباری جلد ۷، ص۸۳)

عینی عمدۃ القاری میں افادہ کریں ——— فان قلت قد ورد فی فضلہ یعنی معاویة احادیث کثیرة قلت: نعم، ولکن لیس فیھا حدیث صحیح۔ اگر تم یہ کہو کہ معاویہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں تو میں کہوں گا کہ ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے (باب ذکر معاویہ)

امام شوکانی فرمائیں ——— اتفق الحفاظ علی انہ لم یصح فی فضل معاویة حدیث۔ حفاظ علم حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث درست نہیں ہے (فوائد مجموعہ)

حد یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ تک کو یہ کہنا پڑے ——— وطائفة

وضعوا لمعاویۃ فضائل و رووا احادیث عن النبیؐ فی ذلک کلھا کذب۔ ایک گروہ نے معاویہ کے حق میں فضائل وضع کئے ہیں اور اس سلسلہ میں نبیؐ کی طرف حدیثیں منسوب کی ہیں درانحالیکہ وہ سب کی سب سراسر جھوٹ ہیں۔ (منہاج السنۃ جلد ۲ ص۲۰۷)

امام بخاری نے بھی باب فضل معاویہ کے نام سے کوئی باب قائم نہیں کیا بلکہ باب ذکر معاویہ کہا ہے جس کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا ہے ——— اشاد بھذا الی ما اختلقوہ لمعاویۃ من الفضائل مما لا اصل لہ۔ امام بخاری نے اس سے معاویہ کے ان فضائل کی طرف اشارہ کیا ہے جن کو لوگوں نے بنا ہے اور ان کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ (فتح الباری جلد ۷ ص۸۳)

اب داد کے قابل ہے یا نہیں کہ اتنی کھوکھلی بنیاد پر ابن حجر جیسے افراد نے فضائل حضرت معاویہ کی عمارت کھڑی کی ہے اور اس ذیل میں آپ کے متعلق چند چیزوں کا ذکر بڑی شد و مد سے کیا جاتا ہے۔ (۱) آپ کاتب وحی تھے (۲) آپ خال المومنین (مومنین کے ماموں جان) تھے (۳) احادیث در مناقب معاویہ۔

معاویہ اور کتابت وحی

سب سے پہلے تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس قصہ کی اگر کوئی اصلیت ہوتی تو صحاح ستہ میں اس کا ذکر ہوتا ہے اور علماء کو بصد حسرت و یاس یہ کیوں فرمانا پڑتا —— انہ لم یصح فی فضائلہ شئی۔ درانحالیکہ جب ہم اس حدیث کی اصلیت کو کریدتے ہیں تو نتیجہ میں مایوسی ہوتی ہے۔

"کتابت وحی کی حدیث دربارۂ معاویہ صحیح نہیں ہے"
(النصائح کافیہ ص۱۱)

"معاویہ کی کتابت میں اختلاف ہے۔ اہل سیرت کے محققین کا کہنا ہے کہ وحی، حضرت علی اور زید بن ثابت اور زید بن ارقم وغیرہ لکھتے تھے اور حنظلہ ابن ربیع تیمی اور معاویہ ابن ابی سفیان بادشاہوں اور رؤساء کی طرف خطوط لکھتے تھے (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص۶۳، رسالہ تطہیر الجنان اصابہ جلد ۳ ص۴۳۳)

اب رہا یہ امر کہ رسول کا کاتب وحی نہ سہی کاتب خط ہی سہی یہ بھی ایک شرف ہے تو اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ کوئی ایسا شرف نہیں جو صرف اہل ایمان کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ واقعات

بتلاتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ایسے افراد سے بھی کتابت کا کام
(بہ مصلحت) لیا ہے جو بعد میں مرتد ہو گئے جیسے عبداللہ بن ابی
سرح جس کے متعلق یہ آیت اتری (ومن اظلم ممن افتری علی
اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شیٔ)[1] عبداللہ بن
ابی سرح کا رسولؐ اللہ نے خون معاف کر دیا تھا لیکن جب حضرت
عثمان تخت خلافت پر بیٹھے انہوں نے اس کو بھی معاف کر دیا۔
(منہاج السنۃ جلد ۳ صؔ ۲۳۸) دوسرا شخص جو کاتب رسولؐ ہونے کے
باوجود مرتد ہو گیا عبداللہ بن خطل تھا۔ اس کو فتح مکہ کے دن قتل
کیا گیا[2] لہٰذا ایسے لوگوں کے کاتب ہونے ہوئے، کتابت امیر
معاویہ میں کوئی فضیلت باقی نہیں رہ جاتی۔ پھر امیر معاویہ کی پاسداری
اس لئے بھی ضروری تھی کہ ان کا شمار "مولفۃ القلوب" میں ہوتا
تھا[3] اس کے بعد ذرا ان احادیث پر بھی نظر ڈالئے جن کے ذریعہ
سے امیر معاویہ کی کتابت کو ثابت کیا جاتا ہے ـــــــ

---

[1] و [2] نصائح کافیہ صؔ ۱۰۱، عقد الفرید ج ۲ صؔ ۲۰۲
[3] دیکھو اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، استیعاب ابن عبد البر، تاریخ
طبری جلد ۲/ ۲۹۷، ارجح المطالب صؔ ۶۰۷

۱۔ جناب عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسولؐ اللہ کا ام حبیبہ کے پاس جانے کا دن ہوا تو کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، نبیؐ نے کہا دیکھو دروازہ پر کون ہے؟ جواب ملا، معاویہ ہیں، فرمایا، آنے دو! معاویہ اس شان سے اندر آئے کہ کان پر ایک قلم دھرا ہوا تھا رسولؐ اللہ نے پوچھا اے معاویہ! یہ تمہارے کان پر کیسا قلم ہے؟ جواب دیا یہ وہ قلم ہے جو میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے مہیا کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا — خدا تم کو اپنے نبیؐ کی طرف سے جزائے خیر دے میں نے تو تم کو وحی الہٰی کی بنا پر اپنا کاتب بنایا ہے۔ تم اس وقت کیا کرو گے جب اللہ تم کو خلافت کی قمیص پہنائے گا یہ سن کر ام حبیبہ رسولؐ اللہ کے آگے آ کر بیٹھ گئیں اور انہوں نے پوچھا۔ کیا یہ خلافت کی قمیص بھی پہنیں گے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا، ہاں لیکن اس میں کچھ ناگفتہ بہ باتیں بھی ہوں گی۔ ام حبیبہ نے کہا یا رسولؐ اللہ پھر آپ اس کے لئے دعا کریں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا — پالنے والے اس کی ہدایت کر اور اور اس کو ہلاکت سے بچا اور دنیا و آخرت میں اس کی بخشش فرما۔ (طبرانی)

وہ رسولؐ جس کو آئندہ ہونے والے واقعات کا پتہ تھا اور یہ معلوم تھا کہ اللہ معاویہ کو خلافت کی قمیص پہنائے گا اگر معاویہ کو اللہ نے خلافت کی قمیص پہنائی تو علی کو کس نے پہنائی ہے ؟ کیا دونوں کو بیک وقت اللہ نے قمیص پہنائی تھی ؟ رسولؐ آئندہ خلافت کا حال جانتے تھے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ دروازہ پہ کون ہے؟ یہ بھی معاذ اللہ نہیں معلوم تھا کہ کان پر قلم کس لئے ہے ؟

رسولؐ اللہ نے معاویہ کے لئے دعائے مغفرت کی اور نبیؐ کی دعا ضرور مقبول ہوتی ہے شاید اسی دعا کے گھمنڈ میں امیر معاویہ نے حضرت علی سے بغاوت کر کے اسلام میں سب سے پہلے بغاوت کا علم اونچا کیا[1]

اسی دعا کے زور میں عمار یاسر اور دوسرے اصحاب رسولؐ کو شہید کر ڈالا[2]

اسی دعا پہ اعتماد کرتے ہوئے حجر بن عدی، عمرو بن حمق، مالک اشتر، محمد بن ابی بکر جیسے صحابہ کرام و برگزیدہ خلائق افراد کو موت

---

[1] دیکھو شرح مقاصد تفتازانی - ارجح المطالب ص۶۱۳

[2] کامل ابن اثیر، اسد الغابہ، خصائص نسائی - ارجح المطالب ص۶۲۵

گھاٹ اتار دیا۔[1]

شاید اسی دعا کے بل بوتے پر شاہزادۂ جنت امام حسن مجتبیٰ کو زہر پلوا دیا[2]

اور اسی دعا کی وجہ سے یزید کی بغلوں میں ہاتھ دے کر تخت حکومت پر بٹھا دیا تاکہ یزید حسین کو قتل کر کے اچھی طرح رسولؐ کا دل خوش کر دے۔!

طبرانی کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے نقل کرنے میں "سری بن عاصم" منفرد ہے۔

۲۔ ایک دفعہ بنی ہاشم میں سے دس آدمی رسولؐ اللہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے آپ کو رسالت سے مشرف کیا ہے اور ہم کو آپ سے عزت دی ہے کیا بات ہے کہ معاویہ ابن ابی سفیان وحی لکھتا ہے۔ درانحالیکہ آپ کے اہل بیت میں سے دوسرے لوگ بھی اس کام کو انجام دے سکتے ہیں اور وہ اس سے اولیٰ ہیں۔ یہ سن کر رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اچھا کسی

---

[1] تاریخ ابن عساکر، تاریخ ابن کثیر اصابۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱

[2] استیعاب، مروج الذہب، تذکرۂ خواص ارجح المطالب صفحہ ۶۲۸ (تفصیل آگے آئے گی)

اور کو تلاش کرو۔ وحی ہر چھٹے روز نازل ہوا کرتی تھی جب رسولؐ اللہ نے معاویہ سے وحی لکھوانا بند کرادی تو چالیس روز تک جبرئیل نہ آئے جب چالیسواں روز ہوا تو جبرئیل ایک رقعہ لئے ہوئے نازل ہوئے جس پر لکھا تھا ——— تم کو یہ حق نہیں پہنچا کہ جس کو اللہ نے وحی لکھنے کے لئے مامور کیا ہے اس کو بدلو وحی معاویہ ہی لکھیں گے کیونکہ وہ امانتدار ہیں (تاریخ ابن عساکر)

دیکھئے کس مزے کی حدیث ہے۔ چالیس روز تک قدرت روٹھی رہی، پہلے ہی بتلا دیا ہوتا کہ وحی وہی صاحب لکھیں گے جو گزشتہ دور میں تمہارے سر پر اور آئندہ دور میں تمہارے بھائی علی کے سر پر تلوار کھینچیں گے، پھر چالیس روز تک وحی کا نہ آنا گویا تعطل نظام اسلام کا اقرار ہے اتنے عرصے میں ضرور مقدمات وغیرہ پیش آتے ہوں گے جس کے لئے نبیؐ کو وحی الٰہی کی ضرورت لاحق ہوتی ہوگی اور اس کے لئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوں گے مگر ادھر سے صدائے برنخواست والا معاملہ ہے، کیوں ہمارے معاویہ کو بگاڑا ——— بس ہم بھی بگڑ گئے ——— نعوذ باللہ و استغفر اللہ من ذلک قدرت اور نبوت کیا ہوئی کھیل ہو گئی شاید انہی خرافات کی وجہ سے خود ابن عساکر نے اس خبر کو نقل کرنے

کے بعد کہا ہے کہ —— یہ خبر منکر ہے اور اس کی سند میں بہت سے مجہول راوی ہیں۔ اور ابن حجر نے لسان المیزان (۲/ ۴۱۱) میں لکھا ہے کہ —— بل ھو مما یقطع ببطلانہ فو اللہ انی لاخشیٰ ان یکون الذی افتراہ مسلوخ الایمان۔ بلکہ میں اس خبر کے باطل ہونے پر یقین رکھتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ پر افترا کیا ہے وہ بے ایمان قسم کا آدمی تھا۔

۴۔ ایک حدیث طویل انس سے مروی ہے کہ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :۔

"ایک دفعہ جبرئیل امین نازل ہوئے اس وقت اُن کے ہاتھ میں خالص سونے کا قلم تھا۔ جبرئیل نے کہا کہ علی اعلیٰ نے سلام کے بعد فرمایا ہے کہ —— اے میرے حبیب! میں نے یہ قلم عرش بریں سے معاویہ کو ہدیہ بھیجا ہے اور ان سے کہو کہ وہ اس سے آیۃ الکرسی لکھیں اور اس پر اعراب و نقطہ بھی لگا کر تم کو دکھلائیں اس کے بدلہ میں میں نے ان کو یہ ثواب عطا کیا ہے کہ جو بھی آیۃ الکرسی پڑھے اس کا قیامت تک کا ثواب معاویہ کو ملتا رہے گا۔ (الیٰ قولہ) پس معاویہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ قلم لے کر اپنے کان کے اوپر

رکھ لیا اور حمد و شکر الٰہی میں مشغول رہے یہاں تک کہ دوات لائی گئی پھر معاویہ نے آیۃ الکرسی بہترین خط میں تحریر کر کے اعراب اور نقطے لگا کر پیغمبرؐ کی خدمت میں پیش کی تو پیغمبرؐ نے دعا دی کہ جتنے افراد آیۃ الکرسی پڑھیں گے ان کے عدد کے مطابق قیامت تک اللہ تم کو اس کا ثواب عطا کرے گا" اس لائق قدر حدیث "شریف" کو پڑھنے کے بعد اتنی باتیں دماغ میں گھومتی ہیں۔

۱۔ جبرئیل نے ادھورا کام کیوں کیا کہ قلم لائے اور دوات نہ لائے، عرش کا قلم اور فرش کی دوات، اگر راوی نے دوات کا ذکر نہ کیا ہوتا تو ہم یہ سمجھ لیتے کہ چلو وہ پارکر کی طرح کا فونٹین پن ہوگا اور اس طرح قلم خود نویس کی ایجاد کا سہرا بھی مسلمانوں کے سر رہتا مگر اس کو کیا کیجئے کہ شاید راوی کی چوک سے یہ استدلال بھی کرکرا ہو گیا۔

۲۔ یہ جو آپ نے تاریخوں میں پڑھا ہے کہ قرآن پر اعراب و نقطے وغیرہ رسولؐ کی وفات کے ۳۰۔۴۰ سال بعد لگائے گئے یہ بھی جھوٹ ہے۔!

۳۔ زید ابن ثابت نے جس وقت قرآن جمع کیا تو ضرور انہوں نے حضرت معاویہ کے اس سونے کے قلم سے لکھی ہوئی مشکل معجم

آیۃ الکرسی معاویہ سے لے کر قرآن میں درج کی ہو گی ــــــــ مگر افسوس کہ تمام تاریخیں اس کی منکر ہیں، خیر سے کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں ہے ــــــــ یہ کیا ہو گیا ہے مورخین اسلام کے حافظوں کو کہ امیر شام کی اتنی زبردست فضیلت کو لکھنا بھول گئے۔ اس کے علاوہ اس حدیث شریف کے متعلق علمائے اسلام کیا فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے ــــ

"حسین بن یحییٰ ختانی نے اس حدیث کو گڑھا ہے" (سبط ابن جوزی)

"یہ حدیث احمد بن عبد اللہ کی من گڑھت معلوم ہوتی ہے۔"
(ذھبی)

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث احمد یا حسین کی بنائی ہوئی ہے۔" (نقاش)[1]

امید ہے کہ یہ تین حدیثیں، جو بطور نمونہ پیش کی گئیں حضرت معاویہ کی کتابت کی نقاب کشائی کرنے کے لئے کافی ووافی ہوں گی۔ اب بھی اگر کوئی دغدغہ باقی رہ جائے تو علامہ دہر معاصر قابل فخر حجۃ الاسلام شیخ عبد الحسین امینی مدظلہ کی معرکۃ آلارا کتاب "الغدیر" کی جلد ۱۱

---

[1] دیکھو لسان المیزان و میزان اعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۵

اور ۱۲ کی طرف مراجعہ فرما سکتے ہیں)۔

خال المومنین

خال المومنین ہونا بھی فضیلت سے خالی ہے کیونکہ اگر صرف خال المومنین ہونا لائق فخر ہو سکتا ہے تو حی بن اخطب یہودی کو زیادہ فخر ہونا چاہیئے کیونکہ وہ تو مومنین کا "نانا" ہوتا ہے اس کی بیٹی "صفیہؓ" بھی زوجۂ رسولؐ تھی اور وہ بھی اسی طرح سے "ام المومنین" کے لقب کی مستحق ہیں جس طرح "ام حبیبہؓ" یا "عائشہ و حفصہؓ" وغیرہ۔ سب سے بڑے خال المومنین حضرت محمد بن ابی بکرؓ تھے ان کے اس شرف کا کبھی کوئی تذکرہ نہیں کرتا، سچ ہے، ان کا یہی قصور تھا کہ اہلبیتؑ کی محبت میں مارے گئے اور یہ قصور ناقابل معافی ہے!

احادیث در بارۂ معاویہ

اب رہ جاتی ہیں وہ "طرفہ" احادیث جو ابن حجر وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں ان کی روایتی حیثیت تو سطور ماقبل میں معلوم ہی ہو چکی اب ذرا درایت کی "درانتی" پر ان کو رکھ کر دیکھئے۔

۱۔ عوف بن مالک اریحا کی مسجد میں سو رہے تھے ایک مرتبہ جو چونکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شیر چلا آرہا ہے یہ دیکھتے ہی عوف نے ہتیار سنبھالے۔ اس شیر نے کہا ٹھہرو جلدی نہ کرو میں ایک پیغام

دے کر بھیجا گیا ہوں، عبداللہ نے کہا، کس نے بھیجا ہے؟ اس نے کہا:۔ اللہ نے مجھ کو تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم سے کہوں کہ معاویہ اہل جنت میں سے ہیں (رسالہ تطہیر الجنان صہ ۱۲)

آیا عقل شریف میں یہ اس شیر کو صرف اریحا فلسطین کا ایک شہر ہے) کی مسجد ہی میں آنا تھا اور کہیں نہ آیا۔ اس کہانی سے شاید بچوں کو بھی ہنسی آجائے۔ یہ شیر میدان صفین میں کیوں روباہ بن گیا تھا اگر وہاں آکر ڈکارتا کہ —— "معاویہ جنتی ہیں خبردار ان سے جنگ نہ کرنا" تو کاہے کو مسلمانوں کا خون پانی بنتا۔

یہ شیر "شیر خدا" حضرت علی کے سامنے اس وقت کیوں نہ آیا جبکہ وہ اپنی دودھاری ذوالفقار لئے معاویہ کو للکار رہے تھے کہ —— نکل آؤ میدان میں مسلمانوں کو کٹوانے سے کیا حاصل ہیں اور تو باہم فیصلہ کرلیں مگر حضرت معاویہ میں نکلنے کی ہمت نہ تھی[1] یہ شیر اس وقت بھی کہیں غائب ہوگیا تھا جب عمار یاسر جیسا صحابی رسول شہید کیا گیا اور امیر معاویہ کے گروہ نے "فئۃ باغیہ" کا لقب پایا اگر یہ شیر آکر عمار کو سمجھا دیتا تو کیوں عمار کی جان مفت میں جاتی۔ کہیں یہ شیران بے شمار شیروں بلیوں میں سے تو نہیں تھا جن کی رال امیر معاویہ کے درہم و دینار پر ٹپک پڑی ——؟

[1] شرح نہج البلاغہ عبدالرزاق ملیح آبادی صہ ۳۰۲

۲- ابو ہریرہ کی روایت ہے ـــــــ الامناء عند اللہ ثلاثۃ انا وجبرئیل ومعاویۃ - جناب رسالت مآبؐ نے ارشاد فرمایا کہ امین تین ہیں - میں، جبرئیل اور معاویہ -

کیوں جناب کیا خیال ہے، رسولؐ، جبرئیل اور امیر معاویہ بس یہی تین امین ہیں ـــ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان کہاں گئے؟ پھر تو بعد رسول انہی کو خلافت ملنا چاہیئے تھی یہ اہل سقیفہ سے کیا چوک ہوگئی؟ کیا ان کے نزدیک خلافت کے لئے امانت کی ضرورت نہیں تھی؟! بہر حال علماء کا نظریہ اس حدیث جلیل القدر کے متعلق یہ ہے ـــ

"یہ حدیث باطل اور گڑھی ہوئی ہے" (خطیب بغدادی)

"یہ جھوٹ ہے" (ذھبی)

"ہر حیثیت سے باطل ہے" (ابن عدی)

"اس کا راوی کذاب اور احادیث کا گھڑنے والا ہے" (ابو علی)[1]

۳- جناب جعفر بن ابی طالب نے جناب سرور کائناتؐ کی خدمت

---

[1] لسان المیزان ۲/۲۲۰ تاریخ ابن کثیر ۸/۱۲۰، تاریخ خطیب بغدادی ۱۱/۸۷ وغیرہ

میں بھی ہدیہ بھیجی اس میں سے آنحضرتؐ نے تین دانہ امیر معاویہ کو دیئے اور فرمایا لو تم ان کے ساتھ مجھ سے جنت میں ملاقات کروگے۔

اس میں بھی چند سوال ہیں۔

ان بہیوں کو نہ کھاؤ یہانتک کہ جنت میں ان کو لے کر آنا ؟ یا کھالو لیکن جب جنت میں آؤگے تو یہ دوبارہ شکم سے برآمد ہو جائیں گی ؟

سب سے لطیف بات یہ ہے کہ حضرت جعفر جنگ موتہ میں قبل فتح مکہ شربت شہادت نوش فرما چکے تھے اور اس وقت امیر معاویہ مع اپنے والد ماجد کے (بحالت کفر) مکہ میں رونق افروز تھے (حافظہ نباشد کی کیا اچھی مثال ہے)

علماء کے آراء

یہ حدیث گڑھی ہوئی ہے اس کی آفت ابراہیم بن ذکریا ہے (ابن حبان)

ابراہیم بن ذکریا گڑھی ہوئی حدیثیں بیان کیا کرتا تھا (ذھبیؒ)

لہ میزان ۱/۱۶

۴۔ جناب رسالت مآبؐ سے روایت ہے کہ ان اللہ ائتمن علی وحیہ جبرئیل وانا و معاویۃ وکاد ان یبعث معاویۃ نبیا لکثرۃ علمہ و ائتمانہ علی کلام ربی یغفر اللہ لمعاویۃ ذنوبہ ووقاہ حسابہ، وعلمہ کتابہ، وجعلہ ھادیا مھدیا وھدی بہ۔ اللہ نے اپنی وحی کا تین کو امانتدار بنایا، جبرئیل، میں اور معاویہ اپنی کثرۃ علم کی وجہ سے اور اللہ کی امانتداری کی وجہ سے قریب ہے کہ معاویہ نبی مبعوث ہو، اللہ نے معاویہ کے گناہوں کو معاف کر دیا اور اس کو حساب سے بھی بچا لیا، اس کو کتاب کا علم عطا کیا، اس کو ہادی و مہدی بنایا اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کی ہدایت کی ہے۔ (ابن عساکر)[1]

اسی قسم کے احادیث نے "ختم نبوت" کو دھچکا پہنچایا کہیں کہہ دیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا "لو لم ابعث فیکم لبعث عمر" کبھی کہہ دیا "لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطابؓ" اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ ایسے ہی احادیث نے لوگوں کو امیدوار رسالت بنا دیا اور آج تک مدعیان نبوت موجود

---

[1] تاریخ ابن عساکر جلد ۳ ص ۲۸۷

ہیں اگر اس قسم کی حدیثیں گڑھ کر شان نبوت کو کم نہ کیا گیا ہوتا تو
کیوں یہ نوبت پہنچتی بہر حال حضرت عمر سے تو ہم کو بحث نہیں
سوال اس وقت حضرت معاویہ کا ہے جن کو اللہ کثرت علم کی
بدولت نبی بناتے بناتے رہ گیا۔ جس کا اس حدیث پر ایمان ہے
اس سے سوال ہے کہ جبکہ معاویہ فتح مکہ کے موقعہ پر ایمان لائے
جس کے تین سال کے بعد رسولؐ کی وفات ہو گئی تو یہ علم انہوں نے
سیکھا کب؟ اور کیا یہ ان کی کثرت علم ہی تھی جس کی بنا پر انہوں نے
زیاد کو زبردستی ابوسفیان کی طرف منسوب کر دیا جس کے متعلق مؤرخین
کا کہنا ہے کہ اس میں انہوں نے رسولؐ کی متفقہ حدیث ۔ الولد
للفراش وللعاھر الحجر" کی علانیہ مخالفت کی۔

پھر امیر معاویہ نے کونسی امانت داری کی جس کی بنا پر کہا گیا
کہ ——— انہ اءتمن علی دمیہ ۔ کیا کتاب کی امانت داری کی؟
اس کو نیزوں پر بلند ہونے والا قرآن ہی بتائیگا ۔ کیا سنت کی
امانت داری کی؟ درانحالیکہ اس پر جس طرح انہوں نے عمل کیا
وہ ظاہر ہے، آل رسول سے دشمنی شاید سنت رسولؐ ہی ہے
گویا رسولؐ وقت رحلت فرما گئے تھے کہ میرے بعد میری آل سے
دل کھول کر جنگ کرنا۔ یا خون مسلم سے امانت داری کی؟ اس کا

جناب محمد بن ابی بکر، مالک اشتر، عمرو بن حمق، حجر بن عدی، عمار یاسر کی مظلوم روحیں دیں گی۔

عبداللہ بن جابر سوسی حدیث چور ہے (ابن عساکر)[1]

۵۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:۔ انت یا معاویۃ منی وانا منک لتزاحمنی علی باب الجنۃ کھاتین واشاد باصبعیہ۔ اے معاویہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور جنت کے دروازہ پر تم میرے شانہ سے یوں شانہ بھڑا کر چلو گے۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنی دونوں انگلیاں جوڑ دیں۔ (میزان اعتدال)

جب معاویہ کو رسولؐ کے ساتھ اتنا اختصاص ہوا کہ وہ ان کے ساتھ پہلو بھڑا کر چلیں گے تو باقی صحابہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ کب جائیں گے رسولؐ سے پہلے یا رسولؐ و معاویہ کے بعد!

"باطل حدیث ہے (ذھبی)[2]

۶۔ امیر معاویہ کے فضائل میں یہ حدیث بڑے زور و شور سے پیش کی جاتی ہے کہ جو خود امیر معاویہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں

---

[1] تاریخ ابن عساکر جلد ۷ ص۲۲۴

[2] میزان اعتدال جلد ۲ ص۱۳۳ لسان المیزان جلد ۳ ص۳۷۶

ما ذلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال رسول اللہ اذا ملکت فاحسن (صواعق محرقہ وغیرہ) یعنی میں اس وقت سے خلافت کی لالچ کرنے لگا جب سے رسول اللہ نے فرمایا اے معاویہ! جب تم بادشاہ بننا تو احسان کرنا۔

کیا خوب رسولؐ تو "اذا ملکت" کہہ کر بادشاہی کی خبر دے رہے ہیں اور امیر معاویہ خلافت کی طمع فرما رہے ہیں، بعید نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے خبر دے دی ہو کہ تم بھی بادشاہ بنو گے اور اس سلسلہ میں نصیحت بھی کی ہو کہ جب بادشاہ بننا تو احسان سے کام لینا لیکن اس سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ "معاویہ شاہی رسولؐ کی مرضی سے تھی اور آنحضرتؐ اس کے مقرر کرنے والے تھے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ جن کاہنوں نے جناب رسالت مآبؐ کی پیشین گوئی کی تھی وہی آنحضرت کی نبوت کے ذمہ دار (معاذ اللہ) اور گویا آپؐ کے مقرر کرنے والے تھے۔ پھر کیا احسانات فرمائے ہیں امیر معاویہ نے اپنی بادشاہی کے زمانہ میں۔

آل رسولؐ سے عداوت ایک احسان!

خلیفہ برحق سے جنگ آزمائی دوسرا احسان!

نواسۂ رسولؐ کو زہر دینا۔ تیسرا احسان [1]

---

[1] دیکھو تاریخ مروج الذہب ج ۲ ص۱۸ مقاتل الطالبین ص۵۱ ابوالفدا ج ۱ ص۱۸۳ روضۃ الصفا ج ۳ ص۸ حبیب السیر ج ۲ ص۱۸ طبری فارسی ترجمہ ص۳۰۴ استیعاب ج ۱ ص۱۴۴ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص۴۳ وغیرہ

یزید پلید کو اپنا جانشین مقرر کر کے رسولؐ کے دوسرے نواسہ کا خون بھی اپنی گردن پر لیا۔ چوتھا احسان!

مسلمانوں کی خلافت کو کھلی ہوئی بادشاہی میں تبدیل کر دیا، پانچواں احسان!

کیسے کیسے شیعیان علی وصحابہ نبیؐ کو چن چن کر تہ تیغ کیا، چھٹا احسان!

نناوے سال تک زوج بتول وپدر ذرینۂ رسولؐ پر گالیاں دلوائیں اور ان کو عین عبادت قرار دیا — ساتواں احسان[1]!

واقعہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے امت محمدی پر وہ احسانات کئے ہیں جن کو دیکھ کر رسولؐ کی رُوح طیبہ نہایت خوش ہو گئی ہو گی۔ اب رہی اس کی سندی حیثیت تو وہ اسی سے ظاہر ہے کہ — اذا ملکت فاحسن اذا ولیت امرا فاعدل اور اس جیسی دوسری روائتیں خود امیر معاویہ کی بیان کی ہوئی ہیں اور آپ ہی ان کی نقل میں منفرد ہیں۔ کیا حال بیان ہو اس روایت کی وثاقت کا جس کا فائدہ حضرت راوی ہی کو ملنا ہو۔ ایسی ہی روایات کے لئے شاید شاعر مشرق علامہ اقبال نے کہا ہے ؎

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو کتاب ہذا کا صـ۲۷۲

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

اور شاعر مشرق کیا خود قدرت نے ازیں قبل ارشاد فرمایا ہے
فویل لہم مما کتبت ایدیہم وویل لہم مما یکسبون ۔

۷۔ ایک روایت اور کافی زور دے کر بیان ہوتی ہے اور اس سے امیر معاویہ کے اسلام پر استدلال کیا جاتا ہے ۔

آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کے متعلق فرمایا ۔ ان ابنی ھذا سید وسیصلح اللہ بہ بین فئتین عظمتین من المسلمین ۔ یہ میرا فرزند سردار ہے اور اس کے ذریعہ سے اللہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کروائے گا ۔ اس حدیث کا مبنیٰ اس بات پر ہے کہ علی والے اور معاویہ والے دونوں پکے مسلمان تھے اور دونوں حق کی طرف سے لڑ رہے تھے اور دونوں طرف سے قتل ہونے والے جنت میں جائیں گے چنانچہ روایت ملاحظہ ہو ـــ حضرت علی فرماتے ہیں ـــ قتلای وقتلی معاویۃ فی الجنۃ (صواعق ص۱۹) میرے مقتولین اور معاویہ کے مقتولین سب جنت میں چلے جائیں گے ۔ کیا یہ صحیح ہے کہ جنت دو متضاد نظریوں کی طرف ہو، اس کی طرف بھی جو خلیفہ برحق کے حق میں تلوار اٹھائے ہو، اور اس کی طرف بھی جو

اس کے خلاف تلوار کھینچے ہوا ور اس کو نہ مانتا ہو ہے — تو پھر منقولین ردّہ کو کیا کہو گے ؟ جن کا جرم صرف اتنا تھا کہ انہوں نے حضرت ابوبکر کو نہ تسلیم کرتے ہوئے زکوٰۃ ٹیکس روک دیا تھا ورنہ وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کہنے والے تھے! کیا یہ ممکن ہے کہ دو اور دو چار بھی ہوں اور تین بھی ؟ اگر یہ ممکن ہے تو ٹھیک ہے کہ قاتل و مقتول دونوں جنت میں جائیں گے۔ عمار یاسر بھی جنت میں ہوں گے اور ان کی بغل میں ان کا قاتل بھی بیٹھا لبغلیں بجا رہا ہو گا کہ خوب مزا لوٹا — عمار کو قتل بھی کیا اور آج ان کے ساتھ حور و قصور کے مزے بھی لوٹ رہا ہوں پھر رسولؐ کو بھی " یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ " کے بجائے تقتلک الفئۃ الناجیۃ (تم کو جنتی فرقہ قتل کرے گا) فرمانا چاہئے تھا۔

بہرحال جب یہ حدیث ہی قابل قبول نہیں تو اس بنیاد پر جو عمارت " فئتین عظیمتین " کی کھڑی کی تھی وہ بھی گر جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ ثابت کرنا کہ امیر معاویہ اور ان کے تابعین گروہ مسلمین میں سے تھے ان کے جنتی ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ جنت میں انسان اس وقت تک نہیں جائے گا جب تک کہ مومن نہ ہو اور اسلام و ایمان الگ الگ چیزیں ہیں ہر مومن مسلم تو ہے

لیکن ہر مسلم مومن نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ــــ قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (حجرات ۱۴) یہ عرب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے کہو تم ہرگز ایمان نہیں لائے یہ کہو کہ تم صرف اسلام لائے ہو، ایمان تو تمہارے دلوں میں ہرگز داخل نہیں ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور چیز ہے اور اسلام اور لہٰذا "فئتین عظمتین" والی روایت سے بہت سے بہت اگر امیر معاویہ کا اسلام ثابت بھی ہو گیا تو کونسی بڑی بات ہوئی۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ گروہ شام میں بہت سے ایسے افراد بھی ہوں گے جن کو حقیقت حال کا مطلق پتہ نہ ہو اور امیر معاویہ نے ان کو غفلت میں رکھا ہو جیسا کہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کے اکثر یہ ہی نہیں جانتے تھے کہ رسولؐ نے اپنے بعد کچھ ذریت بھی چھوڑی ہے وہ بنی امیہ کو ہی رسول اللہ کا جائز وارث سمجھتے تھے۔ حضرت علی کو (معاذ اللہ) چور و ڈاکو خیال کرتے تھے، حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کو (خاکم بدہن) قابل لعن جانتے تھے، حسنین علیہما السلام سے تبرا کرتے[1]

---

[1] دیکھو مروج الذھب ج ۳ ص۴۳ شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۳۵۷

تھے۔ اور یہ سب اس وجہ سے تھا کہ معاویہ نے ان کو تاریکی میں رکھا تھا جب سے سفیانی حکومت کا چراغ حضرات شیخین نے وہاں روشن کیا تھا اہلبیت رسولؐ کا وہاں کوئی جاننے والا نہ تھا یا اگر جانتے بھی تھے تو مذکورہ بالا تاثرات بد کے ساتھ جانتے تھے، یہی وجہ تھی کہ جب حسینؑ اور اولادِ حسینؑ کے سر کاٹ کر شام لائے گئے تو خوشیاں وہاں منائی گئیں کہیں نہیں منائی گئیں اسی وجہ سے حضرت امام زین العابدینؑ سے اگر کوئی پوچھتا تھا کہ سب سے زیادہ آپ کو تکلیف کہاں پہنچی تو تین دفعہ فرمایا "الشام! الشام! الشام!!" اس کی وجہ یہی تھی کہ لوگ اہلبیت رسولؐ کو جانتے ہی نہیں تھے صرف خلفائے ثلاثہ اور معاویہ و ابوسفیان کو جانتے تھے لہذا جب اہلبیت کا قافلہ قیدیوں کی حیثیت سے داخل شام ہوا تو طرح طرح سے اظہار نفرت کر کے ان کا دل دکھاتے تھے ایسے لوگوں کو بھی بہرحال مسلمان کہا جا سکتا ہے اور حقیقت نہ جاننے کی ذمہ داری ان افراد پر ہے جنہوں نے ان کو حقیقت سے بے خبر رکھا ہو سکتا ہے کہ بروز قیامت پیش خدا اگر یہ اپنی معذوری ثابت کر دیں تو ان کو معاف بھی کر دیا جائے لہذا ———— گروہ مسلمین سے ایسے انجان و نادان مسلمان مراد ہوں گے ورنہ یہ بات سمجھ میں آتی

نہیں کہ اہلبیت رسولؐ ـــ جن کو رسولؐ نے وقت آخر امت کو سونپا تھا اور ان کا خیال رکھنے کی وصیت فرمائی تھی ان کے دشمن و قاتل کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں![1]

---

[1] اپنے اہل بیت کے متعلق آنحضرت صلعم نے کتنی وصیتیں فرمائی تھیں وہ ہر ذی فہم مسلمان پر روشن ہے تیمناً چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن کو ہم ابن حجر کی صواعق محرقہ ہی سے نقل کرتے ہیں ـــ

۱ - سعید بن جبیر آیۂ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ - کی تفسیر میں کہا کرتے تھے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں اپنی خدمات کے بدلہ تم سے کوئی مال نہیں چاہتا بلکہ جو بات چاہتا ہوں وہ میرے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے واسطہ سے میری محبت ہے - لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے قرابتدار کون ہیں؟ آنحضرتؐ نے جواب دیا: - علی و فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند

۲ - طبرانی نے نقل کیا ہے کہ جب امام زین العابدین اسیر کر کے شام لے جائے گئے تو ایک شامی نے یہ کہا: حمد ہے

اس خدا کی جس نے تم کو قتل کر کے تمہیں برباد کر دیا اور فتنہ کو مٹا دیا تو آپ نے فرمایا:- کیا تو نے قرآن پڑھا ہے ؟ اُس نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا یہ آیت پڑھی ہے قل لا اسئلکم الخ اُس نے کہا پڑھی ہے فرمایا ہم ہی وہ اہلبیت ہیں۔

۳۔ دولابی نے نقل کیا ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں ان اہلبیت میں سے ہوں جن کی مودۃ کو اللہ نے ہر مسلم پہ واجب کیا ہے۔

۴۔ محب طبری کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میرا اجر میرے اہل بیت کی مودۃ قرار دی گئی ہے اور میں فردائے قیامت میں ان کے متعلق سوال کروں گا۔

۵۔ حدیث ثقلین جس کو بہت سے علما نے نقل کیا ہے اور حد تواتر تک پہنچ گئی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:- انی تارک فیکم ثقلین اولہما کتاب اللہ واھل بیتی اذکرکم اللہ فی

اهل بیتی اذکرکم اللہ فی اهل بیتی۔ میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑتا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسرے میرے اہل بیت، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تم کو خوف خدا دلاتا ہوں (آنحضرتؐ نے اس جملہ کی تین دفعہ تکرار کی) جب اس حدیث کے راوی زید بن ارقم سے پوچھا گیا کہ یہ اہل بیت کون ہیں کیا ازواج بھی ان میں داخل ہیں تو انہوں نے جواب دیا لا وایم اللہ ان المرأۃ تکون مع الرجل العصر من الدھر ثم یطلقھا فترجع الی ابیھا وقومھا۔ اھل بیتہ اصلہ وعصبتہ الذین حرموا الصدقۃ بعدہ۔ خدا کی قسم نہیں، عورت ایک عرصہ تک اپنے شوہر کے گھر رہتی ہے پھر اگر وہ اس کو طلاق دے دے تو اپنے باپ اور اپنی قوم کی طرف پلٹ جاتی ہے، رسولؐ کے اہل بیت ان کے اصل قرابتدار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور وہ علی و آل علی ہیں (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

۶۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں اب خدا کے پاس جا رہا ہوں اور تمہارے درمیان ثقلین چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھا ہوا ہے اللہ کی کتاب اور میری عترت فانظروا

۸۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ـــــــ ان معاویۃ یبعث نبیا من حلمہ وائتمانہ علی کلام ربی ۔ معاویہ اپنے حلم و کلام الٰہی میں امانتداری کی وجہ سے نبی مبعوث ہوگا۔ امیر معاویہ کی امانتداری کے متعلق گزشتہ سطور میں تحریر کیا جاچکا، نبوت کا مذاق اڑانا بھی اس میں نیا نہیں ہے، ایک چیز اس میں بڑھی ہوئی ہے اور وہ ہے ـــــــ امیر معاویہ کا حلم جس کو انبیاء کے حلم سے تشبیہ

(بقیہ حاشیہ صـ۲۰۴)

کیف تخلفو فی فیہما فانہما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض فلا تستقدموھما فتہلکوا ولا تقصروا عنہما فتہلکوا ولا تعلموھم فانہم اعلم منکم دیکھو تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہ وارد ہوں پس تم ان کے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور نہ پیچھے ہٹنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے، اور ان کو کچھ سکھانا نہ کیونکہ یہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (ان تمام احادیث کے لئے دیکھو صواعق محرقہ ابن حجر مکی صـ۲۲۵ تا صـ۲۲۶ طبع مصر)

دی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ حلم کس مرتبہ کا تھا ـــــ اور آیا اس حلم کو انبیاء الٰہی کی طرف نسبت دی جا سکتی ہے!

حلم معاویہ

حلم حضرت معاویہ میں اہل تاریخ و سیر نے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں جن میں سے بعض کو ہم بھی تبرکاً درج کرتے ہیں:۔

۱۔ جب معاویہ مدینہ آئے تو ابو قتادہ انصاری سے ملاقات ہوئی، معاویہ نے ان سے کہا: کیا معاملہ ہے تمام لوگ میرے استقبال کو آئے اور تم انصار نہ آئے؟ ابو قتادہ نے جواب دیا ہمارے پاس گھوڑے نہ تھے، معاویہ نے کہا تو پھر شترہائے آب کشی ہی پہ چڑھ کر چلے آتے! قتادہ نے جواب دیا ـــــ وہ تو ہم نے اس روز ذبح کر ڈالے جس روز جنگ بدر میں تمہارے اور تمہارے باپ کے پکڑنے کے لئے تمہارے پیچھے دوڑے تھے۔ اور ہم سے تو مخبر صادق حضرت رسولؐ علیہ السلام نے پہلے ہی خبر دیدی تھی کہ میرے بعد تم لوگ دیکھو گے کہ اہل کے ہوتے ہوئے نا اہل حکومت کریگا۔ معاویہ نے کہا اس وقت کے لئے رسولؐ اللہ نے تمہارے

لئے کیا دستور معین کیا؟ ابو قتادہ نے کہا: ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم صبر کریں" معاویہ نے کہا تو پھر صبر کرو (تاریخ الخلفاء طکراچی ص۱۵۲)

۲۔ ابن عساکر نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ عقیل معاویہ کے پاس گئے تو معاویہ نے ان کو دیکھ کر کہا یہ عقیل ہیں جن کے چچا ابو لہب ہیں، عقیل نے فوراً (منہ پھٹ) جواب دیا۔ یہ معاویہ ہے جس کی پھوپھی حمالۃ الحطب ہے (تاریخ الخلفا طکراچی ص۱۵۶) لہ

۳۔ شریک بن اعور معاویہ کے پاس آیا، یہ شخص بدشکل تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا تو بدشکل ہے اور خوبصورت بدشکل سے بہتر ہوتا ہے، تو شریک ہے اور اللہ کا کوئی شریک نہیں، تیرا باپ اعور (کانا) ہے اور مرد صحیح اعور (کانے) سے بہتر ہوتا ہے لہذا ایں حالات تو اپنی قوم کا سردار کیونکر سے ہو گیا؟ یہ سن کر شریک ابن اعور نے حسب ذیل دو بدو جواب دیا، تو معاویہ ہے اور معاویہ اس کتیا کو کہتے ہیں جس کے بھونکنے پر دوسرے کتے بھونکنے لگتے ہیں، تو صخر (پتھر) کا فرزند ہے اور نرم زمین پتھر سے بہتر ہے اور تو حرب کی اولاد ہے درانحالیکہ سلم وصلح (حرب (لڑائی) سے بہتر ہے اور تو امیہ کی نسل سے ہے درانحالیکہ امیہ امۃ (کنیز) کی تصغیر ہے لہذا تو مومنوں کا امیر کیسے ہو گیا؟ یہ کہہ کر شریک دربار

لہ حضرت عقیل معاویہ کو اس قسم کے جوابات دینے کیلئے اس کے پاس گئے تھے نہ کہ وہ حضرت علی کو خلیفہ برحق نہیں جانتے تھے جیسا کہ "یزید جدید" کا زعم باطل ہے ۱۲

سے اُٹھ کھڑا ہوا اور نکلتے وقت یہ شعر اس کی زبان پر تھے ۔

ایشتمنی معاویہ بن حرب وسیفی صارم ومعی لسانی

وحولی من ذوی یزن لیوث ضراغمۃ تھش الی الطعان

یعیر بالدمامۃ من سفاہ وربات الجمال من الغوانی

مجھ کو معاویہ گالی دیتا ہے درانحالیکہ میرے کاندھے پہ تلوار بھی ہے اور منہ میں زبان بھی اور میرے چاروں طرف میرے قبیلہ کے شیر سے جوان ہیں جو نیزہ بازی کے لئے مچل رہے ہیں (خدا کی شان) معاویہ اپنی نادانی سے بدصورت کہہ کر بناتا ہے درانحالیکہ اونٹ چرانے والی عورتوں ہی میں حسن ذاتی ہوتا ہے ۔ (مستطرف ج ۱ ص ۴۲)

واقعہ یہ ہے کہ لفظ "معاویہ" کے وہی معنی ہیں جس کی طرف شریک بن اعور نے متوجہ کیا اور چونکہ یہ اُس نے سچ کہا تھا لہٰذا امیر معاویہ کو سوائے صبر و حلم کرنے کے اور کیا چارہ تھا۔ ساتھ ہی یہ فکر لاحق ہوئی کہ واقعاً میرا نام شان امیر المومنین کے منافی ہے نام بدلنا بھی شان مرد می کے خلاف تھا اس لئے ایک آسان تدبیر یہ ذہن میں آئی کہ اگر بنو ہاشم میں بھی یہ نام چل پڑے تب پھر کوئی مجھ کو نہ بنائے گا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے کئی دفعہ عبداللہ بن جعفر کو پیشکش کی کہ وہ اپنے کسی بچہ کا نام معاویہ رکھ لیں تو دس لاکھ درہم

میں دوں گا مگر انہوں نے دس لاکھ درہم لے کر بھی یہ نام رکھنا منظور نہ کیا (تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۰)

۴ - نیز ابن عساکر سے روایت ہے کہ حزیم ابن فاتک معاویہ کے پاس آئے وہ اپنی لنگی سمیٹے ہوئے تھے اور ان کی پنڈلیاں خوبصورت تھیں - معاویہ نے ان کو دیکھ کر کہا کاشکہ یہ پنڈلیاں کسی عورت کے ہوتیں! - حزیم نے یہ (مہذب) آرزو سن کر جواب دیا ——— فی مثل عجیزتک یاامیرالمومنین - لیکن اس کے ساتھ اے امیرالمومنین! آپ کی ..... بھی اس عورت کے پاس ہوتی تو اچھا تھا (تاریخ الخلفاء کراچی صفحہ ۱۵۶[1])

بہرحال یہ ہیں مظاہر حلم معاویہ، بیشک یہ وہ حلم ہے جس پر انبیاء قادر نہیں ہیں یہ صرف امیر معاویہ کا حصہ تھا اور اسی بنا پر رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ ——— معاویہ اپنے حلم کی وجہ نبی بن جاتے - لیکن یہ نہ بھولئے گا تمام حلموں کا مظاہرہ بس اسی وقت تک تھا جبتک کہ کبھی دوست علی سے مڈبھیڑ نہ ہوتی تھی، اگر دوستداران علی مرتضیٰ میں سے کوئی قابو میں آجاتا تھا تو سارا حلم رخصت ہوجاتا تھا - جیساکہ حجر و عمرو وغیرہ کے واقعات سے آگے معلوم ہوگا -

[1] یہ کتاب اسی کارخانہ نور محمد میں چھپی ہے جس میں "خلافت معاویہ و یزید" چھپی ہے - (۱۲ مولف)

اولیاتِ امیر معاویہ

امیر معاویہ کے اختراعات جو اولیات کے نام سے مشہور ہیں حسب ذیل ہیں :-

۱- آپ نے سب سے پہلے خصی غلاموں (خواجہ سراؤں) کو اپنی خاص خدمت پر مامور کیا۔

۲- آپ وہ پہلے شخص ہیں جس کو یہ کہہ کر وقت نماز پکارا جاتا تھا السلام علیک یا امیر المومنین الصلوٰۃ یرحمک اللہ۔

۳- آپ نے نماز عید کے خطبہ کو قبل نماز کر دیا در انحالیکہ اس سے قبل وہ بعد نماز تھا)

۴- آپ وہ اول شخص ہیں جس نے بوجہ اپنے شکم اور چربی کے بڑھ جانے کے جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر ادا کیا۔

۵- آپ نے سب سے پہلے تکبیر کو گھٹا دیا۔[1]

---

[1] از ۱ تا ۵ کے لئے دیکھو تاریخ الخلفا سیوطی ص ۱۵۴ طبع کراچی

۶۔ آپ پہلے وہ شخص ہیں رسولؐ خدا اور خلفاء سابقین کی سنت کے خلاف نماز عیدین میں بھی اذان کہلوائی[1]

۷۔ آپ ہی وہ پہلے اور (شاید) آخر شخص ہیں جس نے بدھ کے روز نماز جمعہ پڑھا دی[2]

۸۔ آپ ہی وہ ہیں جس نے سب سے پہلے تکبیرات مسنونہ کو نماز سے نکال باہر کیا[3]

۹۔ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جس نے حج میں "اللھم لبیک" کو بھی علی کی دشمنی میں باہر نکالدیا[4]

سعید بن جبیر ناقل ہیں کہ ابن عباس میدان عرفہ میں تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے سعید کیا بات ہے میں حاجیوں کے تلبیہ کی آواز نہیں سن رہا ہوں۔ سعید نے جواب دیا کہ "لوگ

---

[1] کتاب الام للشافعی ج ۱ ص ۲۰۸

[2] مروج الذھب ج ۳ ص ۴۱

[3] نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۶۶، کتاب ام شافعی ج ۱ ص ۹۳ وغیرہ۔

[4] محلی ابن حزم ج ۷ ص ۱۳۶ تاریخ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۳۰ وغیرہ

معاویہ سے ڈرتے ہیں یہ سُن کر ابن عباس اپنے خیمہ سے نکل کر چیخنے لگے "لبیک اللھم لبیک وان رغم انف معاویۃ" اللھم العنہم فقد ترکوا السنۃ من بغض علی"۔ اللھم لبیک اللھم لبیک چاہے معاویہ کی ناک رگڑی جائے۔ پالنے والے تو ان پر لعنت کر کہ انہوں نے علی کی دشمنی میں سنت رسولؐ کو بھی چھوڑ دیا ہے[1]۔

۱۰۔ آپ ہی وہ ہیں جنہوں نے حکومت اسلام کے سربراہ ہوتے ہوئے ان طریقوں کو اختیار کیا جن کو رسولؐ اللہ نے منع فرما دیا تھا۔

"ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ مقدام بن معدی کرب کچھ لوگوں کے ساتھ معاویہ کے دربار میں آیا۔ ان میں اور معاویہ میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

معاویہ:۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ حسنؑ کی وفات ہو گئی ہے؟

---

[1] سنن کبریٰ ج ۵ ص ۱۱۳ سنن نسائی ج ۵ ص ۲۵۳ مسند احمد ج ۱ ص ۲۱۷ وغیرہ۔

مقدام :- اناللہ وانا الیہ راجعون۔

معاویہ :- کیا تم اس کو کوئی مصیبت سمجھتے ہو جو کلمہ ترجیع زبان پر جاری کیا؟

مقدام :- میں اس کو کیوں کر سے مصیبت نہ سمجھوں جبکہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس شہزادہ کو رسولؐ کی آغوش میں کھیلتے دیکھا ہے اور اس کی بابت آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے ھذا منی یہ مجھ سے ہے۔ اس وقت ایک اسدی شخص (امیر شام کی خوشامد کے لئے) بول اٹھا۔ ایک چنگاری تھی جس کو اللہ نے بجھا دیا۔ یہ سن کر مقدام کہنے لگے آج میں بغیر کھری کھری سنائے یہاں سے نہ جاؤں گا لیکن اے معاویہ! اگر میں سچ بولوں تو میری تصدیق کرتے جانا اور اگر جھوٹ بولوں تب بھی ٹوک دینا۔!

معاویہ :- اچھی بات ہے!

مقدام :- تم کو خدا کی قسم ہے بتلاؤ تم کو یہ علم ہے کہ رسولؐ اللہ نے ریشم پہننے کو منع فرمایا تھا۔؟

معاویہ :- ہاں۔

مقدام :- تم کو خدا کی قسم کہ تم نے رسولؐ کی زبانی سنا ہے

کہ سونا پہننا مردوں کے لئے ممنوع ہے؟

معاویہ :- ہاں۔

مقدام :- تم کو خدا کی قسم کیا رسولؐ اللہ نے درندوں کی کھالوں کے پہننے اور ان پر چلنے کو منع کیا تھا؟

معاویہ :- ہاں۔

مقدام :- تو سن لو کہ خدا کی قسم یہ جملہ امور میں نے تمہارے گھر میں ہوتے دیکھے ہیں!

معاویہ :- وہ تو مجھ کو پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ اب تمہارے ہاتھ سے نجات ملنا مشکل ہے۔ (سنن ابی داؤد ج ۲ صفحہ ۱۸۶ مسند احمد بن حنبل ج ۴ صفحہ ۱۳۰)

یہ امیر معاویہ کے مختصر اور معمولی اولیات تھے جن کو علامہ سیوطی نے کتاب اوائل میں، اور تاریخ الخلفا میں اور سکتواری نے محاضرۃ الاوائل میں اور دیگر مؤرخین نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے جیسا کہ حوالوں سے معلوم ہوا ہوگا۔

اب ہم حضرت امیر معاویہ کے کچھ اولیات بھی درج کرتے ہیں جن کے ہدیہ ناظرین کرنے میں تھوڑی تفصیل میں پڑنے کی ضرورت ہوگی۔

امیر معاویہ کے کارنامے

زیاد بن ابیہ کا الحاق

رسول اللہ صلعم کی متفقہ حدیث ہے ——— الولد للفراش وللعاھر الحجر، بچہ صاحب فرش کا ہے اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے ونیز آپ نے فرمایا ——— من ادعی فی الاسلام غیرا بیہ فالجنۃ علیہ حرام، جس نے اسلام میں اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا تو جنت اس پر حرام ہے ونیز آپ نے ارشاد فرمایا۔ من ادعیٰ الی غیر ابیہ او انتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین۔ جس نے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کو باپ کہا اور اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہوا تو اس پر اللہ کی اور تمام ملائکہ کی تمام انسانوں کی لعنت ہے[1]۔ ساتھ ہی

---

[1] ان احادیث کے لئے دیکھو بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، مسند ابن حنبل ج ۴ صفحہ ۱۸۶، مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۶۹ ترغیب والترھیب جلد ۳ صفحہ ۲۱۔

تاریخ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ امیر شام نے محض اپنی سیاست کو فروغ دینے کے لئے زیاد بن عبید یا ابن ابیہ کا اپنے سے الحاق کر لیا درانحالیکہ وہ ثقفی غلام کے بستر پر پیدا ہوا تھا اسی لئے جو لوگ اس کا زیادہ احترام کرنا چاہتے تھے وہ اس کو زیاد بن عبید کہا کرتے تھے۔ خود معاویہ الحاق سے قبل جب بھی زیاد کو خط لکھتے تھے، زیاد ابن عبید کے عنوان سے مخاطب کرتے تھے۔ جیسا کہ ذیل کے خط سے ظاہر ہے۔

من امیر المومنین معاویۃ	یہ خط ہے مومنین کے امیر معاویہ
بن ابی سفیان الی زیاد	بن ابی سفیان کی جانب سے زیاد بن
بن عبید، اما بعد فانک	عبید کی طرف اس کے بعد معلوم ہو
عبد قد کفرت النعمۃ و	کہ تو ایک غلام ہے جس نے نعمت
استدعیت النقمۃ، انک	کو بھلا کر نقمت کو دعوت دی ہے
لا ام لک بل لا اب لک	تیری نہ ماں ہے بلکہ باپ تک
امس عبد والیوم امیر	نہیں ہے، کل تک تو غلام تھا
خطۃ ما ارتقاھا مثلک	اور آج امیر ہو گیا ہے اے سمیہ
یا بن سمیۃ (شرح ابن ابی	کے فرزند! یہ وہ بام ترقی ہے جس پر
الحدید جلد ۴ ص۶)	تجھ جیسا انسان آج تک نہیں چڑھا۔

لیکن خدا بھلا کرے سیاست وقت کا جس کی وجہ سے امیر معاویہ نے زیاد کو ابوسفیان سے ملحق کر کے ام حبیبہ (زوجہ رسولؐ) کا محرم بنا دیا اسی کے متعلق زیاد کے بھائی نے معاویہ کو سرزنش کی چنانچہ تاریخوں میں مذکور ہے۔

"جب ابوبکرہ (زیاد کے مادری بھائی) کو خبر ملی کہ معاویہ نے زیاد کو ابوسفیان سے ملحق کر دیا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ کبھی اس سے بات نہیں کرے گا کیونکہ اس نے اپنی ماں کے ساتھ (گویا خود) زنا کیا ہے اور اپنے اصلی باپ سے علیحدگی کی ہے، خدا کی قسم مجھ کو نہیں معلوم کہ ابوسفیان نے کبھی سمیہ کی شکل بھی دیکھی ہو، وائے ہو اس پر یہ ام حبیبہ (زوجہ رسولؐ) کے ساتھ کیا کرے گا، ہائے یہ کتنی بڑی مصیبت ہو گئی، یہ تو حرم رسولؐ کی بے عزتی ہے (الغدیر جلد ۱۰ ص۲۲۰)

سعید بن مسیب کہتے ہیں، کہ سب سے پہلے جس نے رسولؐ کے فیصلہ کو بدلا وہ فلاں (معاویہ) کا فیصلہ ہے (زیاد کے بارے میں)"

ابن یحییٰ کا قول ہے:۔ سب سے پہلا حکم احکام رسولؐ خدا میں سے جو بدلا گیا وہ زیاد کا استلحاق ہے

ابن بعجہ نے کہا ہے کہ:۔ پہلا مرض جو عرب میں داخل ہوا وہ امام حسنؑ (نواسۂ رسولؐ) کا قتل اور زیاد کا الحاق ہے [1]

حسن بصری نے کہا:۔ معاویہ کی چار باتیں وہ ہیں کہ ان میں سے تنہا ایک بھی ہوتی تو ہلاک کرنے والی ہے:۔

انتزاؤہ علی ھذہ الامۃ	ایک تو اس کا اس امت محمدیہ پر
حتی ابتزھا امرھا بغیر	قبضہ کر لینا اور بغیر لوگوں کے
مشورۃ منھم وفیھم بقایا	مشورہ کے ان پر زبردستی حکومت
الصحابۃ وذوو الفضیلۃ	کرنا درانحالیکہ ان میں باقی ماندہ
واستخلافہ ابنہ بعدہ	صحابہ اور صاحبان فضیلت
سکیرا خمیرا یلبس الحریر	موجود تھے دوسرے اپنے بعد
ویضرب بالطنابیر، و	اپنے فرزند کو اپنا خلیفہ مقرر کرنا
ادعائہ زیادا وقد	جو نشہ باز و شرابی تھا ریشم پہنتا
قال رسول اللہؐ الولد	طنبور بجاتا تھا تیسرے زیاد کو
للفراش وللعاھر الحجر	اپنے سے ملحق کرنا درانحالیکہ رسولؐ
وقتلہ حجرا ویلاً لہ من	اللہ نے فرمایا تھا بچہ صاحب فراش
حجر واصحاب حجر قالھا	کا ہے اور زانی کے لئے سنگساری
مرتین	ہے، چوتھے حجرؑ کا قتل کرنا۔

[1] تفصیل اقوال کیلئے دیکھو تاریخ ابن عساکر ج ۵ صہ ۲۱۲ تاریخ الخلفاء للسیوطی صہ

وا سئے ہو اس (معاویہ) پر کہ اس نے حجر و اصحاب حجر کو قتل کیا (اس جملہ کو حسن نے دو دفعہ دہرایا)[1]

زیاد بنی ثقیف کے ایک غلام عُبید نامی کا لڑکا تھا۔ زیاد کی ماں سمیہ عرب کی ایک مشہور بدکار عورت تھی۔ پہلے یہ ایران کے کسی کسان کی کنیز تھی جب وہ بیمار ہوا تو اس کے علاج کے لئے حارث بن کلدہ طبیب ثقفی کو بلایا گیا اس کے علاج سے وہ کسان اچھا ہو گیا اور اُس نے حکیم مذکور کو یہ کنیز انعام کے طور پر بخشدی حارث نے اس کو اپنے رُومی غلام عبید سے بیاہ دیا عبید ہی کی زوجیت میں سمیہ کے بطن سے زیاد پیدا ہوا۔

(الغدیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۸)

مؤرخین سبب الحاق زیاد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ــــــ زیاد معاویہ کے پاس آیا اور اپنے ساتھ بہت سے تحف و ہدایا بھی ساتھ لایا جن میں ایک صندوقچہ ایسے جواہرات

---

[1] تاریخ ابن عساکر جلد ۲ صفحہ ۳۸۱، تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۵۷، صفحہ ۱۳۱، کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۰۲، تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۳۰، محاضرات امام راغب جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ نجوم زاہرہ جلد ۱ ص ۱۴۱۔

سے پُر تھا جن کی نظیر نہیں تھی حضرت معاویہ اس مال کثیر کو دیکھ کر بہت خوش ہو گئے زیاد نے جب یہ دیکھا تو منبر پر چڑھ گیا اور اُس نے کہا کہ ــــ اے امیرالمومنین! میں ہی وہ ہوں جس نے آپ کے واسطہ عراق کا معرکہ سر کیا ہے اور اس کو آپ کا باجگذار بنایا ہے اور اس کی دولت کے دریاؤں کا رُخ آپ کی طرف پھیر دیا ہے یہ سُن کر یزید کھڑا ہُوا اور اُس نے کہا کہ ــــ زیاد! اگر تو نے یہ کیا تو ہم نے بھی تو یہ کیا کہ تجھ کو ثقیف کی ولایت سے نکال کر قریش کی ولایت میں منتقل کیا، قلم چھوڑا کر منبر پر لا بٹھایا، زیاد بن عبید سے زیاد ابن حرب بن امیہ بنا دیا ــــ یہ تقریر حضرت معاویہ کو بہت بھائی اور کہا اجلس فداک ابی وامی۔ بیٹھ جاؤ میرے لال تجھ پر میرے ماں باپ فدا! واہ کیا اچھا جواب دیا ہے[1]

زیاد کے استلحاق کا واقعہ بھی چونکہ اپنے اندر انفرادیت رکھتا ہے اور اس جیسا واقعہ پوری تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا اس لئے تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے افراد پر ظلم ہو گا

---

[1] المجتنیٰ ابن درید ص۳۷

اگر اس کو محض پاس وقار اور تحریر کی سبکی کے لحاظ سے نظر انداز کر دیا جائے۔

طبری[1] نے لکھا ہے کہ پہلے تو زیاد کوفہ آیا اور وہاں کے لوگوں سے اُس نے کہا کہ میرا نسب کسی طرح معاویہ بن ابی سفیان سے ملا دو لوگوں نے جواب دیا یہ جھوٹی گواہی ہم سے ممکن نہیں بالآخر ایک شخص ابو مریم سلولی اس کام کے لئے راضی ہو گیا چنانچہ اُس نے معاویہ کے بھرے دربار میں یہ شاندار بیان دیا جس کو سن کر خود زیاد کی پیشانی پر پسینہ آگیا ——

قال له معاوية بم تشهد	معاویہ نے اس سے کہا اے
یا ابا مریم ؟ فقال انا	ابو مریم! تم کس دلیل سے گواہی
اشهد ان ابا سفيان	دیتے ہو؟ اُس نے کہا میں اس
حضر عندی وطلب	بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ابو سفیان
منی بغيا فقلت له	میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے
ليس عندى الا سمية	ایک فاحشہ عورت طلب کی میں نے
فقال أئتيني بها على	اس سے کہا کہ میرے پاس سمیہ کے

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صـ ۱۲۳

فـتـزرها و و ضرهـا علاوہ اور دوسری عورت نہیں
فاتیتہ بہا فخلا معہا ہے ابوسفیان نے کہا اسی کو لے آؤ
ثم خرجت من عندہ اگرچہ وہ میلی کچیلی ہے پس میں اس کو
وان اسنکیہا لیقطران لے آیا اور ابوسفیان نے اس سے
منیا فقال لہ زیاد خلوت کی جہاں سے وہ اس حال
مھلاً ابا مریم انما میں برآمد ہوئی کہ ...... یہ
بعثت شاھدا و فحش کاری سن کر زیاد سے بھی نہ رہا
لم تبعث شاتما گیا بولا بس کرلے ابومریم! تو گواہی
فاستلحقہ معاویۃ ثم دینے کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ
گالیاں بکنے کے لئے۔ اس گواہی کی بنا پر ابوسفیان نے زیاد کو اپنے
سے ملحق کر لیا" لہ

اگر یہ سچ ہے کہ انسان اپنے ماحول اور احباب کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے تو پہچان لیجئے! عمرو عاص جن کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا اور حضرت زیاد جن کا پاکیزہ حال آپ کے سامنے آیا یہی

لہ تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴، تاریخ مروج الذھب جلد ۲ صفحہ ۵۶ تاریخ ابن عساکر جلد ۵ صفحہ ۴۰۹ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۹۲ وغیرہ وغیرہ

امیر معاویہ کے آخر تک دست دیاز و تھے آپ انہی کے ذریعہ سے امیر معاویہ کی کما حقہ شان کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

امیر معاویہ اور شراب

اس موضوع پر بھی ہم خود کچھ نہیں بولیں گے اور نہ کچھ تبصرہ کریں گے اور اس کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ حدیث و تاریخ نے خوب اچھی طرح اس کی نقاب کشائی کر کے یزید کو ہو بہو اپنے باپ کی تصویر ثابت کیا ہے سچ ہے —— الولد سر لابیہ

امام حنابلہ حضرت احمد بن حنبل رقم طراز ہیں ——

(۱) عن عبد اللہ بن بریدہ	"عبد اللہ بن بریدہ سے روایت ہے
قال دخلت انا و ابی علی معاویۃ	وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ کے
فاجلسنا علی الفرش ثم اتینا	ساتھ معاویہ کے پاس گیا انہوں نے
بالطعام فاکلنا ثم اتینا	ہم کو فرش پر بٹھایا پھر کھانا لایا گیا
بالشراب فشرب معاویۃ	جو ہم نے کھا لیا پھر ہمارے پاس
(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۴۷)	شراب لائی گئی جس کو معاویہ نے پی لیا"

آپ کہیں گے عربی میں شراب ہر پینے والی چیز کو کہتے

ہیں ممکن ہے شربت لایا گیا ہو اور حضرت معاویہ نے نوش جان کیا ہو اگر آپ کی یہ امید و آرزو ہے تو ہم کو آپ کی یہ آرزو پورا نہ ہوسکنے کا افسوس ہے۔ برا ہم کو نہ کہیئے گا ذمہ دار راوی ہے جس نے اس تاویل کی بھی مطلق گنجائش باقی نہیں رکھی کیونکہ وہ آگے بیان کرتا ہے ——

ثم ناول ابی ثم قال ماشربتہ منذ حرمہ رسول اللہ	پھر وہ شراب میرے والد کو دی انہوں نے کہا جب سے رسولؐ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے میں نے نہیں پی۔
(مصدر مذکور)	

۲۔ علامہ ابن عساکر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں —— عبادہ بن صامت بدری و انصاری صحابی پیغمبرؐ شام میں تھے کہ ان کے سامنے سے اونٹوں کی قطار شراب لادے ہوئے گزری۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کیا زیت ہے؟! قیل لا بل خمر تباع لفلان[1]، کہا گیا زیت نہیں ہے بلکہ شراب ہے جو "فلان" کے

---

[1] چونکہ راوی نے شاید پاس ادب کرتے ہوئے "معاویہ" کے بدلے "فلان" کہا ہے اس لئے ہم نے بھی اسی کی اقتدا میں ترجمہ میں بھی "فلان" پر اکتفا کی ہے مگر اخیر روایت نے فلان پر سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

ہاتھ فروخت کی جائے گی یہ سننا تھا کہ عبادہ نے ایک استرا لے
لیا اور جو شتر بھی ان کے سامنے سے گزرا اس پر لدے ہوئے
مشکیزے کو پارہ کر دیا اس وقت ابو ہریرہ شام ہی میں تھے۔
یہ اطلاع جب "فلاں" کو پہنچی تو اس نے ابو ہریرہ کے پاس کسی
کو بھیج کر کہلوایا کہ اپنے بھائی عبادہ کو منع نہیں کرتے ہو۔ اگر
دن ہے تو اہل ذمہ کی تجارت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور اگر
رات ہے، تو ان کو مسجد میں ہم کو گالیاں دینے کے سوا اور کوئی
کام نہیں ہے۔ یہ سن کر ابو ہریرہ عبادہؓ کے پاس آئے اور کہا
یا عبادۃ مالک ولمعاویۃ ذرہ وما حمل فان اللہ
یقول تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت و لکم
ما کسبتم۔ اے عبادۃ! تم کو معاویہ سے کیا کام ان کو اپنے اعمال
کے ساتھ چھوڑ دو کیونکہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا اس امت
کے لئے اس کے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں"
یہ سن کر عبادہ نے جواب دیا اے ابو ہریرہ! تم اس وقت نہیں
تھے جب ہم نے رسولؐ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ہم نے
اسی بات پر ان کی بیعت کی کہ ہم دکھ سکھ میں ان کی اطاعت
کریں گے تنگدستی و فراخی میں خیرات دیں گے اور امر بالمعروف

ونہی عن المنکر بجالائیں گے اور اللہ کے لئے سچی بات کہنے سے کسی کی بھی پرواہ نہ کریں گے ..... یہ سُن کر ابوہریرہ کچھ نہ بولے (تاریخ ابن عساکر جلد ۷ ص۲۱۱)

۲- و نیز اسی تاریخ میں ہے ـــــ کہ عبادہ حجرۂ معاویہ کے پاس آئے اس وقت وہ مقام انطرطوس (شام کے ایک شہر کا نام) میں تھے۔ انہوں نے حجرہ سے پیٹھ لگا کر لوگوں سے خطاب کیا کہ میں نے رسولؐ اللہ کی بیعت اس بات پر کی ہے کہ میں اللہ کے معاملہ میں کسی کی بھی پرواہ نہ کروں گا۔ لوگو! مقداد بن اسود نے کل ایک گدھا پکڑا ہے جس پر مال (حرام) لدا ہوا تھا لوگوں نے اس کی طرف اشارہ کیا تو عبادہ نے کہا کہ اے لوگو اس پر شراب بار ہے خدا کی قسم اس حجرہ کے مالک کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کچھ تم کو عطا کرے اور نہ تم ہی اس سے یہ مانگ سکتے ہو۔ یہ سُن کر ایک شخص مقداد کے پاس آیا اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس سے اُس نے اس گدھے کو ہنکانا شروع کیا اور وہ یہ کہتا جاتا تھا ـــــ معاویۃ هذا حمارك شانك به۔ معاویہ یہ تیرا گدھا ہے تو جانے اور یہ یہانتک کہ اس کو حجرہ میں داخل کر دیا (تاریخ ابن عساکر جلد ۷ ص۲۱۳)

۴- علامہ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابن ابی سفیان نے اپنے مسند میں اور دیگر علماء نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن سھل انصاری حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک غزوہ پر گئے اس زمانہ میں معاویہ شام پر امیر تھے ان کے سامنے سے کچھ اونٹ گزرے جن پر امیر معاویہ کی شراب لدی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر عبدالرحمٰن سے ضبط نہ ہو سکا وہ نیزہ لے کر اٹھے اور ہر ایک مشکیزہ کو پھاڑ ڈالا۔ اتنے میں معاویہ کے غلاموں نے ان کو پکڑ لیا جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا عبدالرحمٰن کو چھوڑ دو اس بڈھے کی عقل جاتی رہی ہے۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن نے کہا خدا کی قسم میری عقل نہیں گئی ہے بلکہ رسول اللہ نے ہم کو منع کیا ہے کہ ہم اپنے پیٹوں اور مشکیزوں میں شراب داخل نہ کریں اور میں حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں زندہ رہا اور میں نے معاویہ میں وہ باتیں دیکھیں جن کی رسول اللہ خبر دے گئے ہیں تو میں اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گا یا اپنی جان دیدونگا[1]

---

[1] اس واقعہ کو تاریخ ابن عساکر کے علاوہ حسب ذیل کتب نے بھی درج کیا ہے اصابہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۱ تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۱۹۲ استیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۰۱، اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹

معاویہ کا حیدر کرار پر سب و شتم

امیر معاویہ کی نئی باتوں میں سے ایک نمایاں بات یہ تھی کہ آپ نے علی بن ابی طالب کی وفات کے بعد علانیہ طور پر آپ پہ (معاذ اللہ) لعنت کرنے کا رواج دیا اور جو اس سے انکار کرتا تھا اس کو کافی سزا دیتے تھے[1]

امام غزالی کہتے ہیں کہ معاویہ کے حکم سے حضرت علیؑ پر ایک ہزار مہینہ تک لعن ہوتی رہی[2]۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ بنی امیہ نے پورے نوے برس سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک ہر مسجد جامع میں آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں بر سر منبر علی پر لعن کہلوایا[3]، پھر لطف یہ کہ امام حسن علیہ السلام سے جو شرائط صلح طے پائے تھے ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ حضرت علی کو برا بھلا نہ کہا جائے گا مگر اس شرط کو پورا

---

[1] دیکھو صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۸ خصائص نسائی صفحہ ۸ طبع لاہور تذکرہ خواص صفحہ ۷ طبع عراق۔ نصائح کافیہ صفحہ ۵۸ سیرت محمدیہ صفحہ ۷۷۵۔
[2] تذکرہ خواص صفحہ ۷ طبع عراق [3] سیرت النبی ج ۱ صفحہ ۶۱۔

نہ کیا گیا حالانکہ قرآن کریم میں بار بار حکم ہے۔ اوفوا بالعقود اوفوا بالعہد. حدیث صحیح میں بھی وارد ہوا ہے کہ المومنون عند شروطھم مومن اپنی شرطیں پوری کرتے ہیں مگر حضرت معاویہ نے صد افسوس کہ اس کا بھی کوئی پاس و لحاظ نہ کیا تاریخ طبری و ابن اثیر وغیرہ میں ہے —— ومن الشرائط التی صالح علیھا الحسن ان لا یشتم علیا فلم یجبہ الکف عن شتم علی فطلب ان لا یشتم وھو یسمع فاجابہ الی ذلک ثم لم یف بہ لہ ایضاً[1] ان شرائط میں جن پر امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تھی ایک یہ بھی تھی کہ حضرت علی کو گالیاں نہیں دے گا مگر اُس نے اس کو قبول نہ کیا پھر امام نے فرمایا کہ کم از کم میرے سامنے نہ کرنا تو یہ شرط معاویہ نے قبول کر لی مگر اس کو بھی وفا نہ کیا۔ اور وفا کیسے کرتے جبکہ سیاست دنیویہ میں وعدے کئے ہی جاتے ہیں توڑے جانے کے لئے چنانچہ امیر معاویہ نے کبھی برسر منبر

---

[1] تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۹۲ تاریخ کامل جلد ۳ صفحہ ۱۶۲ تاریخ ابوالفدا جلد ۱ صفحہ ۱۹۲ عقد الفرید جلد ۳ صفحہ ۱۲۶۔

یہ اعلان کر دیا کہ جو شرطیں میں نے امام حسنؑ سے کی تھیں وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں[1]۔ ناظرین! آگاہ رہیں کہ ان شرطوں میں سب سے پہلی شرط یہ تھی کہ میں قرآن کریم اور سنت پیغمبرؐ پہ عمل کروں گا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن و سنت بھی پیروں تلے گئے۔

بہر حال معاویہ کی طرف سے سب علیؑ کی اتنی تاکید تھی کہ مدرسوں میں بچوں کو یہی تعلیم دی جاتی تھی[2] صحیح مسلم میں ہے کہ امیر معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو علی کو گالیاں دینے کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کر دیا واقعہ حسب ذیل ہے ——

عن عامر بن سعد عن ابیہ	عامر بن سعد بن ابی وقاص نے
قال امر معاویۃ بن	اپنے والد سعد بن ابی وقاص سے
ابی سفیان سعدا فقال	روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ
ما منعك ان تسب	معاویہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ
ابا تراب فقال اما	ابو تراب کو گالیاں دیں جب
ذکرت ثلاثا قالھن	انہوں نے انکار کیا تو معاویہ نے

---

[1] نصائح کافیہ ص۱۵۷

[2] تاریخ مسعودی جلد ۳ ص۱۱۷

له رسول الله فلن اسبه
لان تكون لي واحدة
منهن احب الي من
حمر النعم -
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۸ صحیح ترمذی
خصائص نسائی وغیرہ)

پوچھا کہ تم کو انہیں گالیاں دینے
سے کیا بات مانع ہوئی۔ سعد نے
جواب دیا جب تک مجھ کو ان کی
تین باتیں یاد رہیں گی میں کبھی
ان کو گالی نہ دوں گا کیونکہ ان
میں سے ایک بات بھی میرے
نصیب میں آجاتی تو میں اس کو اپنے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر
سمجھتا ارجح المطالب کے حوالہ سے علی کی وہ تین فضیلتیں یہ ہیں
آنحضرتؐ نے علی کو بعض غزوات میں ساتھ لے جانے سے
چھوڑ دیا جناب علی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے عورتوں اور
لڑکوں کے لئے خلیفہ بنائے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کیا تو راضی
نہیں ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ھارون کے ہے موسیٰ سے مگر نبوت
میرے بعد نہیں ہے اور میں نے خیبر کے روز سنا ہے کہ حضرت نے
فرمایا البتہ کل ہم علم ایسے آدمی کو دیں گے کہ اللہ تعالیٰ اسے فتح
دے گا وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو پیار کرتا ہے اور اللہ
اور اللہ کا رسولؐ اس کو پیار کرتے ہیں پس ہم نے ہاتھ بڑھایا
اور حضرتؐ نے فرمایا علی کو میرے پاس بلاؤ وہ آنکھوں کے

آشوب سے حضرتؐ کے پاس آئے حضرتؐ نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں کو لگایا اور ان کو علم دیا اور اللہ نے ان کو فتح دی اور جب مباہلہ کی آیت نازل ہوئی حضرتؐ نے علی و فاطمہ و حسنین علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں (ارجح المطالب ص۴۹۲)

علیؑ کو لعن کرنے میں امیر معاویہ نے حضرت ام سلمہؓ کا کہنا بھی نہ مانا

جب معاویہ نے حج کیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ آئے تو چاہا کہ قبر رسولؐ کے سامنے اور مسجد رسولؐ میں علی بن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر لعنت بھیجیں تو ان سے کہا گیا کہ یہاں سعد بن ابی وقاص موجود ہیں وہ اس امر شنیع پر راضی نہیں ہوں گے بہتر ہے کہ ان کی رائے لے لی جائے جب سعد کو معلوم ہوا تو انہوں نے فریاد کی کہ اگر میرے سامنے یہ حرکت بد ہوئی تو میں مسجد رسولؐ سے ہمیشہ کے لئے نکل جاؤں گا۔ یہ سن کر معاویہ رک گئے اور اس وقت تک رکے رہے یہانتک کہ سعد کا انتقال ہو گیا ان کے مرنے کے بعد اپنے تمام عمال کو یہ گشتی حکمنامہ بھجوایا کہ

ہاں اب علی کو منبروں پر لعن کہو۔ یہ حال دیکھ کر جناب اُم سلمہؓ (ام المومنین) نے معاویہ سے کہلا بھیجا کہ تم لوگ اللہ و رسولؐ پر بر سرِ منبر لعن کہتے ہو کیونکہ تم علی اور ان کے دوستوں کو لعن کرتے ہو درانحالیکہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ان کو دوست رکھتے تھے (عقد الفرید ج ۲ صت۳)

علامہ جاحظ نے شیعوں کی رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام "کتاب الرد علی الامامیہ" ہے اس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ امیر معاویہ جب خطبہ پڑھتے تھے تو اس پر ختم کرتے تھے ـــــــ

اللھم ان ابا تراب الحد فی	پالنے والے! ابو تراب نے تیرے
دینک وصد عن سبیلک	دین میں کفر کیا (نعوذ باللہ من ذلک)
فالعنہ لعنا وبیلا و	اور تیرے راستہ سے لوگوں کو روکا پس
عذبہ عذابا الیما۔	ان پر بہت زیادہ لعنت کر اور ان کو
	دردناک عذاب میں مبتلا کر۔

اس کے بعد علامہ جاحظ (خالص سنی) لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے یہ الفاظ لکھ کر آفاق میں بھیج دیئے تھے تاکہ تمام ممالک اسلامیہ کے منبروں پر یہ پڑھے جائیں چنانچہ اس پر عمر بن عبد العزیز کے زمانہ تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ اگر کوئی غیرت کا مارا امیر معاویہ

سے کہہ بھی دیتا تھا کہ اے امیر! اب تو اپنے ارمانوں کو پہنچ گیا اب تو علی پر سے ہاتھ اٹھا لے" تو امیر معاویہ جواب دیتے ــــ

لا واللہ حتیٰ یربو علیہ الصغیر و یہرم علیہ الکبیر و لا یذکر لہ ذاکر فضلاً۔ خدا کی قسم! ایسا نہیں ہونے دوں گا یہاں تک کہ اسی طریقہ پر بچے جوان ہو جائیں اور جوان بوڑھے ہو جائیں اور علی کی فضیلت کا کوئی بیان کرنے والا نہ رہے۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ا صـ۳۵۶)

حافظ سیوطی نے اوائل میں زمخشری نے ربیع الابرار میں اور علامہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے نصائح کافیہ میں لکھا ہے کہ زمانہ بنی امیہ میں ستر ہزار منبروں پر داماد رسولؐ و زوج بتول فاتح بدر و حنین ابوالسبطین حضرت علی بن ابی طالب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر لعن ہوتی تھی (دیکھو نصائح کافیہ صـ) علامہ شیخ احمد حفظی شافعی نے اپنے ایک ارجوزہ میں نظم بھی کیا ہے ؎

وقد حکی الشیخ السیوطی انہ   قد کان فیما جعلوہ سنہ

سبعون الف منبر و عشرہ   من فوقہن یلعنون حیدرہ

اللہ اکبر! وہ علیؑ ــ خانہ کعبہ میں جس کی ولادت ہو۔

وہ علی! اللہ ہی کے گھر میں جس کی شہادت ہو
وہ علی! جو آنکھیں کھولے تو نبی ہی کے چہرۂ انور پر اس کی نگاہ پڑے اور نبیؐ اگر آنکھیں بند کرے تو اسی کے چہرے کو دیکھتا سدھارے۔
وہ علی! جس کی تربیت پیغمبرؐ کی آغوش میں ہو
وہ علی! جس کی معراج رسولؐ کے دوش پر ہو
خیبر کے روز اسی نے مسلمانوں کو ذلت سے بچایا ہو
احد کے دن اسی نے مسلمانوں کی پیشانی سے رسوائی کا کلنک چھوڑایا ہو۔
خندق میں اسی نے عمرو بن عبدود سے پہلوان کو پچھاڑا ہو۔
حنین میں اسی نے اسلام کا پرچم گاڑا ہو۔
یہانتک کہ علامہ ابن عبدالبر کو کہنا پڑے ھوالذی کان لوائہ مع رسول اللہ فی کل زحف وھوالذی صبرمعہ یوم فرّعنہ غیرہ۔ علی وہ ہیں جن کا علم رسولؐ اللہ کے ساتھ ہر جنگ میں تھا اور وہی وہ ہیں جنہوں نے رسولؐ اللہ کے ساتھ اس روز صبر کیا جب کہ آپکے علاوہ دوسرے بھاگ اٹھے تھے۔ (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر دارج المطالب ص۱۴۳)

لہ منکمہ فضائل اہلبیت کا بیان ہے کہ رسولؐ اللہ نے کبھی اپنے خاندان

بقیہ حاشیہ صـ۲۳۵

کے افراد کو کوئی عہدہ عطا نہیں کیا، اب اس ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہے قدرت ہی جب آنکھوں پہ پٹی باندھ دے تو ہم کیا کر سکتے ہیں ورنہ بنی ہاشم میں صرف علی بن ابی طالب وہ ہیں جن کو رسولؐ نے ہر جنگ میں علمداری کے علاوہ (جیسا کہ علامہ ابن عبدالبر کی سابقہ شہادت سے معلوم ہوا) حسب ذیل عہدے عطا کئے۔

حضرت ابوبکر کو معزول کر کے سورۂ برأت عطا کیا

خالد بن ولید کو معزول کر کے یمن کا حاکم مقرر کیا

جنگ تبوک میں مدینہ کا حاکم اور اپنا خلیفہ مقرر کیا (جیسا کہ آگے آئے گا)

اپنی اور دیگر صحابہ کی موجودگی میں متعدد قضایا میں منصب قضا عطا فرمایا۔

یہ بھی ملحوظ رہے عہدے ملنا اتنی بڑی فضیلت نہیں ہے جتنا اہلبیت ہونا کیونکہ عہدے تو کبھی تالیف قلوب کے لئے بھی دئے جاتے ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ نے ابوسفیان وغیرہ کو بعض عہدے دیئے تھے، لیکن اہلبیت ہونے کا شرف وہ ہے جو صرف خاص الخاص اعزا کو

رسولؐ نے جس کو اپنا بھائی کہا ہو۔
آنحضرتؐ نے جس کو انت منی بمنزلۃ ھارون من
موسیٰؑ کہہ کر اپنا خلیفہ بنایا ہو[1]۔

بقیہ حاشیہ صـ۲۳۶

کو ملتا ہے۔ ہمارے نبیؐ کی بیویاں تک بقول امام مسلم و امام نووی کے اہلبیت سے خارج ہیں (دیکھو صحیح مسلم ارجح المطالب صـ۲۲۳) بھلا اہلبیت کا اور اغیار کا کیا مقابلہ مثل مشہور ہے کہ جگر جگر ہے اور دگر دگر ہے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔ نحن اھل البیت لا یقاس بنا احد۔ ہم اہلبیت کا کسی شخص پر قیاس نہیں کیا جا سکتا (فردوس الاخبار وغیرہ بحوالہ ارجح المطالب صـ۲۳۰)۔

[1] حدیث منزلت اور رسول اللہؐ کا جنگ تبوک میں علی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنانا اور یہ کہہ کر کہ سوائے نبوت کے تم ہر حیثیت میں میرے لئے مثل ہارون کے ہو علی کی ابدی حکومت پر مہر تصدیق ثبت فرمانا اس حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ کتب اخبار و سیر اس سے پٹی پڑی ہیں۔ مگر منکر فضائل اہلبیت اس سے بھی منکر ہے۔ حدیث منزلت اور بوقت جنگ تبوک علی کی نیابت کے لئے ملاحظہ ہو ——

آنحضرتؐ نے تمام اصحاب و اقربا کو چھوڑ کر صرف اسے دین و دنیا میں اپنا بھائی بنایا ہو (دیکھو صحیح ترمذی ج ۲ ص۲۱۵ طبع لکھنو)

بقیہ حاشیہ

صحیح بخاری ج ۲ ص۳ (باب غزوہ تبوک و ج ۲ ص۱۹ باب مناقب
صحیح مسلم ج ۲ ص۲۷۸ و ص۲۷۹ (پانچ طریق سے)
مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص۹۷ و ج ۵ ص۲۶
الریاض النضرہ ج ۲ ص۱۶۳
استیعاب ج ۳ ص۳۴
صواعق محرقہ ص۷۲
شرح التقریب ج ۱ ص۷۵
سیرت حلبیہ ج ۳ ص۱۴۸
اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۲ ص۵۰۷
امتاع مقریزی ص۴۲۹
اسعاف ص۱۴۹
شرح مواہب زرقانی ج ۳ ص۶۹
عیون الاثر ج ۲ ص۲۱۷
مجمع الزوائد ج ۹ ص۱۱۱
سیرت زینی دحلان ج ۲ ص۳۳۸
مروج الذہب ج ۲ ص۶۱
خصائص نسائی ص۳۲
مستدرک حاکم ج ۲ ص۱۰۸
جامع ترمذی ج ۲ ص۲۱۳
نزل الابرار ص۱۵
کفایہ گنجی ص۲۸

غرض کہاں تک گنوایا جائے یہ حدیث اجماعی ہے اور بقول سبط ابن جوزی کے اہل سیر نے اس پر اتفاق کیا ہے (دیکھو تذکرہ سبط ابن جوزی ص۱۲)

جس نے کبھی بتوں کے سامنے اپنا سر نہ جھکایا ہو!

جس نے مع اپنے اہلبیت کے ہجرت و یاس نبیؐ کا جنازہ اٹھایا ہو!

جس کی وجہ سے عالم میں نسل رسولؐ باقی رہ کر سورۂ کوثر کی تفسیر کر رہی ہو۔

سردار جوانان جناں جس کے بچے ہوں

سیدہ نساء عالمیان جس کی زوجہ ہو

سردار دو جہاں جس کا بھائی ہو

آیۂ "مباہلہ" میں جو نفس رسولؐ!

آیۂ "نسب و مہر" میں جو زوج بتول!

آیۂ "تطہیر" میں چادر پوش عصمت و طہارت!

(آیۂ مباہلہ) قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم (آل عمران ۶۱)

(آیۂ نسب) ھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا (فرقان ۵۴)

(آیۂ تطہیر) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت (احزاب ۳۳)

آیۂ "مودت" میں شریک اجر رسالت!

آیۂ "مرضات" میں جان کی بازی لگا کر اللہ کے ساتھ تجارت!

آیۂ "کفایت" میں رسولؐ کی تصدیق و شہادت!

آیۂ "اطعام" میں یادگار سخاوت!

آیۂ "نور" میں رفعت کی سند لینے والی بے نظیر عبادت!

آیۂ "ولایت" میں سر پہ آراستۂ تخت ولایت!

(آیۂ مودت) قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ (شوریٰ ۲۳)

(آیۂ مرضات) ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (بقرہ ۲۰۷)

(آیۂ کفایت) قل کفیٰ باللہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتٰب (رعد ۴۵)

(آیۂ اطعام) ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما واسیرا (دہر ۸)

(آیۂ نور) اللہ نور السموات والارض (نور ۳۵)

(آیۂ ولایت) انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا (مائدہ ۵۵)

آیۂ "امر" میں تاج پوش امارت!
آیۂ "صدق" میں خلعت پوش لباس صداقت!
آیۂ "صراط" میں ظلمت شکن منارۂ ہدایت!

(آیۂ امر) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔
(آیۂ صدق) یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین (توبہ ۱۲۰)
(آیۂ صراط) اھدنا الصراط المستقیم (الفاتحہ)

یہ تمام آئتیں شاہ ولایت حضرت علی بن ابی طالب کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اگر شک ہو تو یہ کتابیں دیکھو۔ ینابیع المودۃ۔ صواعق محرقہ۔ تذکرہ سبط ابن جوزی۔ تفسیر در منثور صحیح ترمذی وغیرہ۔

("منکر فضائل اہلبیت" شاید یہاں پر بھی کہہ دے کہ "سبائیوں" نے رشوت دے کر ان کتابوں میں یہ آیات علی کی شان میں لکھوا دی ہیں)۔

حضرت رسولؐ جس کی دشمنی کو علامت نفاق بتائیں [1]
حضرت ابوبکر جس کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت سمجھیں [2]
حضرت عمر کہیں کہ علی کی محبت کے بغیر کوئی شخص شریف نہیں ہو سکتا [3]
حضرت عثمان جس کو نبیؐ کے نور کا ٹکڑا مانیں [4]

---

[1] والذی فلق الحبة وبرء النسمة انه لعهد النبیؐ الیّ ان لا یحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق۔
حضرت علی فرماتے ہیں، اس کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور حیات کو پیدا کیا مجھ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد لیا ہے کہ مجھ کو سوائے مومن کے کوئی دوست نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے کوئی دشمن نہیں رکھے گا۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۶۱ وص ۲۵)
[2] صواعق محرقہ ص ۱۷۵، ذخائر عقبیٰ ص ۹۵ بدایہ ونہایہ ج ۷ ص ۳۵۷
[3] صواعق محرقہ ص ۱۷۶
[4] ینابیع المودۃ

حضرت عائشہ جس کو خیر البشر بعد النبیؐ کی لفظ سے یاد کریں[۵۵]
جو عترت رسولؐ میں ہونے کی وجہ سے داخل درود وسلام
ہوا اور اس پر سلام بھیجے بغیر نماز ناتمام ہو۔ اس پیامیر معاویہ سب دشتم
واجب گردانیں اور وہ بھی اس حد تک کہ جزو عبادت بن جائے۔
کیا علی کے مذکورہ فضائل امیر معاویہ کو نہیں معلوم تھے ؟ ضرور
معلوم تھے پھر کیوں اتنی تندہی سے انہوں نے عداوت علی کا
مظاہرہ کیا۔ کیا ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ علی کو گالی دینا ایسا ہے
جیسا نبیؐ کو گالی دینا اور نبیؐ کو گالی دینا (معاذ اللہ) خدا کو گالی
دینا ہے اس کے بعد بھی وہ گالی دیتے چلے گئے ——
ایک دفعہ ابن عباس کا گذر کچھ لوگوں کی طرف سے
ہوا جو علی کو گالیاں دے رہے تھے (یہ اس وقت کی بات
ہے جب زمان معاویہ میں یہ رسم بد عام ہوگئی تھی اور ابن
عباس نابینا ہو چکے تھے) ابن عباس نے اس شخص سے کہا جو
جو ان کا ہاتھ پکڑے تھا، یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں اس نے جواب دیا

---

۵۵ کفایۃ الطالب ص۱۱۹ ینابیع المودۃ ص۲۴۶ ارجح المطالب ص۱۴
(یہ احادیث ہم نے ابوتراب ج ۱ میں مفصلاً درج کی ہیں)

علی کو گالیاں دے رہے ہیں، ابن عباس نے کہا مجھ کو ان لوگوں کے پاس پلٹا دو جب وہاں پر گئے تو کہا

تم میں سے کون خدائے عز وجل کو گالیاں دے رہا ہے؟

ان لوگوں نے جواب دیا، سبحان اللہ! جو اللہ کو گالی دے وہ تو مشرک ہے!

اچھا، کون ہے جو رسول اللہ کو گالیاں دیتا ہے؟

سبحان اللہ! جو رسول خدا کو گالی دے وہ تو کافر ہے!

"اچھا! کون ہے تم میں سے جو علی مرتضیٰ کو گالی دیتا ہے؟"

"ہاں! یہ کام ہم نے کیا ہے!"

تو سن لو! میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ــــ من سب علیاً فقد سبنی و من سبنی فقد سب اللہ و من سب اللہ کبہ اللہ علی منخریہ فی النار۔ جس نے علی کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی، جس نے مجھے گالی دی اس نے اللہ کو گالی دی اور جس نے اللہ کو گالی دی اس کو اللہ اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ یہ کہنے کے بعد ابن عباس آگے بڑھ گئے پھر انہوں نے ساتھ والے شخص سے کہا اب یہ لوگ کیا کہتے

ہیں؟ اُس نے جواب دیا "کچھ نہیں" کہا " ان کے چہرے کیسے ہوگئے؟ اُس نے جواب دیا ؎

نظروا الیک باعین محمرۃ

نظر التیوس الی شفار الجازر

یعنی یہ آپ کو لال لال آنکھوں سے دیکھنے لگے بالکل اسی طرح جس طرح مرکھنا مینڈھا قصاب کی چھری کو دیکھتا ہے۔ یہ سن کر ابن عباس نے کہا تیرا باپ تجھ پر قربان اور اضافہ کر۔ اُس نے پھر کہا ؎

خزر العیون نواکس ابصارھم

نظر الذلیل الی العزیز القاھر

یہ آپ کو ترچھی نظروں سے دیکھتے تھے پھر اپنی نظریں جھکا لیتے تھے جس طرح ذلیل عزت والے غالب شخص کو دیکھتا ہے۔ ابن عباس نے کہا تیرا باپ قربان! بیٹا کچھ اور اضافہ کر" اس نے کہا اب تو مجھ کو کوئی شعر نہیں آتا۔ ابن عباس نے کہا تو لے مجھ سے سُن!

احیاؤھم عار علی امواتھم

والمیتون فضیحۃ للغابر

ان کے زندے ان کے مُردوں کے لئے عار ہیں اور ان کے مردہ

ان کے زندوں کے لئے ننگ ہیں[1]"

مسلمانو! آنکھیں کھولو اگر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اس لعنتی طریقہ کو بند نہ کروا دیتا تو آج بھی مسلمانوں کی مساجد و منابر پر لعن بر علی جزو خطبہ جمعہ ہوتا کہ نہیں؟ کیونکہ جب خلیفہ مذکور نے اس کو بند کروایا ہے اور اس کی جگہ یہ آیت (ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان الخ) جاری کروائی تو لوگوں میں ہنگامہ ہو گیا بہت سوں نے کہا کہ ہائے آج امیر معاویہ کی سنت بدلی جا رہی ہے[2]۔

علی پر لعن کا راز

آخر یہ بھی سوچا کہ امیر معاویہ کو حضرت علی کی انتقال کے بعد بھی ان پر گالیاں دلوانے کی کیا وجہ تھی بقول شخصے سارے بلاد اسلامی پر ان کی حکومت جم چکی تھی علی و حسن دونوں کا خاتمہ ہو چکا تھا یزید کو اپنا خلیفہ بھی بنا کر دل کی ٹھنڈک کا سامان کر

---

[1] ریاض نضرہ ج ۱ ص۱۶۶، کفایۃ الطالب ص۲۷، فرائد سمطین باب ۵۱، فصول مہمہ ص۱۲۶ [2] نصائح کافیہ ص۸۶

لیا تھا اب اگر علی پر لعن نہ ہوتی تو کیا بگڑ جاتا۔ نہیں بہت بگڑ جاتا بات یہ تھی کہ اہلبیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت حقہ کا رجحان لوگوں کے ذہنوں میں جاگزیں تھا، حضرت علی کا بیعت نہ کرنا ان کو معلوم تھا اہلبیت کا علم وفضل، ان کے کردار کی عظمت و پاکیزگی، صفات رسولؐ کا ان کی ذاتوں میں نمایاں ہونا، اپنا حق ہوتے ہوئے اسلام کے انتشار و خدشۂ اغیار کے خوف سے تلوار نہ اٹھانا ——— یہ وہ امور تھے جو حق دل و حق نگاہ افراد کے قلوب کو اپنی طرف موہے لے رہے تھے، سلمان و مقداد و بوذر حذیفہ و عمار وقیس و اویس و اشتر و محمد بن ابی بکر جیسے اجلہ اصحاب و تابعین اسی شمع حقیقت پر پروانہ بن کر فدا ہونے والے تھے۔ پھر اہلبیت کی شان میں لاتعداد احادیث لوگوں کی زبان پر تھیں لہذا امیر معاویہ کو بھی وہی سب طریقے اختیار کرنے پڑے جو ہر دنیاوی حکومت اس جماعت کے خلاف کرتی ہے جس سے حکومت کو خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ اگر اس کی طرف سے پبلک کو بدظن نہ کیا گیا تو ایک وقت میں یہ حکومت کا تختہ اُلٹ سکتی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اظہار خود خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے کیا ہے ملاحظہ ہو ـــ

"عمر بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ میرا باپ جب خطبہ پڑھتا تھا اور علی پر سب کرتا تھا تو اس کی زبان کو لغزش ہو جاتی تھی اور اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا جب میں نے اسکی بابت پوچھا تو اس نے کہا تو نے اس چیز کو محسوس کر لیا؟ میں نے جواب دیا ہاں، اس وقت میرے باپ نے کہا اگر ہماری رعایا علیؑ کے فضائل کو جان لے جو ہم جانتے ہیں تو وہ اولاد علی کی تابعداری اختیار کرے گی لہذا ان کے فضائل کو چھپانا معائب کو بیان کرنا ہماری بادشاہی کو قائم رکھتا ہے۔
(تاریخ کامل ج ۵ ص۱۶ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص۲۵۵)

دیکھا آپ نے یہ ہے حرفِ حق جو آخر کار زبان پر آ ہی گیا امیر معاویہ کہیں یا نہ کہیں یہ راز ان کے ایک لائق سپوت نے طشت از بام کر دیا۔ لیکن حکومتیں مٹ گئیں، ان کی شان فنا ہو گئی آج نہ تو بنی امیہ کا ڈنکا بج رہا ہے نہ بنی عباس کا اگر نام ہے تو محمدؐ اور ان کی آلؑ کا۔ درود و سلام ہو رہا ہے تو محمد عربی اور ان کی ذریتؑ طیبہ پر۔ امیر معاویہ کے من گھڑت فضائل حقیقت کی دنیا میں کہیں نظر نہیں آتے لیکن علی کی فضائل و مناقب سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان کا ذکر خیر ہر محراب و منبر میں جاری ہے سچ ہے –

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ

جنگ علی و معاویہ

واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کے مورچہ سنبھالنے کو کوئی "ذی علم مسلمان" پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھ سکتا اگر دیکھے گا تو وہ یا تو جاہل ہوگا یا پھر مسلمان نہ ہوگا، چنانچہ عصر حاضر کے ایک روشن فکر مبصر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی جو سنی ہیں مگر ـــــــ دشمن آل محمدؐ نہیں، انہوں نے کارزار علی و معاویہ کو تواریخ سے نتھار کر سامنے رکھ دیا ہے جس میں اپنے اختصار کے ساتھ واقعہ صفین کے پس منظر سے بڑی وقت کے ساتھ بحث کی گئی ہے اس لئے ہم واقعہ صفین اپنے الفاظ میں پیش کرنے کے بجائے من وعن انہی کی کتاب ترجمہ نہج البلاغہ سے نقل کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین وصلی اللہ علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

امیرالمومنین علیہ السلام، خلافت کو اپنا ہی حق سمجھتے تھے۔ مگر قریش[1] کو اندیشہ تھا کہ ایک دفعہ خلافت خاندان رسالت میں چلی

---

[1] قریش میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و امیر معاویہ شامل ہیں کہ نہیں؟ مؤلف

گئی تو پھر کبھی نہ نکلے گی، اور وہ اس سے کھیل نہ سکیں گے اسی لئے قریش، خلافت کو اہلبیت سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے۔

جاہلیت میں بنی امیہ نے قریش کی قیادت کی تھی۔ اب اسلام میں بھی سرداری چاہتے تھے پہلے دو خلفاء کے زمانے میں اُبھر نہ سکے[1]۔ مگر تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ ـــــ بنی امیہ ہی میں سے تھے اب امویوں کو اپنی سلطنت قائم کر لینے کا موقعہ ملا، اور انہوں نے طے کر لیا کہ حکومت ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔

خلافت کا معاملہ اب تک اس طرح طے ہوا کرتا تھا کہ مدینے کے اکابر مہاجرین و انصار کسی شخص پر اتفاق[2] کر لیتے تھے اور اسی کو خلیفہ مان لیا جاتا تھا۔ مگر یہ دستور بنی امیہ کے مفید مطلب نہ تھا۔ کیونکہ حضرت عثمان کے بعد تین ہی سر بر آوردہ مہاجر باقی رہتے تھے۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ پرانے دستور کے مطابق انہی میں سے

---

[1] حالانکہ بنی امیہ کو شام جیسا زرخیز خطہ جو جنت ارضی کہلاتا ہے حضرت ابوبکر و عمر ہی نے عطا کیا۔ ۱۲ مولف

[2] اس اتفاق کی حقیقت آگے آتی ہے۔

۱۲ مؤلف

کوئی خلیفہ ہوتا، مگر ان میں سے کوئی بھی اموی نہ تھا، یہ صورت حال بنی امیہ کو منظور نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کے مقاصد کے لئے ضروری تھا کہ پیمانہ دستور ٹوٹ جائے۔ انتشار پیدا ہو، اور خلافت کا فیصلہ تلوار کے سپرد ہو جائے۔ امویوں کو انتشار اور خانہ جنگی میں اپنی کامیابی اس لئے دکھائی دیتی تھی کہ صوبوں کی حکومتیں[1] انہی کے ہاتھ میں تھیں اور ان کے لیڈر امیر معاویہ بن ابی سفیان گورنر شام بہت طاقتور ہو چکے تھے۔

ایک طرف یہ اموی سیاست تھی، دوسری طرف اکابر مہاجرین میں طلحہؓ اور زبیرؓ بہت دولتمند ہو گئے تھے اور اقتدار حکومت میں نمایاں شرکت چاہتے تھے۔ یہ خواہش پوری نہ ہوئی تو عثمانی حکومت کی خرابیاں اچھالنے اور لوگوں کو مخالفت پر ابھارنے لگے۔

حضرت علیؑ کی پوزیشن یہ تھی کہ اپنا حق سمجھنے پر بھی خلافت حاصل کرنے کے لئے کوئی خفیہ یا علانیہ کوشش نہیں کر رہے تھے عثمانی حکومت کی بدعنوانیوں سے نالاں ضرور تھے مگر تخریب نہیں اصلاح چاہتے تھے۔ خلیفہ کو ایسے مشورے دیتے رہتے تھے کہ فتنوں

---

[1] لہذا معلوم ہوا کہ بنی امیہ کا تسلط پہلے کر دیا گیا تھا۔ مولف ۱۲

کا سدباب ہو اور امت کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔ مگر یہ روش نہ طلحہؓ و زبیر کو پسند تھی نہ بنی امیہ کو۔ دونوں پارٹیاں امیرالمومنین سے ناراضی میں متفق تھیں اور اس اتفاق نے ان میں بُند بُند ہمدردی پیدا کر دی تھی۔

حضرت عثمانؓ ستر برس کی عمر (۲۳ھ) میں خلیفہ ہوئے تھے۔ عمر کے ساتھ ساتھ حکومت میں بھی خرابیاں بڑھتی رہیں، لوگوں کو جو بڑی بڑی شکایتیں پیدا ہوئیں۔ ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) سب بڑے بڑے عہدے بنی امیّہ کو دے دیئے۔ حالانکہ یہ لوگ نہ صحابی تھے نہ اچھی سیرت رکھتے تھے (۲) مدینہ کے اطراف میں بہت بڑی چراگاہ مسلمانوں پر بند کر کے اپنے اور بنی امیہ کے مویشیوں کے لئے خاص کر دی (۳) اکابر مہاجرین و انصار سے صلاح مشورہ لینا چھوڑ دیا (۴) مروان کے باپ، الحکم بن العاص کو مدینہ میں بلا لیا حالانکہ رسولؐ اللہ اسے جلا وطن کر چکے تھے اور حضرت عثمان کی پیہم سفارش پر بھی اگلے خلفا نے اس کی واپسی نہ منظور کی تھی۔

(۵) مروان کو فتح افریقہ کا مال غنیمت بخش دیا۔ یہ بہت بڑی رقم تھی اور فدک بھی مروان کی جاگیر[1] میں دے دیا۔ (۶) ولید بن عقبہ

---

[1] یہ وہی فدک ہے جو سیدہؓ سے لے لیا گیا تھا۔ مولف ۱۲

گورنر کوفہ نے نشہ میں امامت کی۔ کوفہ والوں کی شورش پر اسے معزول تو کر دیا گیا، مگر سزا دینے سے گریز ہوتا رہا۔ (۷) حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو محض اس لئے جلاوطن کر دیا کہ بنی امیہ کی دنیا پرستی پر معترض تھے۔

حضرت عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود جیسے اکابر صحابہ کو ناحق بے دردی سے پٹوایا، شکایتیں غلط نہ تھیں۔ مگر ایسی بھی نہ تھیں کہ اصلاح نہ ہوسکے اور معاملہ خلیفہ کے قتل تک پہنچ جائے مگر علیؓ و زبیرؓ کی پارٹی انہی شکایتوں کو لے کر در غلاتی رہی اور بنی امیہ کی پارٹی اور زیادہ اشتعال دلا کے برہمی و خانہ جنگی کے لئے زمین ہموار کرتی رہی۔

صوبوں کے مسلمان، اموی گورنروں سے پہلے ہی نالاں تھے۔ دفعتہً مدینہ سے ایک خط پہنچتا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہاجرین اولین اور بقیہ اہل شوریٰ کی طرف سے صحابہ اور تابعین کے نام

"ہمارے پاس دوڑ کے پہنچو اور رسول اللہ کی خلافت کو برباد ہونے سے بچالو!

"تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ کا دین بدل ڈالا گیا ہے۔

رسول ص اللہ کی سنت پلٹ دی گئی ہے اور اگلے خلفاء کے احکام ملیامیٹ کر دئے گئے ہیں۔

" اصحاب رسول ص اور تابعین لہم باحسان میں سے جو کوئی ہمارا یہ خط پڑھے ہم اسے خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ فوراً چل پڑے ، یہاں آجائے ، ہم سے حق لے اور ہمیں حق دے۔

" پس اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو بلا تاخیر ہمارے پاس چلے آؤ اور حق کو اسی راہ پر قائم کر دو ، جس پر تم اپنے نبی ص سے جُدا ہوتے تھے اور جس پر اگلے خلفاء سے رخصت ہوئے تھے "

یہ پُر اثر اور باغیانہ خط کس نے لکھا تھا ؟ تاریخ جواب نہیں دیتی ، لیکن یہ بات قابل لحاظ ہے کہ حضرت عثمان پر جب باغیوں کی سختی بہت بڑھ گئی اور حضرت طلحہ رض نے دوڑ دوڑ کر انہیں منع کیا تو مالک بن حارث اشتر نخعی نے یہی خط سب کے سامنے پیش کر کے طلحہ رض سے کہا " اب لٹو سے بھاتے ہو ، حالانکہ تم نے یہ خط بھیج کے ہمیں بلایا ہے ۔" مگر طلحہ نے خط سے قطعی لاعلمی ظاہر کی۔

ممکن ہے طلحہ رض و زبیر رض کی پارٹی نے خط لکھا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اموی سازشیوں کی کارستانی ہو لیکن تاریخی واقعات پر غور کرنے

سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ طلحہؓ و زبیرؓ کی پارٹی یہ تو چاہتی تھی کہ حضرت عثمانؓ کو پریشان کر کے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرے۔ مگر شاید اس کے وہم میں بھی نہیں تھا کہ فتنے کی یہ آگ خلیفہ کو ہلاک اور امت کی وحدت کو تقسیم کر کے رہے گی۔

بہرحال جب مذکورہ بالا خط، صوبوں میں پہنچا، تو ایک آگ سی لگ گئی اور شورہ پشت لوگ مدینہ کو چل پڑے۔ مصر سے چھ سو آدمی آئے تھے۔ ان میں سے چار سو کا سرغنہ محمد بن حذیفہ تھا۔ یہ شخص بنو امیہ میں سے تھا۔ اور حضرت عثمانؓ ہی کی گود میں پلا تھا۔ خفا ہو کر مصر چلا گیا تھا اور اب اپنے محسن کے خلاف بغاوت پر تلا ہوا تھا، دراصل وہ بنی امیہ کی سیاست کو کامیاب بنا رہا تھا۔

انہی دنوں ایک دفعہ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کے گھر آئے اور اپنے رشتے کا واسطہ دے کر درخواست کی کہ شورش پسندوں سے نجات کی تدبیر کریں، ساتھ ہی وعدہ کیا کہ آئندہ ہر مشورے پر عمل کریں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا:- اس قسم کے وعدے آپ کر تو لیتے ہیں، مگر بعد میں مروان، معاویہ ابن عامر اور عبداللہ بن سرح کے کہنے پر آکر میرے کئے کرائے پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

پھر حضرت علیؓ، سربرآوردہ مہاجرین و انصار کے ساتھ

جن میں طلحہؓ اور زبیرؓ نہ تھے مصریوں سے ملے اور سمجھایا، مصری اس شرط پر راضی ہو گئے کہ حکومت کی اصلاح کی جائے مصر کے گورنر عبداللہ بن سرح کو معزول اور اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو مصر کا گورنر بنا دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے یہ سب مان لیا اور مصری سرکش، محمد بن ابی بکر کے ساتھ اپنے وطن کو واپس ہو گئے ——— اس کے بعد حضرت علیؓ کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ نے مسجد میں بڑی پر اثر تقریر کی پچھلی غلطیوں کی معافی چاہی۔ صاف لفظوں میں توبہ بھی کر لی۔ یہ اعلان بھی کر دیا "تمہارے سردار ضرور میرے گھر آئیں۔ جو کچھ کہیں دل کھول کر کہیں۔ میں ہر ظلم، ہر شکایت دُور کر کے رہوں گا..... بخدا میں تمہیں رضا مند کر کے چھوڑوں گا۔ مروان اور اس کے رشتہ داروں کو الگ کر دوں گا۔"

حاضرین پر گہرا اثر ہوا، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں مگر جب حضرت مسجد سے گھر پہنچے تو مروان نے بولنے کی اجازت چاہی حضرت کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ چیخ اٹھیں "چپ رہو، تم مجھے میاں کو قتل کرا کے اور ان کے بچوں کو یتیمی کا داغ دے کے چین لو گے امیرالمومنین جو کچھ فرما آئے ہیں اب اس سے پھر جانا ان کی شان کے خلاف ہے۔"

مگر مروان نہ مانا، کہنے لگا" امیرالمومنین! میرے ماں باپ قربان، بخدا میری کیسی آرزو ہے کہ آپ مسجد میں جو کچھ کہہ آئے ہیں ایسی حالت میں کہتے کہ آپ کے ہاتھ میں طاقت ہوتی، لیکن آپ کا یہ اعلان ایسی حالت میں ہوا ہے کہ آپ کو بے بس سمجھ لیا گیا ہے، یہ تو کھلی ذلت ہے۔ بخدا گناہ پر اڑے رہنا، جس سے رجوع کیا جا سکتا ہے اس توبہ سے کہیں بہتر ہے جو مجبوری سے ہو۔ آپ جانتے بھی ہیں کیا کر آئے ہیں؟ لوگوں کو اور بھی شیر کر آئے ہیں.....!

حضرت نے جواب دیا:" جو کچھ کہہ آیا ہوں، اب اس سے پھروں کیسے؟ میں نے تو وہی کیا ہے جو اچھا سمجھا تھا۔

مروان نے کہا: اچھا سمجھا تھا! مگر خبر بھی ہے کہ پہاڑ جیسی ایک بھیڑ آپ کے دروازے پر کھڑی ہے۔ کوئی ظلم کی شکایت کر رہا ہے، کوئی روپیہ پیسہ مانگتا ہے، کوئی عہدہ داروں کی معزولی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اپنی خلافت مٹی میں ملا دی ہے آپ مضبوط رہتے تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔

پھر مروان، مجمع کے سامنے پہنچ گیا، اور اُس نے جو کچھ کہا اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"تم کیوں آئے ہو، لوٹ مار کا ارادہ ہے؟ دور ہو یہاں سے خدا کی قسم! ہمارے منہ آؤ گے تو ہم چھٹی کا دودھ یاد دلا دیں گے! خدا کی قسم ہم نہ مغلوب ہیں نہ کمزور ہیں، ہم خوب جانتے ہیں کہ جو سلطنت ہمارے ہاتھ میں آچکی ہے اس کی حفاظت کس طرح کرنا چاہیئے .....!

مروان کی تقریر سے لوگ بہت برہم ہوئے۔ بعض نے حضرت علی سے بھی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:۔

"عجب مشکل میں ہوں، گھر بیٹھ رہتا ہوں تو عثمان کہتے ہیں، مجھے چھوڑ دیا، بولتا ہوں اور بگڑی بننے لگتی ہے تو مروان آ کے ان سے کھیلنے لگتا ہے۔ افسوس اس عمر اور صحبت رسول کے باوجود مروان کا کھلونا بن گئے ہیں[1]!"

پھر حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ سے ملے اور جو کچھ ہوا تھا اس پر ناخوشی ظاہر کی۔ صاف کہہ دیا" آئندہ دخل نہیں دوں گا!" آپ کے چلے جانے کے بعد حضرت عثمانؓ کی بیوی نائلہ نے اپنے شوہر

---

[1] اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ خلیفہ منصوص من اللہ ہونا چاہیئے تاکہ وہ لوگوں کا کھلونا نہ بن سکے۔ ۱۲ مولف

کو سمجھایا کہ "آپ تو مروان کے ہاتھ میں اپنی مہار دے چکے ہیں، جدھر چاہتا ہے لے جاتا ہے، خدا سے ڈریئے، اگلے خلفاء کی پیروی کیجئے، مروان ہی کے پیچھے چلتے رہیں گے تو ضرور آپ کو قتل کرا کے رہے گا۔ اس کی عزت ہی کیا ہے بلکہ اس کی وجہ سے تو سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ علیؑ کو منا لیجئے، دیر نہ کیجئے، سوچئے تو ان کے کہنے ہی مصری باغی کس طرح لوٹ گئے؟"

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؑ کو بلوایا، مگر وہ نہیں آئے، اس پر حضرت عثمانؓ چھپ کر ان کے گھر گئے اور اُلٹے شکایت کرنے لگے "ابوالحسن! آپ نے مجھ سے بیوفائی کی ہے اور لوگوں کو میرے خلاف اُبھارا ہے!"

حضرت علیؑ نے جواب دیا "خدا گواہ ہے میں سب سے زیادہ آپ کی مدافعت کرتا رہا ہوں۔ لیکن خود آپ نے مجھے بے بس کر ڈالا ہے۔ آپ کی بھلائی کے لئے جو کچھ کرتا ہوں، مروان اس کے خلاف ہوتا ہے اور آپ میری نہیں مروان کی سنتے ہیں، ایسی حالت میں میرا دخل دینا بے سود ہے۔"

حضرت علیؑ نے حمایت کرنا چھوڑ دیا، یہاں تک محاصرہ کرنے والوں نے حضرت عثمانؓ پر پانی بھی بند کر دیا۔ حضرت ام سلمہؓ

مشک چھپائے لئے جارہی تھیں، سرکش تاڑ گئے، مشک چھین لی، اور خود ام المومنین کو تکلیف پہنچائی، حضرت علیؓ نے سنا تو بہت غمگین ہوئے۔ طلحہؓ سے کہا پانی پہنچانا چاہیئے، مگر طلحہؓ نے یہ بھی پسند نہ کیا، اس پر حضرت اُٹھے اور خود پانی پہنچا دیا۔

اب ایک نیا شگوفہ کھلتا ہے، حضرت علیؓ سمجھا بجھا کے مصریوں کو لوٹا چکے تھے، مگر تین دن بعد وہ پھر واپس آگئے اور بتایا کہ رستے میں حضرت عثمانؓ کا غلام ملا اس کے پاس سے سیسے کی نلی میں چھپا ہوا خط نکلا، خط پر خلیفہ کی مہر ہے اور اس میں گورنر کو حکم دیا گیا ہے کہ ہمارے سرداروں کے کوڑے لگائے جائیں، سر اور داڑھیاں مونڈھ کر ان کی تشہیر کی جائے، انہیں قید کر دیا جائے اور محمد بن ابی بکر کو قتل کر ڈالا جائے۔

بعض مصری حضرت علیؓ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور اصرار کیا کہ حضرت عثمانؓ سے ملیں اور دیکھیں کہ یہ معاملہ کیا ہے حضرت علیؓ گئے۔ کچھ مصری بھی ساتھ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے قسم کھائی کہ وہ خط سے بالکل بے خبر ہیں۔ مصریوں نے کہا: "یہ کیسی بات ہے؟ مروان اس قدر ڈھیٹ ہو گیا ہے کہ آپ کے نام سے فرمان لکھتا ہے آپ کے غلام کے ہاتھ بھیجتا ہے۔ سرکاری اونٹ پر

غلام کو روانہ کر دیتا ہے لیکن آپ کو خبر تک نہیں ہوتی ! دو میں سے ایک ہی بات ہو سکتی ہے آپ سچے ہیں یا جھوٹے ۔ جھوٹے ہیں تو آپ کو معزول کر دینا قطعاً ضروری ہے کیونکہ آپ نے ہم بیگناہوں کو ناحق سزا دینے اور قتل کرڈالنے کا حکم دیا ہے ۔ اور سچے ہیں ، تو بھی معزول ہونے کے مستحق ہیں کیونکہ خلافت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اُٹھانے میں آپ کمزور ثابت ہو چکے ہیں ۔ ایسے کمزور اور غافل آدمی کے ہاتھ میں خلافت چھوڑی نہیں جا سکتی ۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ خود ہی خلافت سے دستبردار ہو جائیں !

حضرت عثمانؓ نے معزول ہونے سے انکار کر دیا اور کہا "میں توبہ کر لوں گا" ، مصریوں نے جواب دیا ۔ " یہ پہلی غلطی ہوتی تو ہم بخوشی توبہ وانابت مان لیتے ، مگر آپ توبہ بھی کرتے رہے ہیں اور توڑتے بھی رہے ہیں ، اب ہم ہٹیں گے نہیں ، آپ کو معزول یا قتل کر کے ہی دم لیں گے آپ کے طرف دار سامنے آئیں گے تو ہم ان سے لڑیں گے " ۔

حضرت عثمانؓ نے جواب دیا ۔ " میں نہ خلافت سے دستبردار ہوں گا ، نہ کسی کو تم سے لڑنے کا حکم دوں گا " اس پر شور مچ گیا ۔ حضرت علیؓ نے مصریوں کے تیور بگڑے دیکھے ، تو انہیں باہر

نکال کے خود اپنے گھر چلے گئے۔

لیکن حضرت عثمانؓ نے پھر اصرار کیا کہ بیچ پڑیں اور فساد یوں کو دُور کر دیں۔ اس دفعہ بھی فسادی حضرت علیؑ کی کوشش سے اس شرط پر راضی ہو گئے کہ تین دن کے اندر تمام مظالم مٹا دیئے جائیں گے اور ناپسندیدہ گورنروں کو بھی معزول کر دیا جائے گا حضرت عثمانؓ نے اپنی منظوری عہد نامے کی صورت میں لکھ دی۔

تین دن گزر گئے اور اموی مشیروں نے کچھ نہ ہونے دیا۔ اب لوگ آپے سے باہر ہو کر عثمانؓ پر چڑھ دوڑے، ان کا مطالبہ اب صرف یہ تھا خلافت سے دست بردار ہو جاؤ۔

اسی دوران میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کی حمایت میں باہر سے فوجیں آ رہی ہیں۔ یہ سُن کر باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے دروازے پہ ہلّہ بول دیا۔ خلیفہ کے طرف داروں[1] نے تیر چلا کے ایک مخالف صحابی، کثیر بن الصلت کندی کو مار ڈالا۔ باغیوں کا مطالبہ ہوا کہ قاتل ان کے حوالے کر دیا جائے۔ مطالبہ نا منظور کیا گیا تو باغی اور زیادہ جوش میں آ گئے انہوں نے خلیفہ کے بند دروازے اور

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ ابتدائیہ جنگ حضرت عثمان کے طرفداروں کی طرف سے ہوئی۔ ۱۲ مؤلف

ڈیوڑھی میں آگ لگا دی۔ دروازہ جل گیا اور ڈیوڑھی گر پڑی۔ باغی گھر میں گھس پڑنا چاہتے تھے مگر کچھ لوگ مدافعت پر کھڑے تھے آپس میں جھڑپ شروع ہو گئی، لیکن کچھ باغی چپکے سے پچھواڑے چلے گئے اور عمر بن حزم کی چھت پر سے حضرت عثمان کے مکان میں اتر گئے دروازے پر لوگوں کو اس کی اس وقت خبر ہوئی جب یہ اپنا کام کر چکے تھے۔ (ذی الحجہ ۳۵ھ)

خلیفہ کا قتل اور وہ بھی خلیفہ عثمانؓ کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا۔ پھر اسلام میں یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا اور بڑا ہی بھیانک تھا اسی لئے تعجب کیا جاتا ہے کہ ایسا بڑا واقعہ اتنی آسانی سے خود دارالخلافہ میں کیسے پیش آگیا اور وہ بھی باہر کے غوغائیوں کے ہاتھ سے۔ لیکن تاریخی واقعات پر غور کرنے سے یہ تعجب دُور ہو جاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ مدینہ کی عام آبادی حضرت عثمانؓ سے رُوٹھ چکی تھی۔ اکابر صحابہ کے بڑے سردار طلحہؓ اور زبیرؓ بھی حضرت عثمانؓ کے سخت مخالف تھے۔ ستم پر ستم یہ کہ خود بنو اُمیہ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، انتشار اور خانہ جنگی چاہتے تھے۔ اسی لئے جب مصر، کوفہ اور بصرہ کے شورہ پشتوں نے مدینہ کا رُخ کیا تو یہاں

کسی نے انہیں روکنا ضروری نہ سمجھا۔ یہ سرکش آئے اور مدینہ پر چھا گئے ان کی مجموعی تعداد سات یا نو سو تھی۔ سب لڑنے مرنے والے تھے۔ قابض ہو جانے کے بعد مدینہ والوں کا ان سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ پھر وہ باغیوں کے ہاتھوں اصلاح کی امید بھی رکھتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ مدینہ میں اکیلے حضرت علیؑ ہی تھے۔ جو آخر تک اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ شورش پسند بھی حضرت کی عزت کرتے تھے، کیونکہ بے غرض یقین کرتے تھے مگر مدینہ پر شورش پسندوں کے قبضے کے بعد اکیلے حضرت علیؑ، حضرت عثمانؓ کو بچا نہیں سکتے تھے۔

وہ صرف بنی امیہ تھے، جو اس المیہ کو روک سکتے تھے۔ بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جس راہ پر حضرت عثمانؓ کو لئے جا رہے ہیں۔ قتل پر ختم ہو گی۔ یہ جانتے ہوئے بھی بنی امیہ نے پوری کوشش کی کہ حضرت عثمانؓ کی مسلمانوں سے صفائی نہ ہونے پائے تاریخ بتاتی ہے کہ مدینہ میں لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر معترض ہونا شروع ہی کیا تھا کہ امیر معاویہ شام سے آئے اور صحابہ کے ایک مجمع کو جس میں حضرت علیؑ، طلحہؓ اور زبیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور عمارؓ بن یاسر موجود تھے اس طرح مخاطب کیا۔

"میں اپنے بوڑھے بزرگ کے حق میں نیک وصیت کرتا ہوں یاد رکھو، اگر تمہاری آبادی میں انہیں قتل کر ڈالا گیا تو بخدا میں مدینہ کو پیدلوں اور سواروں سے بھر دوں گا....!"

اسی مجلس میں ابن عباسؓ کو مخاطب کر کے، مگر حضرت علیؓ کو دھمکانے کے لئے کہا" تم نے ایک ایسی آگ سلگائی ہے جو پانی سے نہیں بجھے گی"

معاویہ ابھی مدینہ ہی میں تھے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک دن اکابر صحابہ کو جمع کیا۔ حضرت علیؓ کو خاص طور سے بلایا اور کہنے لگے میرا چچا بھائی معاویہ تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ معاویہ نے اپنی اس تقریر میں بھی حضرت علیؓ ہی کو دھمکیاں دیں کہ حضرت عثمانؓ کو کچھ ہو گیا تو قیامت برپا کر دوں گا۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ معاویہ نے حضرت عثمانؓ سے کہا تھا کہ سب کچھ ٹھیک رہے گا اگر علیؑ، طلحہؓ اور زبیرؓ کی گردنیں ماردی جائیں اور جب حضرت عثمانؓ نے یہ منظور نہ کیا، تو معاویہ نے کہا، میں چار ہزار سپاہی آپ کی حفاظت کے لئے مدینہ بھیج دوں گا۔ حضرت نے یہ بھی قبول نہیں کیا تو صلاح دی کہ ان تینوں کو دور دراز سرحدوں پر لڑنے کے لئے بھیج دیا جائے اور یہ بھی

نہیں، تو مجھے اجازت دیجئے کہ آپ قتل ہو جائیں تو آپ کے خون کا دعویٰ کر دوں۔"

ان تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہ اور دوسرے بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کی راہ پر لئے جا رہے ہیں مگر یہ جانتے ہوئے بھی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کیا۔ کیونکہ منصوبہ بھی یہی تھا کہ قتل کا ایک واقعہ پیش آئے اور خانہ جنگی برپا کرنے کا موقعہ مل جائے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے محاصرے کے دنوں میں معاویہ سے فوجی مدد طلب کی تھی اور معاویہ نے ایک فوج بھی شام سے روانہ کر دی تھی۔ مگر اس ہدایت کے ساتھ کہ راستے میں ایک جگہ رکی رہے اور نئے حکم کا انتظار کرے۔ فوج برابر پڑی رہی اور جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے۔ تو شام کو واپس چلی گئی۔ بہر حال قتل کے بعد لوگ کئی دن حیرت میں رہے، پھر فکر ہوئی کہ کسی کو خلیفہ بنایا جائے، تین ہی صحابیوں کی طرف نگاہیں اٹھ سکتی تھیں علیؑ، طلحہؓ اور زبیرؓ۔ لیکن واقعہ قتل نے طلحہؓ اور زبیرؓ کا معاملہ بہت مشتبہ کر دیا تھا۔ اس لئے انہیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، اور جب حضرت علیؑ کا نام آیا تو مخالفت کی جرأت بھی نہ کر سکے۔

بیحد انکار کے بعد امیرالمومنینؑ خلافت قبول کرنے پر راضی ہوئے۔ مسجد میں اجتماع ہوا اور حضرت نے خطبہ دیا۔

"یہ معاملہ میں پسند نہیں کرتا تھا، مگر تمہارا اصرار جاری رہا کہ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لوں، تو سنو! میری حکومت خود آرائی کی حکومت نہ ہو گی۔ بلکہ تمہارے مشورے سے چلے گی۔ بیت المال کی کنجیاں تو میرے پاس رہیں گی مگر ایک پیسہ بھی تمہاری مرضی کے بغیر نہ لوں گا۔ کیا تم یہ سن کر بھی میری حکومت چاہتے ہو؟"

سب نے جوش سے حامی بھر لی اور بیعت شروع ہو گئی سب سے پہلے طلحہؓ نے بیعت کی۔ ان کا داہنا ہاتھ شل تھا۔ اسی کو بڑھایا۔ اس پر کسی نے کہا "خدا خیر کرے شگون بُرا ہوا ہے لُنجا ہاتھ سب سے پہلے بڑھا ہے!"

بیعت کے بعد طلحہؓ اور زبیرؓ نے کوفہ اور بصرہ کی گورنریاں طلب کیں۔ حضرت نے انکار کیا، تو مکہ جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت ان کے ارادوں سے واقف تھے، مگر آزادی میں خلل ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ اجازت دے دی۔

دراصل معاویہ کے خط دونوں کے پاس پہنچ چکے تھے۔ لکھا تھا کہ عثمانؓ کے خون کا دعویٰ کیا جائے۔ حضرت علیؑ کو خلافت سے

بے دخل کر دیا جائے اور یہ دونوں باری باری خلیفہ بنیں۔ معاویہ نے یقین دلایا تھا کہ ان کی بیعت کر لیں گے اور ہر قسم کی مدد دیں گے یہ بھی معاویہ ہی کا مشورہ تھا کہ مکہ جائیں جہاں یمن کا عثمانی گورنر ملے گا اور مالی مدد پیش کرے گا۔ حضرت عائشہؓ پہلے سے مکہ میں موجود تھیں اور حضرت علیؑ سے ان کا رنج بہت پرانا تھا[1]۔ معاویہ نے لکھا

---

[1] علی و عائشہ کے باہمی اختلافات کے جو اسباب تھے ان میں سے ایک چھوٹا لیکن دلچسپ سبب عمر ابو النصر نے اپنی کتاب "علی و عائشہ" میں بیان کیا ہے اس کتاب کا اردو میں ترجمہ محمد احمد صاحب پانی پتی نے کیا ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں:۔

"ان تمام باتوں کے علاوہ ایک اتفاق یہ بھی ہوا کہ حضرت فاطمہؑ کے بطن سے کثیر اولاد ہوئی، لیکن حضرت عائشہؓ کے ہاں کوئی بچہ نہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزندوں (حسنؑ و حسینؑ) سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہؓ کو طبعاً یہ خیال آتا کہ ان کے کوئی بچہ ہوتا تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اسی طرح محبت فرماتے جس طرح اپنے نواسوں سے فرماتے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی بے اختیار ان کے دل میں اولاد کی خواہش پیدا ہوتی۔

("علی و عائشہ" طلاہور ص۳)

کہ انہیں بھی ملا لیا جائے۔ بنی امیہ کے اور لوگ بھی مکہ میں ہیں۔ وہ بھی ساتھ دیں گے۔ پھر سب مل کر عراق جائیں اور اس پر قبضہ کر لیں۔ کہ بہت بڑا اور طاقتور مرکز ہے۔

معاویہ چاہتے تھے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ امیرالمومنین سے ٹکرا جائیں۔ فریقین میں سے ایک ختم ہو جائے گا اور جسے فتح ہوگی وہ بھی کمزور پڑ جائے گا اور معاویہ کو اپنی سلطنت قائم کرنے میں آسانی ہو جائیگی

معاویہ کی سکیم کامیاب رہی۔ طلحہؓ اور زبیرؓ اپنی بیعت توڑ کے حضرت عائشہ اور بہت سے لوگوں کو لے کر بصرے کی طرف چل پڑے۔ امیرالمومنین . . . مدینہ سے روانہ ہوئے بصرہ کے سامنے دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔

طلحہؓ اور زبیرؓ کو اور بعد میں معاویہ کو امیرالمومنین سے لڑنے کی کوئی جائز وجہ نہ تھی . . . لوگ حضرت عثمانؓ کے خون کا دعویٰ لے کر اُٹھے تھے اور مطالبہ کرتے تھے کہ قاتلین عثمانؓ کو ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر ان کا دعویٰ غلط تھا اور مطالبہ نامعقول۔ طلحہؓ اور زبیرؓ عثمانؓ کے رشتے دار نہ تھے کہ خون کا دعویٰ کر سکتے۔ معاویہ اموی ضرور تھے مگر عثمانؓ کے وارث یہ بھی نہ تھے۔ ان کے مقابلے میں امیرالمومنین کا جواب نہایت معقول تھا۔ فرماتے تھے ۔ مدینہ

کے صحابہ اور عام مسلمان مجھے خلیفہ تسلیم کر چکے ہیں۔ تم بھی میری بیعت واطاعت قبول کر لو۔ پھر قاتلانِ عثمانؓ کا مقدمہ پیش کرنا۔ میں شریعت کے مطابق فیصلہ کر دوں گا۔ امیر معاویہ بھی خونِ عثمانؓ کے مطالبے کی کمزوری سمجھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ اہل مدینہ کی طرح اہل شام بھی خلافت کا معاملہ طے کرنے کا حق ہے یعنی وہی بات جو ہم شروع میں کہہ آئے ہیں۔ خلافت کے بارے میں پرانے دستور کو توڑ دینا۔

امیرالمومنین علیہ السلام اور معاویہ میں کوئی مقابلہ نہ تھا۔ اسلام میں امیرالمومنین کا مرتبہ معلوم ومشہور ہے۔ دشمنوں کو بھی انکار کی جرات نہ تھی۔ لیکن ایک اور چیز بھی تھی۔ جو معاویہ کے پاس تھی۔ مگر امیرالمومنینؓ کے پاس نہ تھی وہ ڈپلومیسی تھی۔ معاویہ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے سب کچھ جائز سمجھتے تھے۔ لیکن امیرالمومنین حق سے بال برابر ہٹنا بھی روا نہ رکھتے تھے۔

دولت کی بہتات مسلمانوں میں بہت سی خرابیاں پیدا کر چکی تھی پہلے کی سی استقامت نہ رہی تھی۔ معاویہ نے شام کے خزانے دنیا پرستوں کے لئے کھول رکھے تھے اور وہ معاویہ کی طرف کھچے چلے آتے تھے۔ ان میں سب سے بڑی شخصیت فاتح مصر عمرو بن العاص

کی تھی۔ عمرو حضرت عثمانؓ کے سب سے بڑے مخالفوں میں سے تھے اور ان کے قتل میں ان کے پروپیگنڈے کا بڑا حصہ تھا مگر اب خانہ جنگی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے انہیں صرف حکومت مصر کی طلب تھی۔ معاویہ نے . . . دینے کا وعدہ کر لیا اور یہ معاویہ کے ہو گئے۔ معاویہ کی کامیابی میں عمرو بن العاص کی ڈپلومیسی کا بڑا ہاتھ تھا۔

جنگِ جمل کے بعد امیرالمومنینؑ کو صرف معاویہ سے نپٹنا رہ گیا تھا۔ جغرافیائی موقعہ کا خیال کر کے حضرت نے مدینہ کے بجائے کوفہ کو اپنا مرکز بنا لیا۔ اور جنگی تیاریاں مکمل کر کے شام کی سرکوبی کو چل پڑے۔

صفین کے مقام پر رن پڑا، امیرالمومنین نے معاویہ کو بار بار پیغام بھیجا، مسلمانوں کی خونریزی کیوں ہو رہی ہے۔ میدان میں نکل آؤ ہم تم لڑ کر فیصلہ کر لیں، معاویہ میں اتنی ہمت کہاں تھی! جانتے تھے کہ امیرالمومنینؑ کے ہاتھ میں وہی تلوار موجود ہے، جو اُن کے نانا، ماموں اور بھائی کے سر اڑا چکی ہے۔

صفین کی لڑائی میں جب شامیوں کو اپنی بربادی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے فریب سے کام لیا۔ نیزوں پر قرآن لٹکا کر بلند کر دیئے

اور چلانا شروع کیا: "ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کرے گا"

معلوم ہوتا ہے امیر المومنینؓ کی فوج میں معاویہ کے ایجنٹ موجود تھے اور اپنا کام کر رہے تھے۔ امیر المومنینؓ نے ہر چند سمجھایا کہ فتح آنکھوں کے سامنے ہے، قرآن دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، مگر بہت سے فوجی سرداروں نے نصیحت ماننے سے صاف انکار کر دیا اور آخر لڑائی موقوف ہو گئی اور یقینی فتح ہاتھ سے نکل گئی۔

مگر کتاب اللہ کا فیصلہ کیسے معلوم ہو؟ طے پایا کہ فریقین اپنا اپنا نمائندہ مقرر کر دیں اور دونوں نمائندے مل کر جو متفقہ فیصلہ کریں اسے مان لیا جائے۔ معاویہ نے عمرو بن العاص کو اپنا نمائندہ تجویز کیا۔ امیر المومنینؓ عبداللہ بن عباسؓ کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مگر کوفہ والے پھر اڑ گئے کہ ابو موسیٰ اشعری کو نمائندہ بنایا جائے۔

ابو موسیٰ امیر المومنین کے مخالف رہ چکے تھے، مگر کوفہ والوں کی ضد سے مجبور ہو کر حضرت نے انہی کو مقرر کر دیا۔ اب امیر المومنینؓ کا نمائندہ ایسا شخص تھا، جو اسی قدر نہیں کہ مخالف رہ چکا تھا، بلکہ انتہا درجہ سادہ لوح بھی تھا اس کے مقابلے میں معاویہ کا نمائندہ گرگ باراں دیدہ اور عرب کا مانا ہوا گھاگ تھا۔

عمرو نے ایک ہی دو ملاقاتوں میں ابو موسیٰ اشعری کو شیشے میں

اتار لیا۔ یہ حضرت مان گئے کہ علیؑ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے مسلمانوں سے کہہ دیا جائے کہ کسی اور آدمی کو اپنا خلیفہ بنالیں!

فیصلہ سننے کے لئے جب مسلمانوں کا اجتماع ہوا، تو عمرو نے یہ کہہ کر ابو موسیٰ کو آگے بڑھا دیا کہ یہ بزرگ ہیں اور پہلے بولنے کا حق انہی کو ہے یہ حضرت اور بھی زد میں آگئے اور اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ علیؑ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ لہذا میں علیؑ کو معزول کرتا ہوں۔

ابو موسیٰ کے بعد عمرو نے کہا "تم سن چکے ہو کہ ابو موسیٰ اپنے آدمی علیؑ ابن ابی طالب کو معزول کر چکے ہیں میں بھی علیؑ کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ کو خلیفہ قرار دیتا ہوں۔

'فیصلہ' محض ڈھکوسلا تھا۔ سب جان گئے لیکن امیرالمومنین کو اس سے بڑا نقصان پہنچا۔ جمعیت میں پھوٹ پڑ گئی۔ وہی لوگ جو کتاب اللہ کو حکم ماننے میں پیش پیش تھے، امیرالمومنین کے جانی دشمن بن گئے۔ خارجیوں کا فرقہ انہی سے بنا۔ امیرالمومنین کو بھی اس فرقے سے لڑنا پڑا اور

بعد کی مسلم حکومتوں کو بھی اس فرقے نے بہت پریشان کیا۔ آج بھی یہ فرقہ عمان اور بعض دوسرے مقامات میں موجود ہے۔

"فیصلہ" تو ڈھونگ ہی تھا۔ مگر صفین کی جنگ ختم ہو گئی۔ اور معاویہ حتمی تباہی سے صاف بچ گئے۔ اب امیر المومنین نے کوفہ کا رخ کیا اور معاویہ پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہو چکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی، کہ ایک خارجی ابن ملجم نے دغابازی سے حملہ کر دیا؛ امیر المومنین شہید ہو گئے۔

(رمضان سنہ ۴۰ھ)

ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علیؑ کا کام تمام نہیں کیا بلکہ پوری امت مسلمہ کو قتل کر ڈالا۔ تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو خلافت، منہاج نبوت پر استوار رہتی اور امت مسلمہ سچ مچ خَیْرَ اُمَّۃٍ ہو کر "شھداء علی الناس" کے منصب کی مالک بن جاتی۔ لیکن بدبخت ابن ملجم کی تلوار نے بنی امیہ کی شہنشاہی اور اس کی تمام تخریبوں کے لئے راہ صاف کر دی۔ ابن ملجم کی تلوار سے "خیر امت" کا خاتمہ ہو گیا۔[1]

[1] بزبد جدید" کا زعم ہے کہ حضرت علیؑ کی خلافت منہاج نبوت پر نہیں تھی (معاذ اللہ) اس خیال باطل کی رد آگے آئے گی ۱۲ مولف

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝

(ابن سعد، طبری، ابوالفداء، یعقوبی، الامامۃ والسیاسۃ اور دوسری کتب تاریخ کی طرف توجہ کیجئے"۔

(نہج البلاغہ مترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی ص۶۹۷ تا ص۷۰۴)

عبدالرزاق صاحب کی اس فاضلانہ تحریر سے، جو دراصل کئی مسلمانوں کی معتبر تاریخوں کا نچوڑ ہے چند اہم اشتباہات دور ہوئے۔ جن جملوں پر ہم نے خط کھینچ کر نشاندہی کردی ہے ان کی روشنی میں ذیل کے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

شیعہ اور عبداللہ بن سبا

ا۔ حضرت علی قریش (یعنی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ) کے مقابلہ میں خود کو حقدار خلافت سمجھتے تھے۔ فطری طور سے ہر صاحب نظریہ کے کچھ حامی و ہمنوا پیدا ہو جاتے ہیں لہذا اگر اس وقت سے لے کر آج تک کچھ لوگ حضرت علی کو واقعاً حقدار خلافت و نیابت سمجھتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہیں سے دو فرقوں کی کھل کر بنیاد پڑی۔ کچھ علی کے طرفدار

بعد کی مسلم حکومتوں کو بھی اس فرقے نے بہت پریشان کیا۔ آج بھی یہ فرقہ عمان اور بعض دوسرے مقامات میں موجود ہے۔

"فیصلہ" تو ڈھونگ ہی تھا۔ مگر صفین کی جنگ ختم ہو گئی۔ اور معاویہ حتمی تباہی سے صاف بچ گئے۔ اب امیرالمومنین نے کوفہ کا رخ کیا اور معاویہ پر آخری ضرب لگانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ساٹھ ہزار فوج آراستہ ہو چکی تھی اور یلغار شروع ہی ہونے والی تھی، کہ ایک خارجی ابن ملجم نے دغابازی سے حملہ کر دیا امیرالمومنین شہید ہو گئے۔

(رمضان سنہ ۴۰ھ)

ابن ملجم کی تلوار نے حضرت علیؓ کا کام تمام نہیں کیا بلکہ پوری امت مسلمہ کو قتل کر ڈالا۔ تاریخ کا دھارا ہی بدل ڈالا۔ ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو خلافت، منہاج نبوت پر استوار رہتی اور امت مسلمہ سچ مچ خَيْرَ اُمَّةٍ ہو کر "شہداء علی الناس" کے منصب کی مالک بن جاتی۔ لیکن بدبخت ابن ملجم کی تلوار نے بنی امیہ کی شہنشاہی اور اس کی تمام تخریبوں کے لئے راہ صاف کر دی۔ ابن ملجم کی تلوار سے "خیر امت" کا خاتمہ ہو گیا۔[1]

[1] "بنو بدجدید" کا زعم ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت منہاج نبوت پر نہیں تھی (معاذ اللہ)، اس خیال باطل کی رد آگے آئے گی ۱۲ مولف

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ

(ابن سعد، طبری، ابوالفداء، یعقوبی، الامامۃ والسیاسۃ اور دوسری کتب تاریخ کی طرف توجہ کیجئے"۔

(نہج البلاغۃ مترجمہ عبدالرزاق ملیح آبادی ص۶۹۷ تا ص۷۰۴)

عبدالرزاق صاحب کی اس فاضلانہ تحریر سے، جو درا صل کئی مسلمانوں کی معتبر تاریخوں کا نچوڑ ہے چند اہم اشتباہات دور ہو گئے۔ جن جملوں پر ہم نے خط کھینچ کر نشاندہی کر دی ہے ان کی روشنی میں ذیل کے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔

شیعہ اور عبداللہ بن سبا

۱۔ حضرت علی قریش (یعنی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ) کے مقابلہ میں خود کو حقدار خلافت سمجھتے تھے، فطری طور سے ہر صاحب نظریہ کے کچھ حامی و ہمنوا پیدا ہو جاتے ہیں لہذا اگر اس وقت سے لے کر آج تک کچھ لوگ حضرت علی کو واقعاً حقدار خلافت و نیابت سمجھتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ یہیں سے دو فرقوں کی کھل کر بنیاد پڑی۔ کچھ علی کے طرفدار

کچھ قریش کے ہمنوا، ایک کو شیعۂ علی کہتے ہیں دوسرے کو کچھ اور، ایک ہر بات میں علی کے نقش قدم تلاش کرتا ہے، دوسرا قریش کو سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے ـــــ یوں فرقہ شیعہ کی بنیاد پڑی ـــــ نہ کہ عبداللہ بن سبا جیسے بے بنیاد فرضی وجودوں کی بدولت۔ اور اپنے کو حقدار خلافت سمجھنے میں حضرت علی تنہا نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ بہت سے افراد بھی تھے (اگرچہ ان کی تعداد دوسرے فریق سے کم تھی) اور وہی اس وقت کے شیعہ تھے کیونکہ شیعہ اسی کو کہتے ہیں جو حضرت ابوبکر کو نائب رسولؐ تسلیم نہیں کرتا بلکہ حضرت علی کو ان کا خلیفہ و جانشین برحق مانتا ہے اور اس نظریہ کے ماننے والے اس وقت متعدد افراد تھے جن میں سب سے پہلے رسولؐ کی اس بیٹی[1] کا نام آتا ہے جس کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدۂ نساء عالمین، مثیل مریم، بتول عذرا اپنا جزو جیسے القاب عطا کئے تھے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اسی عقیدہ پر تھیں کہ بعد رسولؐ علی مرتضےٰ

---

[1] دیکھو صحیح بخاری ج ۲ ص ۲ مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۵۱ ارجح المطالب ص ۲۴۱ وغیرہ۔

ان کے بابا کے جانشین ہیں اور اسی بنا پر وہ تا آخر عمر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے ناراض رہیں یہ بات تو اب اتنی طشت از بام ہو گئی ہے کہ علاوہ معتبر کتب کے اب یہ اخبارات کے کالموں میں بھی آنے لگی ہے چنانچہ ہمارے ملک کا مشہور و معروف خالص سنّی روزنامہ "کوہستان"[1] لکھتا ہے ——

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت علی بن ابی طالب کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ اپنے شوہر کی خلافت سے محرومی پر ناراض تھیں چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے ان سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت نہ دی ...... اور جب حضرت علی ان دونوں کو لے کر ان کے پاس گئے تو بولیں تم ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میت چھوڑ کر چلے گئے اور اپنا معاملہ آپس میں طے کر لیا نہ ہم سے مشورہ لیا نہ ہمارا حق ہمیں دیا۔" ان دونوں (یعنی حضرت

---

[1] یہ کثیر الاشاعت پرچہ لاہور راولپنڈی و ملتان سے نکلتا ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی اشاعت ۳۲ ہزار کے قریب ہے۔

ابوبکر وحضرت عمر نے انہیں سمجھانا چاہا مگر ان کا غصہ بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ انہوں نے کہا جب میں نبی کریم سے ملوں گی تو تم دونوں کی شکایت ضرور کروں گی۔ اور حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں اپنی ہر نماز میں خدا کے حضور تمہارے لئے بد دعا کروں گی۔" (کوہستان ابوبکر صدیق نمبر مورخہ ۸ر دسمبر ۱۹۶۳ء ص ۳ کالم ۲)

یہ واقعہ کوہستان نے اپنی طرف سے نہیں لکھا ہے بلکہ یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی تاریخ کے علاوہ ان کا تذکرہ صحاح ستہ تک میں ہے یہاں تک کہ صحیح بخاری تک نے اس کو تحریر کیا ہے (دیکھو صحیح بخاری باب الخمس ج ۲ ص ۱۴۰ صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱) اب تو معلوم ہوا کہ شیعیت کی بنا فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے ڈالی ہے نہ کہ عبداللہ بن سبا نے۔ عبداللہ بن سبا جیسے فرضی وہمی ڈھکوسلے کا تو اس وقت کوئی نام و نشان بھی نہ تھا۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ "دشمن اہلبیت" آئندہ کوئی کتاب لکھے اور اس میں "امتہ اللہ بنت سبا" کے نام سے کوئی عورت گڑھ لے اور یہ دعویٰ کرے کہ معاذ اللہ بنت رسول اس کے بہکائے میں آگئی تھیں۔ امید ہے کہ ہماری اس مختصر لیکن ٹھوس

دلیل سے روشن ہو گیا ہو گا فرقہ شیعہ کا عبد اللہ بن سبا وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں اس کا ہاتھ براہ راست چاند تطہیر اوڑھنے والی بی بی سیدۂ عالم کے مقدس دامن پر ہے، اور انشاء اللہ المستعان اسی کے نقش قدم سے لگے ہوئے اس فرقہ کے افراد جنت میں سب سے پہلے چلے جائیں گے[1]

اس کے علاوہ اب غیر متعصب سنی علما پر بھی خوب اچھی طرح منکشف ہو گیا ہے کہ یہ محض شیعوں کو چڑھانے کے لئے افسانہ تراشا گیا ہے ورنہ عبد اللہ بن سبا کے نام کا کوئی شخص نہیں گذرا چنانچہ اس سلسلہ میں جامعہ ازہر کی مایۂ ناز ہستی ڈاکٹر طہٰ حسین[2]

---

[1] ابو ہریرہؓ کی روایت ہے اول شخص یدخل الجنۃ علی و فاطمۃ بنت محمدؐ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص علی و فاطمہ ہیں (نورالابصار شبلنجی ص ۱۴۱ اسعاف الراغبین ص ۱۲۰) دوسری روایت ہے سب سے پہلے جس کو حلۂ جنت پہنایا جائے گا وہ فاطمہ ہیں (مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۳۲۳ مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۵۳ ص ۱۶۱)۔

[2] ڈاکٹر موصوف اگرچہ آنکھوں سے نابینا ہیں لیکن ان کی دل کی آنکھیں

بقیہ حاشیہ ص ۲۷۹

اندھی نہیں ہیں اسی لئے عبداللہ بن سبا کے فرضی قصّے کے متعلق موصوف نے یہ فرمایا ہے۔

"ابن سباء بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے جب شیعہ فرقہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں تنازعات شروع تھے تو اس وقت اس کی تخلیق کی گئی شیعوں کے مخالفین کا مطلب یہ تھا کہ شیعیت کے اصول مذہب میں یہودیت کا عنصر داخل کر دیا جائے یہ سب کچھ بڑی چالاکی چالبازی اور مکر و فریب کی صورتیں تھیں محض شیعوں کو تنگ اور ذلیل کرنے کے لئے ورنہ اگر ابن سباء کا معاملہ کسی صحیح بنیاد پر قائم ہوتا اور معتبر تاریخ سے اس کا پتہ چلتا تو ضروری تھا کہ اس فرقہ کا اثر و نشان جنگ صفین میں بھی ظاہر ہوتا خصوصاً معاملہ تحکیم کے موقعہ پر جب اصحاب علی میں اختلاف رونما ہوا ہے اس وقت بھی فطری طور پر اس فرقہ کا وجود ہونا چاہیئے تھا لیکن ہم خوارج کے معاملہ میں بھی ابن سباء کا کوئی وجود نہیں پاتے تمام تاریخیں اس موقعہ پر اس کے ذکر سے خاموش ہیں، اس خاموشی کی کیا توجیہ کی جا سکتی ہے اور واقعہ صفین اور فرقہ خوارج کے موقعہ پر ابن سبا کے غائب ہونے کی کیا وجہ بیان کی جا سکتی ہے"۔

(باقی حاشیہ دوسرے صفحہ پر)

نے "الفتنۃ الکبریٰ" میں عبداللہ بن سبا کا پول کھول دیا ہے

قاتلین حضرت عثمانؓ کے چہرے سے نقاب کشائی

۲۔ اب وہ مرحلہ آتا ہے جس میں حضرت عثمان کے فرضی "سبائی" قاتلوں کے چہرے سے نقاب ہٹتی ہے مولانا فرماتے ہیں ——"ان

بقیہ حاشیہ ص۲۸

ہم تو صرف ایک ہی نتیجہ پر پہنچتے ہیں اور وہ یہ کہ ابن سبا محض وہمی چیز ہے ... جسے شیعوں کے دشمنوں نے محض شیعوں کو زچ کرنے کے لئے تلاش کیا ہے" (الفتنۃ الکبریٰ ج ا ص ۲۸۵/۲۸۶ اردو ترجمہ ط لاہور) چونکہ عبداللہ بن سبا کے فرضی وجود پر سنی و شیعہ دونوں طرف سے محققین نے کافی ریسرچ کر کے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ یہ سب کچھ شیعوں کے خلاف ایک بے بنیاد پروپگنڈہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں، اس لئے ہم صرف اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں چونکہ اس کتاب میں ہمارا مقصد صرف "دفاع عن الحسین علیہ السلام" ہے۔ اگر کسی کو مزید تحقیق کرنا ہو تو اس کو طٰہٰ حسین کی الفتنۃ الکبریٰ یا فاضل اجل منظور حسین صاحب بخاری کی "عبداللہ بن سبا" کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ۱۲ مؤلف

تصریحات سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہ اور دوسرے بنی امیہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حضرت عثمان کو قتل کی راہ پر لئے جارہے ہیں مگر یہ جانتے ہوئے بھی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کیا کیونکہ منصوبہ یہی تھا کہ قتل کا واقعہ پیش آئے اور خانہ جنگی برپا کرنے کا موقعہ مل جائے۔ بعض روایتوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان نے محاصرے کے دنوں میں معاویہ سے فوجی امداد طلب کی تھی اور معاویہ نے ایک فوج بھی شام سے روانہ کر دی تھی مگر اس ہدایت کے ساتھ کہ راستہ میں ایک جگہ رکی رہے اور نئے حکم کا انتظار کرے فوج برابر پڑی رہی اور جب حضرت عثمان شہید ہو گئے شام کو واپس چلی گئی۔"

پھر فرماتے ہیں "مگر طلحہ و زبیر کی پارٹی ورغلاتی رہی اور بنی امیہ کی پارٹی اور زیادہ اشتعال دلا کر خانہ جنگی کے لئے زمین ہموار کرتی رہی" پھر آگے کہا ہے ———— "مصر سے چھ سو آدمی آئے تھے ان میں سے چار سو کا سرغنہ محمد بن حذیفہ تھا یہ شخص بنو امیہ میں سے تھا اور خود حضرت عثمان کی گود میں پلا تھا" لیجئے ان بیانات سے اس جھوٹے پروپگنڈے کا بھی پول کھل گیا کہ حضرت عثمان کے "قاتل" "سبائی" تھے، اول تو اس نام کی پارٹی کا

سرے سے کوئی وجود ہی نہ تھا وہ امیر معاویہ بنی امیہ طلحہ و زبیر ہی کی جماعت تھی جن پر بقول مولانا عبدالرزاق حضرت عثمان کے خون کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔

مولانا نے یہ بھی لکھا ہے کہ ——— "عمرو عاص بھی حضرت عثمان کے بڑے مخالفوں میں تھے اور ان کے قتل میں ان کے پروپگنڈے کا بڑا حصہ تھا، انہیں صرف مصر کی حکومت کی طلب تھی۔ معاویہ نے حکومت دینے کا وعدہ کر لیا اور یہ معاویہ کے ہو گئے۔ معاویہ کی کامیابی میں عمرو عاص کی ڈپلومیسی کا بڑا ہاتھ تھا۔ کیا کہنا امیر معاویہ کی سیاست کا، ایک طرف (بہ قول مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی) حضرت عثمان کو قتل کی راہ پر لے جاتے ہیں اور ان کے قتل کا بڑا خطرناک منصوبہ بناتے ہیں جب بنی امیہ کی جماعت ان کو قتل کر دیتی ہے جس میں عمرو عاص کا بڑا ہاتھ تھا تو عمرو عاص کو خوش ہو کر مصر کی حکومت عطا کرتے ہیں۔ پھر خون عثمان کے انتقام کی آگ بڑھکا کر ناسمجھ شامیوں کو حیدر کرار سے بھڑا کر تماشا دیکھتے ہیں۔

سچ ہے یہی ہے وہ دورِ حکومت اسلامی جس کو "دشمن آل رسول نے" اسلام کا منور ترین دور کہا ہے" اور شاید اسی دور

کو یاد کر کے حضرت عمر فرمایا کرتے تھے "تم قیصر و کسریٰ کی مکاریوں کا ذکر کرتے ہو اور تم میں معاویہ موجود ہے[1]"

فتنہ جمل کس نے جگایا؟

۳ - یہ بھی الزام سبائیوں کے سر تھوپا جاتا ہے کہ جنگ جمل بھی انہی کی ریشہ دوانیوں کا شاخسانہ تھی حالانکہ مولانا کی حق بجانب تحقیق ہے ——

"معاویہ چاہتے تھے کہ طلحہ و زبیر امیر المومنین سے ٹکرا جائیں فریقین میں سے ایک ختم ہو جائے گا اور جسے فتح ہو گی وہ بھی کمزور پڑ جائے گا اور معاویہ کو اپنی سلطنت کے قائم کرنے میں آسانی ہو گی، معاویہ کی اسکیم کامیاب رہی، طلحہ و زبیر اپنی بیعت توڑ کے حضرت عائشہ اور بہت سے لوگوں کو لے کر بصرے کی طرف چل پڑے، یہ معلوم ہوا کہ معاویہ کی پوری کوشش یہ تھی کہ حضرت علی سے طلحہ و زبیر بہ شمولیت ام المومنین عائشہ ٹکرا

---

[1] دیکھو کتاب ہذا کے صفحات گزشتہ

جائیں اب یہاں سے ایک عقدہ اور کھلتا ہے وہ یہ کہ "دشمن اہلبیت" نے لکھا ہے کہ جمل کے میدان میں جبکہ دونوں فریقوں میں صلح کی بات چیت ہو رہی تھی رات کے وقت سبائیوں نے شب خون مار دیا" اس بات کو دوسرے سطح بین مورخین نے بھی تحریر کیا ہے حالانکہ اگر غور کرو تو ان "سبائیوں" کی بھی حقیقت کھل جائے گی کیونکہ مولانا نے سابقہ عبارت میں لکھا ہے ———

" روایتوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے محاصرے کے دنوں میں معاویہ سے فوجی مدد طلب کی تھی اور معاویہ نے ایک فوج بھی شام سے روانہ کر دی تھی مگر ——— اس ہدایت کے ساتھ کہ راستہ میں ایک جگہ رکی رہے اور نئے حکم کا انتظار کرے فوج برابر پڑی رہی اور جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو شام کو واپس چلی گئی" پھر یہ بھی لکھتے ہیں کہ " طلحہ و زبیر کو یہ بھی معاویہ ہی کا مشورہ تھا کہ مکہ جائیں جہاں ان کا عثمانی گورنر ملے گا اور مالی مدد پیش کرے گا اور حضرت عائشہ کو بھی ملا لیا جائے بنی امیہ کے اور لوگ بھی مکہ میں ہیں وہ بھی ساتھ دیں گے پھر سب مل کر عراق جائیں اور اس پر قبضہ کر لیں" یہ دونوں باتیں سمجھ میں آتی نہیں، امیر معاویہ ایک طرف تو طلحہ و زبیر کو لشکر جمع کرنے پر ابھارا ہے

ہیں اور مکہ بھیج رہے ہیں کہ وہاں سے بنی امیہ کو جمع کرو اور دوسری طرف خود اپنی ہتھیار سے لیس فوج کو جو حضرت عثمان کی "مدد کرنے" آئی تھی واپس بلا رہے ہیں! معلوم ہوتا ہے کہ مورخین کو مغالطہ ہوا ہے وہ فوج بجائے شام جانے کے، جنگ جمل کی خونِ آشام شام میں شب خون مارنے کے لئے اکٹھا ہو گئی تھی اور اس کو اگر سبائی پارٹی کے نام سے بھی موسوم کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ وہ بنی امیہ کے وہی سبائی ہوں گے جنھوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا تھا۔

کیا حضرت علیؑ کو دنیا کی طلب تھی؟

۴۔ وہ علیؑ ——— جس نے دنیا کو تین طلاقیں دے دیں، جس نے تمام عمر گندم سے منہ موڑ کر اپنے دادا آدم کا کفارہ ادا کیا، جس نے دنیا کو زہد کا وہ چلن بتایا کہ آج تک صوفیائے کرام اسی سے اپنا سلسلہ ملا کر فخر کرتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اسی کے آستانہ سے خود کو منسلک کرتے ہیں، اس کے متعلق دشمن اہلبیت کہتا ہے کہ اس کو معاذ اللہ حب جاہ تھا، دنیا کی طلب

تھی، ملک گیری کی ہوس تھی اس کی رد میں مولانا عبدالرزاق فرماتے ہیں "بیحد انکار کے بعد امیر المومنین خلافت قبول کرنے پہ راضی ہوئے۔" اگر خلافت سے مراد خلافت الہیہ ہے تو وہ نہ کسی کے دینے سے دی جاتی ہے نہ کسی کے لینے سے لی جاتی ہے بلکہ وہ تو عطیہ ربانی و موہبہ سبحانی ہے جس کا تاج جب دستِ قدرت کسی کے سر پر رکھ دیتا ہے تو پھر اُتارنا نہیں اس تاج کے حقیقی تاجدار تھے علیؑ ——— اور ایسے تاجدار تھے ——— کہ اس کی کلغی تا بہ محشر ان کی اولاد کے سر پہ جگمگاتی رہے گی۔ اور اگر اس سے مراد وہ خلافت ہے جس کے تخت پر مروان و ولید و یزید جیسے شرابی، زانی، فاسق و فاجر بیٹھے اور جس کا خاتمہ پچھلے دنوں ترکیہ میں ہو گیا اور باوجود "جان بیٹا خلافت پہ دیدو" کے نعروں کے وہ برقرار نہ رہ سکی تو اس خلافت کی علیؑ کی نگاہ میں یہ حیثیت تھی کہ فرماتے تھے ———

"ابن عباس! اس جوتی کی کیا قیمت ہے جو میرے پیر میں ہے؟ مولا کچھ بھی نہیں" ابن عباس نے جواب دیا۔ فرمایا، خدا کی قسم! یہ مجھ کو تمہاری حکومت سے زیادہ پسند ہے۔

کبھی مروان کو دیکھ کر ہنس کر فرماتے ———

"یہ چار مینڈھوں کا باپ۔ اس کو بھی اتنی دیر کی حکومت ہاتھ آجائے گی جتنی دیر میں کتا اپنی ناک چاٹتا ہے" (نہج البلاغہ)

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ پھر آپ نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں کیوں سنبھالی اور باغیوں کی سرکوبی کو کیوں اٹھے تو اس کا جواب آپ نے خود اپنے مشہور و معروف "خطبۂ شقشقیہ" میں دیا ہے فرماتے ہیں ——

"اما والذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ لولا حضور الحاضر وقیام الحجۃ بوجود الناصر وما اخذ اللہ علی العلماء ان لا یقاروا علی کظۃ ظالم ولا سغب مظلوم لالقیت حبلہا علی غاربہا و لسقیت آخرھا بکاس اولہا ولالفیتم دنیاکم ھذہ ازھد عندی من عفطۃ عنز"

(نہج البلاغہ)

(ترجمہ) سن لو اس ذات برحق کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ اور جانوں کو پیدا کیا اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے میرے اوپر حجت تمام ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علمائے سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پدری اور مظلوم کی

گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کاندھے پر ڈال دیتا۔ اور اس کے آخر کو بھی وہی پیالہ پلاتا جو اس کے اول کو پلایا تھا اور تم یہ دنیا میرے نزدیک بکری کی چھینک سے بھی زیادہ حقیر پاتے۔" (نہج البلاغہ)

حضرت کے اس فرمان سے امام حسنؑ کی صلح اور امام حسینؑ کی جنگ کے جواز پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب بھی امام منصوص من اللہ کے لئے اتنے بیعت کرنے والے اور مدد کرنے والے مہیا ہو جائیں کہ وہ ظالم کی سرکوبی کو اُٹھ سکے تو اس کو اٹھنا چاہیئے امام حسن کا لشکر چونکہ معاویہ کے ایجنٹوں سے بھرا پڑا تھا اس لئے انہوں نے صلح کر لی اور امام حسین علیہ السلام کو ایسے جاں نثار مل گئے جو خون کے آخری قطرے تک امام کی نصرت کے لئے حاضر رہے، اگرچہ ان کی تعداد ۷۲ سے زائد نہ تھی لہذا وہ اٹھ کھڑے ہوئے، اگر امام حسن علیہ السلام کو بھی کربلا کے مجاہدین جیسے فداکار مل جاتے تو وہ بھی جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہو سکتے

"یزید ثانی" نے عشق بنی ھند سے متاثر ہو کر علی دشمنی میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ حضرت علی نے نہ کوئی جہاد کیا، نہ ملک فتح ہوا نہ

رحلت ان کی بیعت وخلافت پہ مجتمع ہوئی آپس ہی میں تلوار چلتی رہی
دشمنان دین اور کفار سے تیغ آزمائی کرنے کے بجائے طلب وحصول
خلافت کی غرض سے تلوار اٹھائی گئی تھی حضرت موصوف کی یہ خطائے
اجتہادی تھی (معاذ اللہ) پھر اپنی تائید میں "ردّ شو ئے" اور ابن تیمیہ
وغیرہ جیسے مخلصین محمدؐ وآل محمدؐ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ ہم "شوئے"
وغیرہ کی تو بعد میں خبر لیں گے پہلے انہی صاحب سے پوچھتا ہے کہ
کیا یہ آپس کی تلوار حضرت علیؑ نے چلائی یا دوسری طرف سے وار ہوا؟
کیا حضرت علیؑ ام المومنین حضرت عائشہ کے حجرہ میں لڑنے گئے تھے
یا خود انہوں نے حجرۂ رسولؐ کی فضا پہ میدان جمل کو ترجیح دی اور
مکہ سے بصرہ تک آنے کی زحمت گوارا کی، حضرت علی کے عامل کو
بصرہ سے نکال دیا۔ اسی طرح حضرت عثمان کی وفات کے بعد کیا
دنیا بے خلیفہ کے تھی یا کوئی خلیفہ تھا، یاد رہے کہ پہلی بات
نہیں کہہ سکتے کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک نصب خلیفہ تجہیز پیغمبر سے
بھی زیادہ ضروری ہے لامحالہ یہی کہیئے گا کہ خلیفہ تھا۔ تو وہ کون
تھا علی یا معاویہ؟ اگر معاویہ خلیفہ تھے تو حضرت علی کا نام خلفاء راشدین
سے نکال دو، پھر یہ کہ معاویہ نے تو اعلان جنگ حضرت عثمان کی
وفات کے کافی عرصہ کے بعد کیا ہے، سوال انہی ایام کے متعلق ہے

اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ اقرار کیا جائے کہ علی ہی خلیفہ تھے جب وہ خلیفہ تھے تو اگر کوئی ان سے بغاوت کرے اور اطاعت سے صاف انکار کر جائے تو وہ اس کے خلاف جنگ نہ کریں تو پھر کیا کریں۔ اس کے علاوہ کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ حضرت علی نے پہل کی ہو۔ اگر الٹیمیٹم دیا گیا تو معاویہ والوں کی طرف سے اگر لشکر کشی کی گئی تو انہی کی طرف سے، پانی بند ہوا تو انہی کی طرف سے، اور جنگ چھیڑی گئی تو اسی جانب سے اب اگر لڑتے نہ تو کیا کرتے، خلیفہ اول کے دور میں علی نے بھی بیعت سے انکار کیا تھا اگر انکار کے بجائے تلوار لے کر میدان میں نکل آتے تو خلیفہ اوّل کو بھی اس سے زیادہ پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا لیکن علی دشمن اسلام تو نہ تھے جو بادشاہت حاصل کرنے کے لیے خود اپنے ہاتھوں لگایا ہوا اسلام کا پودا تباہ و برباد کر دیتے حضرت علی کے اس اسلامی درد سے حضرت ابوبکر و عمر کی خلافت کو قدم جمانے کی مہلت مل گئی نہیں تو ان دونوں حضرات کی خلافت کا دور بھی اسی طرح خانہ جنگی میں صرف ہو جاتا جس طرح حضرت علی کا دور خانہ جنگی میں گزرا۔ لہذا جو کچھ بھی گزشتہ خلفا کے دور میں اسلامی ترقیاں ہوئیں ان سب کی علت علی ہی ہول گے اور جو کچھ

شر و فساد حضرت علی کے دور میں ہوا اس کی علت ان کے حریف تھے مگر زمانہ کی کتنی ناانصافی ہے کہ نہ صرف پچھلے دوروں کی ترقیوں[1] میں سے علی کا نام حرف غلط کی طرح نکال دیا گیا بلکہ خود ان کے دور میں خانہ جنگیوں کا سارا الزام بھی انہی کے سر تھوپا جاتا ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو وہ جہاد جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے گئے تھے اور جو آنحضرت کی مرضی کے عین مطابق ہوا وہ حضرت علی ہی نے کیا تھا ذیل کی حدیثیں اس پر روشنی ڈالتی ہیں ـــــ

پہلی حدیث۔ یا علی انک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ۔ اے علی! تم قرآن کی تاویل پر بالکل اسی طرح لڑو گے جس طرح میں اپنی زندگی میں اس کی تنزیل پر لڑا ہوں۔ (مصادر ــ

۱۔ ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی مفتی اعظم ص۵۹ و ص۲۰۹ و ص۲۳۳ ط اسلامبول

۲۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص۳۳

---

[1] یہ ترقیاں صرف دنیاوی حیثیت سے تھیں جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔

۳ - مستدرک حاکم ج ۳ صـ ۱۲۳

۴ - سیرۃ حلبیہ ج ۳ صـ ۴۵

۵ - ریاض نضرہ امام محب الدین طبری ج ۲ صـ ۱۹۱ و صـ ۱۹۲

(باب ۴ فصل ۶)

۶ - صواعق محرقہ ابن حجر مکی صـ ۴۷ فصل ۲ باب ۹ -

دوسری حدیث - قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سیکون بعدی قوم یقاتلون علیا علی اللہ جہادھم فمن لم یستطع جہادھم بیدہ فبلسانہ، فمن لم یستطع بلسانہ فبقلبہ لیس وراء ذلک شیء -

ترجمہ - آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: - میرے بعد کچھ لوگ علی ابن ابی طالب سے جنگ کریں گے، لہٰذا اللہ [illegible] جہاد کرنا، جو اس وقت ہاتھ سے جہاد نہ کر سکے تو وہ زبان سے جہاد کرے، جو زبان سے بھی نہ کر سکے وہ اپنے دل سے جہاد کرے، اس کے علاوہ کچھ نہیں - مصادر ----

طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد ج ۹ صـ ۱۳۴ و کنز العمال ج ۶ صـ ۱۵۵

ابن مردویہ و ابونعیم بحوالہ کتاب مذکور ج ۷ صـ ۳۰۵ -

تیسری حدیث - یا علی ان الامۃ ستغدر بک من

بعدی وانت تعیش علی ملتی وتقتل علی سنتی ۔ اے علی! میری امت میرے بعد فوراً ہی تم سے غداری کرے گی تم میری ملت پر زندہ رہو گے اور میری سنت پر قتل ہو گے۔

مصادر ـــــ

۱۔ کنز العمال علی متقی ج ۶ ص۱۵۷ حدیث ۲۶۱۵ ۔

۲۔ مستدرک حاکم ج ۳ ص۱۴۰ و ص۱۴۲ ۔ نزل الابرار ص۲۹ ۔

چوتھی حدیث ۔ ضغائن فی صدور قوم لا یبدونہا الا من بعدی ۔ اے علی! لوگوں کے دلوں میں کینے چھپے ہوئے ہیں جن کو وہ تیرے مقابلہ میں اس وقت نکالیں گے جب میں نہ رہوں گا۔ مصادر ـــــ

۱۔ کنز العمال ج ۶ ص۴۰۴ حدیث ۶۱۵۸ ۔

۲۔ ریاض نضرہ ج ۲ ص۲۱۰ فصل ۸ باب ۴ ۔

۳۔ نور الابصار شبلنجی ص۷۱ و ص۱۰۳ ۔

۴۔ ینابیع المودۃ ص۱۲ ، ص۱۳۵ و ص۲۳۲ و ص۲۷۲ ۔

پہلی حدیث (اننت تقاتل علی تاویل القرآن) کی بنا پر معلوم ہوا کہ بعد رسولؐ علی کی ساری جنگیں آپ کی غلط سیاست کا نتیجہ نہ تھیں بلکہ آپ کے مخالفین کی تاویل قرآن سے لاعلمی

یا ان کے تغافل کی وجہ سے یا علیؑ سے عداوت کی وجہ سے تھیں۔ اللہ اکبر! کس جرأت کے ساتھ علی دشمنی کے ساتھ رسولؐ دشمنی کا ثبوت یہ کہہ کر پیش کیا ہے کہ یہ جنگیں حضرت کی خطائے اجتہادی تھیں درانحالیکہ رسولؐ اعلان کر گیا ہو کہ میرے بعد علی کی جنگی تاویل قرآن کے عین مطابق ہوں گی!

دوسری حدیث میں تو آپ نے ان جنگوں کو "جہاد" کی لفظ سے تعبیر کیا گویا جیسا جہاد آپ کے زمانہ حیات میں تھا بالکل ویسا ہی جہاد یہ جنگیں بھی تھیں باستثنائے چند امور کے کہ ان جہادوں میں غلام کنیز وغیرہ نہ تھے۔

تیسری اور چوتھی حدیث میں یہ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ، یا علی! میرے بعد لوگ تم سے دغا کریں گے اور تمہارے خلاف جو بغض وحسد رکھتے ہیں ان کا اظہار بعد میں کریں گے اور علی کے خلاف لوگوں کا یہ بغض وحسد ان سے کسی ذاتی کاوش کا نتیجہ نہ تھا بلکہ دراصل یہ عداوت رسولؐ اور ان کے عظیم مشن سے بغض وحسد کا لازمہ تھا جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا تھا ——

"کل حقد حقدتہ قریش علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اظہرتہ فی وستظھرہ فی ولدی من بعدی

مالی ولقریش انما و ترتھم بامر اللہ وامر رسولہ فھذا اجزاء من اطاع اللہ ورسولہ ان کانوا مسلمین"۔ جتنے کینے قریش کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف تھے وہ مجھ سے نکال لئے اور عنقریب میری اولاد سے نکالیں گے درانحالیکہ میں نے قریش کا کیا بگاڑا ہے میں نے ان سے جو جنگ کی وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی بموجب تھی، اگر یہ لوگ مسلمان ہیں ——— تو جواب دیں کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے، کیا اس کی کارگزاریوں کا یہی صلہ ہے ——— ؟ (شرح ابن ابی الحدید کلمات قصار)۔

حضرت علیؑ کی خلافت کا پلہ تمام خلافتوں پر بھاری تھا

"یزید جدید" کی یہ بھی ایک یزیدی چال ہے کہ خلافت علی منہاج السنتہ صرف پہلی تین خلافتیں تھیں اور حضرت علی کی خلافت (معاذ اللہ) علی منہاج سنتہ الرسول نہ تھی کیونکہ آپ پر ایسا اتفاق و اجتماع نہ ہوا تھا جیسا یزید پہ ہوا تھا۔

اب ہم کو ناچار ہو کر حضرت علی کی خلافت پہ ہوتے والے

اجماع کا سابقہ خلافتوں سے موازنہ کرنا پڑتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا اجماع سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا۔ جب اس کا حال کتابوں میں پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اہل مدینہ کا اجماع کجا پورے اہل سقیفہ کا بھی اجماع نہ تھا ورنہ سعد بن عبادہ کو زدوکوب کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ بنی ہاشم کی پوری جماعت، بنی امیہ کی پوری جماعت، انصار کی پوری جماعت یہ سب حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکاری تھے۔ مسعودی کہتا ہے۔

لم یبایعہ احد من بنی ھاشم

بنی ہاشم میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی (مروج الذھب ج ۱ ص ۲۸۵)

ابن اثیر کی عبارت ہے۔

فقالت الانصار او بعض الانصار لا نبایع الا علیا

تمام انصار نے یا ان کی جماعت نے کہا کہ ہم سوائے علی کے کسی کی بیعت نہیں کریں گے (کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۵۱)

(نیز مورخ مذکور اور ابن شحنہ حنفی کا کہنا ہے۔

وامثال الناس یبایعونہ خلا جماعۃ من بنی ھاشم والزبیر وعتبۃ بن ابی لھب

اور اسی طرح کے لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی سوائے بنی ہاشم کی ایک جماعت اور زبیر و عتبہ بن

وخالد بن سعید و المقداد	ابولھب وخالد بن سعید و مقداد
وسلمان الفارسی و اباذر و	وسلمان فارسی و ابوذر غفاری و
عمار بن یاسر و البراء بن	عمار یاسر و براء بن عازب
عازب و ابی بن کعب	و ابی ابن کعب کے انہوں
ومالوا مع علی بن ابی	نے بیعت نہیں کی کہ یہ لوگ
طالب وکذلک تخلف	حضرت علی کی طرف مائل تھے ۔
عن بیعۃ ابی بکر	اسی طرح ابو بکر کی بیعت سے ابوسفیان
ابوسفیان ۔	بھی الگ ہو گیا تھا (کامل ابن اثیر

ج ۲ ص ۱۲۳ ط مصر روضۃ المناظر بر حاشیہ کامل ج ۱۱ ص ۱۱۲ تاریخ ابوالفداء وغیرہ)

ابوسفیان کا تنہا بیعت سے الگ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ سے اپنی قوم (بنو امیہ) کا سردار رہا ہے لہذا اس کے ساتھ اس کی پوری جماعت ضرور رہتی ۔ اسی طرح ابن اثیر نے جماعۃ من بنی هاشم کہہ کر قضیہ تخلف کو سبک دکھانے کی ناکام کوشش کی ہے واقعہ یہ ہے کہ بنی ہاشم کی پوری جماعت حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکاری تھی کیونکہ ان کے سربرآوردہ حضرت علی و عباس تھے جب انہی نے بیعت نہیں کی تو ان کے چھوٹے کیسے کر سکتے تھے ۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ سلمان فارسی، عمار یاسر،

ابوذرغفاری، مقداد بن اسود جیسی زبردست رکن اسلام ہستیاں بھی متخلف عن البیعۃ تھیں جن میں سے ہر ایک اپنے مقام پر پوری امت تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ بعد میں یہ لوگ حضرت عمر کی سیاست و تدبر کے ذریعہ راضی ہو گئے تھے تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ ان کے راضی ہونے میں حضرت عمر کی "سیاست و تدابیر" ہی کو سراہنا پڑے گا جس میں وہ تمام تدبیریں بروئے کار لائی گئی تھیں جو ایسے مواقع پر ایک ماہر سیاست حکومت پارٹی عمل میں لاتی ہے حالانکہ وہ تدابیر ایسی ہوتی ہیں کہ جن سے لوگوں کی رضا و رغبت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ بخوشی راضی ہوتے تو پہلے ہی انکار کیوں کرتے۔ جبکہ بہت سے ایسے افراد تھے جنہوں نے آخر تک حضرت ابوبکر کو نہ مانا جن میں سب سے نمایاں نام سعد بن عبادہ کا ہے جن کو ایک "خاص قسم کے جن" نے قتل کرا دیا مگر انہوں نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کیا اتفاق سے موصوف بدری بھی تھے جن کے متعلق رسولؐ نے جنت کی بشارت دی ہے ان کے علاوہ ان تمام لوگوں نے بھی نہ مانا جن کا نام جانبدار مورخین نے "اہل ردہ" رکھا ہے۔ حالانکہ ایک تاریخ بھی یہ نہیں ثابت کر سکتی کہ انہوں نے اللہ یا رسولؐ کا انکار کیا ہو وہ صرف حضرت

ابوبکر کو خلیفہ نہ ماننے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اگر حضرت علی خلیفہ ہوتے تو وہ یقیناً ادا کرتے اور یہ لوگ اسی جرم میں نہ صرف قتل کر دیئے گئے بلکہ ان کی عورتیں بھی عدہ گزرے بغیر فاتحین پر حلال ہوگئیں۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار) یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے اجماع کا حال تھا ——— !

اب رہا حضرت عمر کا انتخاب! تو وہ سولہ آنہ حضرت ابوبکر کی تنہا رائے تھی اور انہی کی طرف سے ان کو خلیفہ بنا دیا گیا نہ لوگوں سے رائے لی گئی اور نہ ہی لوگ ان کے تقرر پہ راضی تھے۔ مسلمانوں کے مشہور مؤرخ شبلی نعمانی فرماتے ہیں ———

"حضرت ابوبکر کو اگرچہ مدتوں کے تجربوں سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بارگراں حضرت عمر کے سوا اور کسی سے نہیں اٹھ سکتا تاہم وفات کے قریب انہوں نے عام رائے کا اندازہ کرنے کے لئے اکابر صحابہ سے مشورہ کیا سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ عمر کی قابلیت میں کیا کلام ہے لیکن مزاج میں سختی ہے ..... جب اس بات کے چرچے ہوئے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر کو خلیفہ کرنا چاہتے ہیں تو بعضوں

کو تردد ہوا چنانچہ طلحہ نے حضرت ابوبکر سے جا کر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمر کا ہم لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ تھا اب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو خدا جانے کیا کریں گے۔ آپ اب خدا کے ہاں جاتے ہیں سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیں گے" (الفاروق طبع آگرہ حصہ اوّل ص۶۲)

مولانا شبلی نے تو صرف حضرت طلحہ کے اعتراض پر اکتفا کی ہے لیکن طبری، خمیس، کامل، امامت و سیاست نے دوسرے لوگوں کے ان اعتراضات کو بھی مفصل طور سے تحریر کیا ہے جن کو طوالت کے خوف سے ترک کرتے ہیں۔

حضرت عثمان کی خلافت اگرچہ دیکھنے میں جمہوریت و انفرادیت کا عجیب و غریب مرکب تھی لیکن اگر بنظر غائر دیکھو تو اس میں بھی حضرت عمر کی شخصی رائے کارفرما نظر آئے گی۔ کیونکہ اجماع یا انتخاب یا جمہوریت جب ہی درست ہے جب اس میں کسی کو جان کا خوف نہ ہو ادھر حضرت عمر کے مقرر کردہ شش نفری جلسہ شوریٰ کا یہ حال تھا کہ حضرت عمر کا فرمان تھا کہ اگر کوئی بھی اس کی بیعت سے انکار کرے جس کے ہاتھ پر عبدالرحمٰن بن عوف بیعت کریں تو اس کی گردن مار دو[1]۔ شاید اسی لئے "یزید جدید" نے یزید عتیق کے فعل کو سراہا ہے

[1] دیکھو کنز العمال جلد ۳ ص۱۶۰ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص۲۶ طبری جلد ۵ ص۳۵

کہ وہ بھی حضرت عمر کے اسی مسلک پر چلا تھا کہ بیعت قبول نہ کرنے والے کو قتل کر دینا چاہیئے گویا اس کے زعم میں حضرت عمر اور یزید دونوں ایک ہی جادہ کے گامزن اور ایک ہی رشتہ کے پیروکار تھے جب ہی تو اس کو بار بار خلیفہ سادس کے لقب سے نوازا ہے اب یہ دوسری بات ہے کہ افاضل اہلسنت کو اس کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور انہوں نے متعدد جواب لکھ کر بیدار جدید کے دعوے کی مٹی پلید کرنے کی کوشش کی ہے وہ اپنی اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس کو وہ خود جانیں ہم کو اس سے غرض نہیں یزید نے امام حسین علیہ السلام کو کسی کی وکالت و نیابت میں قتل کیا ہو یا بذات خود قاتل ہو ہم بہرحال نواسۂ رسولؐ کے قتل کو بفحوائے "لحمک لحمی و حرمتک حرمتی" رسولؐ کا قتل سمجھتے ہیں اور اس بنا پر ان کے قاتل کی حیثیت معلوم ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا۔

اب ہم پھر کیفیت اجماع کی طرف پلٹتے ہیں۔ ہماری سابقہ گفتگو سے معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان کا انتخاب جس طرح عمل میں آیا اس میں نہ تو لوگوں کو آزادی رائے تھی اور نہ ہر نقطۂ خیال کے لوگ اس میں جمع تھے صرف ان پانچ چھ نفر کے انتخاب کو جن کو پوری امت نے نہ چنا ہو اگر وہ بغیر کسی دباؤ کے رائے دے بھی دیں تب بھی وہ

جمہوریت کے معیار پر نہیں اُترتا۔ چہ جائیکہ تلوار کے زور سے رائے طلب کرنا!

ہاں مذکورہ انتخابی نقائص حضرت علی کے ہاں نہ تھے کیونکہ آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے والے یقیناً "تحت سقیفہ" بیعت کرنے والوں سے کہیں زیادہ تھے، نہ وہاں مار دھاڑ تھی، نہ کوئی تلوار لے کر اچھلتا کودتا تھا، نہ کوئی جوتوں تلے روندا گیا بلکہ بیعت کرنے والوں کا وہ ہجوم تھا کہ خود حضرت کے دونوں پہلو پس گئے ـــ جیسا کہ حضرت اپنے خطبہ شقشقیہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"یہ لوگ بجوؤں کی فوج کی طرح چاروں طرف سے میرے اوپر ٹوٹے پڑتے تھے، یہاں تک کہ میرے دونوں پیر کے انگوٹھے اور پہلو کچلے گئے۔" (نہج البلاغہ[1])

نہج البلاغہ کے علاوہ دیگر باخبر مورخین سے بھی ہمارے مذکورہ دعوے کی تصدیق ہوتی ہے ـــــ طٰہٰ حسین بک کہتے ہیں۔

وفتہ رای المہاجرون	مہاجرین اور انصار دیکھ رہے تھے
والانصاران لا سبیل	کہ اب خلافت کا معاملہ طے ہونا
مما لیس منہ سبیل ـــــ	ضروری ہے اور وہ علی کی طرف

---

[1] اصل عبارت ابتدائے کتاب میں گزر چکی ہے

فاذا هم يميلون الى علي	مائل تھے لہذا وہ مہاجرین و
وكذلك اقبلوا على علي	انصار، علی کے پاس آئے اور
يعرضون عليه الامامة	امامت کو آپ کی خدمت میں پیش
ويلحون عليه في قبولها	کیا اور اس کے قبول کرنے کے لئے
والثائرون يؤيدونهم	گڑگڑانے لگے، حضرت عثمان
في ذلك وحاول علي ان	کے خلاف شورش کرنے والے
يمتنع فلم يجد الى الامتناع	بھی ان کے موید تھے حضرت علی نے
سبيلا، وما يرده عن	ہر چند چاہا کہ انکار کر دیں مگر آپ کو
القبول وقد رفض	کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا بھر اب
الخلافة حين قدمها	اس کے قبول کر لینے میں کوئی حرج
اليه الثائرون وهؤلاء	بھی نہ تھا کیونکہ پہلے شورش کرنے
المهاجرون والانصار	والوں نے خلافت پیش کی تھی جس
يعرضونها عليه ويريدون	پر آپ نے انکار فرما دیا تھا اور اب
ان يبايعوه كما بايعوا الخلفاء	مہاجرین وانصار خلافت پیش کر
من قبله۔	رہے تھے اور وہ اب اسی طرح بیعت کے

خواہش مند تھے جس طرح انہوں نے گزشتہ خلفاء کے ہاتھ پہ بیعت قبول کی تھی (الفتنۃ الکبریٰ ج ۲ ص۹)

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے اصل محرک مہاجرین وانصار کی جماعت تھی اور وہی اس پر اصرار کرنے والے تھے شورش کرنے والوں کو صرف مؤید کی حیثیت حاصل تھی مگر ——— "یزید جدید" کا خیال ہے کہ ———

"حضرت عثمان ذی النورین کی شہادت کے بعد جب سبائی لیڈر مالک الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ سے بیعت خلافت کرنا چاہی تو آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ ابن عباس نے منع کیا اور متنبہ کیا کہ اگر ان سبائی بلوائیوں سے آپ کا تعلق رہا تو خون عثمان کا الزام آپ پر لگ جائے گا مگر افسوس کہ حضرت موصوف نے اپنے بھائی کا عاقلانہ مشورہ قبول نہ فرمایا اور بیعت لے لی یہ بیعت چونکہ باغیوں اور قاتلوں کی تائید بلکہ اصرار سے ہوئی تھی اور یہ خلافت ہی حضرت عثمان جیسے محبوب خلیفہ راشد کو ظلماً اور ناحق قتل کر کے سبائی گروہ کے اثر سے قائم کی گئی تھی۔ عبداللہ بن سبا سبائین کے گروہ میں نہ صرف شامل بلکہ سیاست وقت پر اثر انداز تھا اس لئے اکابر صحابہ نے بیعت کرنے سے گریز کیا اس لئے بیعت خلافت مکمل نہ ہو سکی۔"

گویا "یزید جدید" نے ہر سفید جھوٹ بولنے کی قسم کھا رکھی ہے، جھوٹ

بھی وہ جو دنیا کے مسلمات کے خلاف ہو،۔
حضرت علی کی خلافت نامکمل (یعنی نادرست) تھی علی منہاج السنۃ نہیں تھی، آپ کو سبائیوں نے مقرر کیا تھا اس کا ڈھنڈورا بار بار پیٹا ہے اور اس سے صرف غرض یہ ہے کہ علی کے مقابلہ میں معاویہ کا کردار بالکل پاک و صاف ہو جائے اور امیر المومنینؑ کے مقابلہ میں ان کا تلوار کھینچنے کا جواز نکل آئے میں نے اپنے ایک متعصب سنی دوست سے پوچھا کہ اگر آپ آج سے تیرہ سو برس پہلے پیدا ہوتے اور میدان صفین میں حاضر ہوتے ایک طرف امیر معاویہ کی فوجیں ہوتیں دوسری جانب حضرت علیؑ کا لشکر ہوتا تو آپ کس طرف سے جنگ کرتے؟ پہلے تو انہوں نے حیل وحجت کر کے نکلنا چاہا لیکن جب میں نے گرفت مضبوط کی تو آخر کار ان کی زبان پر یہ کلمہ حق آ ہی گیا کہ حضرت علی کی طرف سے جنگ کرتا! پھر میں نے کہا پھر تو جو سامنے آتا آپ کو اسے قتل کرنا پڑتا؟ کہنے لگے ہاں! یہ سنی حنفی بزرگ متعصب ضرور تھے لیکن سنی تھے خارجی نہ تھے، اگر "یزید جدید" سے بھی سوال دہرایا جائے تو اس کے نزدیک چونکہ حضرت علی کی خلافت غیر صحیح، نامکمل سبائیوں کی مقرر کردہ تھی اس لئے ان کے مقابلہ میں امیر معاویہ برحق تھے لہذا یہ حضرت یقیناً معاویہ کی فوج ظفر موج میں ہوتے اور

حضرت علیؑ کے سر پر تلوار لگانے سے نہ چوکتے اب یہ وقت کی بات تھی کہ ان کے زعم میں یہ سعادت ابن ملجم کے ہاتھ آئی اور وہ اس شرف سے محروم رہ گئے شاید اسی لئے جگہ جگہ حضرت عثمان کی مظلومانہ شہادت پر تو گریہ کیا ہے لیکن پوری کتاب میں ایک جگہ بھی حضرت علی کی شہادت پر کوئی تاثر ظاہر نہیں کیا گویا ان کا قتل (معاذاللہ) برمحل تھا۔ پھر معاملہ یہیں پر نہیں رُکتا حضرت علی کی فوج میں علاوہ دیگر جلیل القدر اصحاب رسولؐ کے خود ان کے دادا بھی تھے۔ اگر یہ امیر معاویہ کے لشکر میں شریک ہوتے تو کیا ہی اچھا منظر ہوتا جس وقت اس دادا کا ہونہار سپوت حمایت امیرالمومنین معاویہ میں اپنے دادا ہی کے سر پر تلوار لگا کر جنت کی رسید حاصل کرتا۔ از تو ہمیں آید و مرداں چنیں کنند!

حضرت علی کی خلافت نامکمل تھی یا اس کو سبائیوں نے بنایا تھا۔ یہ بدشانی کہ اس مبینہ جھوٹ کی رد میں طٰہٰ حسین کے علاوہ دیگر ائمہ حدیث و مورخین کی عبارتیں بھی ملاحظہ ہوں —— علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری تحریر کرتے ہیں ——

دکانت بیعۃ علی بالخلافۃ	حضرت علی کی بیعت عثمان کے قتل
عقب قتل عثمان فی اوائل	ہونے کے بعد ہی اوائل ذالحجہ ۳۵ھ

ذی الحجۃ سنۃ ۳۵ فبایعہ المھاجرون والانصار وکل من حضر وکتب ببیعۃ الی الآفاق فاذعنوا لہ کلھم الا معاویۃ فی اھل الشام

میں واقع ہوئی چنانچہ انصار و مہاجرین اور تمام حاضرین نے ربا استثناء چند آپکے ہاتھ پر بیعت قبول کی، اور آپ کی بیعت کی اطلاع آفاق میں ہر طرف پہنچائی گئی جس کو سوائے معاویہ کے اہل شام میں سے سب نے قبول کیا۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج ۷ صفحہ ۵۷۶)۔

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں ———

"اہل علم کی اکثریت کا بیان ہے کہ مدینہ کے تمام انصار و مہاجرین نے حضرت علی کی بیعت کر لی تھی اور حضرت علی کی خلافت انہی کی بیعت سے قائم ہوئی تھی" (ازالۃ الخفا)

غرضکہ تمام مورخین و محدثین نے متواتراً یہی لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کی بیعت میں تمام مہاجرین و انصار شریک تھے۔ نہ معلوم "بیہ یدِ جدید" کو "سبائیوں کا ہتھا" کہاں سے دکھلائی دیا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہی مہاجرین و انصار اس کی نگاہ میں سبائی ہوں یہ بھی سراسر جھوٹ ہے کہ سب سے پہلے مالک اشتر نے بیعت کی، سب سے پہلے بیعت کرنے والے طلحہ تھے جیسا کہ علامہ گنجی شافعی فرماتے ہیں ——

"آخر یہ سوچ کر کہ اگر یہ صورت حال دیر تک قائم رہی تو معلوم نہیں اس امت کا کیا حشر ہوگا اور وہ وسیع سلطنت جس کی بنیاد میں ہزاروں عاشقان رسولؐ اللہ نے اپنا خون دیا تھا کس حالت کو پہنچے گی حضرت علیؑ مسجد میں تشریف لے گئے سب سے پہلے حضرت طلحہ نے، ان کے بعد حضرتِ زبیر نے پھر دوسرے صحابہ اور عام لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی (کفایۃ الطالب' علی اور انکی خلافت ط لاہور ص۹۱)

یہی بیان عبدالرزاق ملیح آبادی کی سابقہ تحریر میں گزر چکا ہے جس میں لوگوں نے طلحہ کے بیعت کرنے سے بدشگونی لی تھی کیونکہ ان کا ہاتھ شل تھا۔ اب رہا طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص وغیرہ کا بیعت نہ کرنا یا کرکے نکل جانا تو ہم کو اس سے انکار نہیں کہ ایک "مخصوص طبقہ" کے افراد حضرت علیؑ کو خلیفہ دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور نہ ان کی حیثیت سلمان و ابوذر و مقداد و عمار جیسے "السابقون السابقون اولٰئک المقربون" جیسی تھی، ان میں سب سے بڑا نام سعد بن ابی وقاص کا لیا جاتا ہے اور ان کی سب سے بڑی فضیلت ایران کا بزور شمشیر فتح کرنا ہے جو اگر ملوکیت و شہنشاہیت کے نقطۂ نظر سے کوئی مقام رکھتا ہو تو رکھتا ہو لیکن اس کو اسلام کی صلح جویانہ پالیسی سے

کوئی تعلق نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت علیؑ کی حکومت پر سب کا اتفاق ہو گیا تھا، یہ کہتے ہیں کہ گزشتہ اور آئندہ تمام خلفاء سے کہیں بڑھ کر چڑھ کر اتفاق ہوا تھا اور جن لوگوں نے حضرت کو نہیں مانا تھا ان کے نہ ماننے کی وجہ تھی کہ آپ کی حکومت میں ان کو اپنی من مانی کارروائیاں کرنے کے تمام امکان بند نظر آتے تھے، نہ رشوت تھی، نہ جاگیریں تھیں، نہ مال اللہ کے بل بوتے جود و سخا کی بارشیں تھیں ایک عادلانہ نظام تھا الٰہی حکومت تھی، جس میں نااہلوں کے لئے ایک پل کو مہلت نہ تھی اسی لئے جن لوگوں نے بہ طمع عہدہ یا زر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ان کو جب اپنی آرزوئیں[1] خاک میں ملتی نظر آئیں تو انہوں نے سازشی چالیں چلنا شروع کر دیں جیسا کہ طلحہ و زبیر نے آپ سے کوفہ و بصرہ کی گورنری طلب کی جب آپ نے انکار کیا تو بیعت توڑ کر حضرت عائشہ کے پاس چلے گئے[1] علامہ ابن ابی الحدید معتزلی لکھتے ہیں۔

ان سبب افتراق الناس	لوگ علی کو اس واسطے چھوڑ بیٹھے
عنہ کان لعدلہ وقسمتہ	کہ آپ لوگوں میں مال انصاف و عدل

---

[1] دیکھو عبارت عبدالرزاق ملیح آبادی در صفحات گزشتہ

مساویاً   کے ساتھ تقسیم کرتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص۱۸۰)

طلحہ و زبیر تک کے بگڑنے کی وجہ یہی تھی کہ وہ حضرت سے کوفہ و بصرہ کی گورنری چاہتے تھے اور جنگ جمل سے ان کی غرض خلافت[1] حاصل کرنا تھا جیسا کہ صفحات گزشتہ میں گزر چکا کہ امیر معاویہ نے ان کو یہ پٹی پڑھائی تھی۔ عبداللہ بن عمر ایک تو خلافت کے معاملہ میں شروع سے ہم مسلک نہیں تھے اس پر اضافہ یہ ہوا کہ ان کے بھائی عبیداللہ نے عہد حضرت عثمان میں ہرمزان و ابو لولو کی دختر کو اپنے باپ کے قتل کے انتقام میں جان سے مار دیا تھا جب حضرت عثمان سے اکابر صحابہ نے اس کو سزا دینے کو کہا تو انہوں نے عبیداللہ کو معاف کر دیا مگر حضرت علی نے ان کو معاف نہ کیا بلکہ آپ یہ کہا کرتے تھے کہ "اگر میں اس فاسق پر قابو پا گیا تو ہرمزان کے بدلہ میں قتل کر کے رہوں[2] گا۔ مغیرہ بن شعبہ بھی واجب الحد تھے اس لئے علی کے مخالف تھے۔ ھبیرہ بن مصقلہ بیت المال کے مدیون تھے اس لئے حضرت علی کے مخالف تھے غرضکہ اسی طرح کے وہ افراد آپ کے مخالف

---

[1] مزید برآں دیکھو تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ ج ۴ ص۲۹۶ شمس التواریخ ص۲۹۵ وغیرہ [2] الفتنۃ الکبریٰ ج ۲ ص۱۱

تھے جن کی مخالفت غرض دنیوی پر مبنی ہونے کی وجہ سے کچھ اہمیت نہیں رکھتی ان کے علاوہ اکثر اصحاب و مہاجرین و انصار نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی جیسا کہ گزشتہ حوالوں سے معلوم ہوا۔

امیر معاویہ کی بغاوت

اگر حضرت علی علیہ السلام کی خلافت خدا و رسولؐ کی نگاہ میں عین حق نہ ہوتی تو کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر معاویہ کو "باغی" کا لقب عطا کرتے۔ آنحضرت کی یہ حدیث سلف سے لے کر خلف تک متواتراً نقل ہوتی چلی آرہی ہے:۔ یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ وآخر شرابک ضیاح من اللبن۔ اے عمار! تم کو باغی گروہ قتل کرے گا اور تمہاری آخری غذا تھوڑا سا دودھ ہوگا۔

کبھی فرمایا:۔ یا علی ستقاتلک الفئۃ الباغیۃ وانت علی الحق فمن لم ینصرک یومئذ فلیس منی۔ اے علی! عنقریب تم سے باغی گروہ جنگ کرے گا اس وقت جو تمہاری مدد نہ کرے وہ

مجھ سے نہیں ہے۔

کبھی فرمایا:۔ ویح عمار تقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار۔ افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی اس کا جرم یہ ہوگا کہ وہ ان لوگوں کو جنت کی جانب دعوت دیتا ہوگا اور وہ لوگ جہنم کی طرف اس کو بلاتے ہوں گے[1] لیجئے! اس حدیث میں تو حضرتؐ نے عمارؓ کے مقابل پوری پارٹی کو جہنم کی طرف بلانے والا کہہ کر گویا "وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار" کی تفسیر بھی کر دی۔ اب اگر "یزید جدید" صاحب کو شوق

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ طبع دہلی (باب تعاون فی بناء المسجد)
صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۵ (باب شرائط الساعۃ)
خصائص نسائی ص ۹۸ تا ص ۹۹
کنز العمال ج ۶ ص ۱۸۴
منہاج السنۃ ج ۲ ص ۲۱۱
خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۹
اصابہ ج ۲ ص ۵۱۲
ترتیب جمع الجوامع ج ۷ ص ۴۲
صحیح ترمذی، مسند احمد
تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۳ و ج ۱۱ ص ۳۵
اسد الغابہ بحوالہ ارجح المطالب ص ۶۲۱
تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۲۶۹ وغیرہ
علامہ سیوطی وغیرہ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث متواترات میں سے ہے (خصائص ج ۲ ص ۱۴۰)

ہو تو بسم اللہ اس "فئہ باغیہ" میں شامل ہو کر اس کے امام کے جھنڈے تلے وہیں چلے جائیں جہاں وہ تشریف لے جائیں گے۔ چلتے چلاتے آپ کو ایک حدیث ارشاد ہے جس کے بعد آپ (بشرط غیرت) کبھی علی کو اپنا "ابن عم" (معاذ اللہ) کہنے کی جرأت نہ فرمائیں گے وہو ہذا۔

قال علی حزبنا حزب اللہ والفئۃ الباغیۃ حزب الشیطان ومن سوی بیننا وبین عدونا فلیس منا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہمارا گروہ اللہ کا گروہ ہے اور باغی گروہ شیطان کا گروہ ہے جس نے ہم کو اور ہمارے دشمن کو مساوی ٹھہرایا وہ ہم سے نہیں ہے۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۸۹)

تمت بالخیر

(یزید پلید کا باقی کچا چٹھا دوسری جلد میں ملاحظہ ہو)

مصادر و مآخذ

۱- قرآن کریم

۲ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

۳ اصابہ فی تمییز الصحابہ

۴ استیعاب ابن عبد البر

۵ ارجح المطالب

۶ اتحاف

۷ اوائل سیوطی

۸ امتاع مقریزی

۹ اسعاف الراغبین

۱۰ بحار الانوار

۱۱ بخاری

۱۲ البیان والتبیین

۱۳ بدایہ ونہایہ

۱۴ ترمذی

۱۵ تذکرہ خواص الامۃ

۱۶ ترغیب والترہیب

۱۷ تہذیب التہذیب

۱۸ تاج العروس

۱۹ تفسیر ابن ابی شیبہ

۲۰ تفسیر ابن ابی عساکر

۲۱ تفسیر قرطبی

۲۲ تفسیر ابن کثیر

۲۳ تفسیر در منثور

۲۴ تفسیر ابن جریر (طبری)

۲۵ تفسیر رازی

۲۶ تفسیر شوکانی

۲۷ تفسیر آلوسی

۲۸ تاریخ ابن عساکر

۲۹ تاریخ کامل ابن اثیر

۳۰ تاریخ یعقوبی

۳۱ تاریخ مروج الذھب

۳۲ تاریخ الخلفا

۳۳ تاریخ مروج الذھب

۳۴ تاریخ ابو الفداء

۳۵ تاریخ خطیب بغدادی

۳۶ تاریخ کبیر بلاذری

۳۷ تاریخ طبری
۳۸ تاریخ الفخری
۳۹ جمہرۃ الرسائل
۴۰ خصائص امام نسائی
۴۱ رسالہ تطہیر الجنان
۴۲ ربیع الابرار زمخشری
۴۳ ریاض نضرہ
۴۴ روضۃ المناظر
۴۵ رسائل جاحظ
۴۶ سنن ابوداؤد
۴۷ سنن بیہقی
۴۸ سنن کبری
۴۹ سیرت حلبیہ
۵۰ سیرت محمدیہ
۵۱ سیرت النبیؐ
۵۲ سیرت زینی دحلان
۵۳ سیرت ابن ہشام
۵۴ شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید)
۵۵ شرح نہج البلاغہ (عبدالرزاق)
۵۶ شرح مواہب زرقانی
۵۷ شرح التقریب
۵۸ صواعق محرقہ
۵۹ طبرانی
۶۰ عمدۃ القاری
۶۱ عقد فرید
۶۲ عیون الاخبار ابن قتیبہ
۶۳ علی و عائشہ
۶۴ عیون الاثر
۶۵ الغدیر
۶۶ فرائد السمطین
۶۷ فتح الباری
۶۸ فوائد مجموعہ
۶۹ فردوس الاخبار
۷۰ فصول مہمہ ابن صباغ مالکی
۷۱ الفتنۃ الکبریٰ
۷۲ قاموس
۷۳ کنز العمال
۷۴ کنوز الدقائق
۷۵ کامل مبرد
۷۶ کتاب صفین

۷۷ کتاب الام شافعی
۷۸ کفایۃ الطالب
۷۹ لئالی مصنوعہ
۸۰ لسان المیزان
۸۱ مقاتل الطالبین
۸۲ مقتل عوالم
۸۳ مقتل لہوف
۸۴ معالی السبطین
۸۵ مسلم
۸۶ معارف ابن قتیبہ
۸۷ مستدرک علی الصحیحین
۸۸ منتخب کنزالعمال
۸۹ مسند احمد بن حنبل
۹۰ مجمع الزوائد
۹۱ ملل ونحل
۹۲ مستطرف
۹۳ منہاج السنۃ
میزان اعتدال
۹۵ محلی ابن حزم
۹۶ محاضرات امام راغب
۹۷ المجتنیٰ ابن درید
۹۸ نہج البلاغہ
۹۹ ناسخ التواریخ
۱۰۰ نفس المہموم
۱۰۱ نہایہ ابن اثیر
۱۰۲ نیل الاوطار
۱۰۳ نجوم زاہرۃ
۱۰۴ نزل الابرار
۱۰۵ نورالابصار شبلنجی
۱۰۶ واقدی
۱۰۷ ہسٹری آف عربس (نکلسن)
۱۰۸ ہسٹری آف عربس (ہٹی)
۱۰۹ ہسٹری آف پرشیا (براؤن)
۱۱۰ ینابیع المودۃ

نوٹ:- جس امر کے متعدد حوالے دیئے گئے ہیں ان کے الفاظ میں کمی وبیشی ممکن ہے۔

فہرست مطالب

۱	ان دو آنکھوں نے کیا کیا دیکھا	۹
۲	شہادت عظمیٰ	۲۹
۳	تاریخ اسلام پر ایک طائرانہ نظر	۴۰
۴	بارہ امام کے متعلق پیشین گوئیاں	۴۵
۵	یہ شخصی وانفرادی جنگ نہ تھی	۴۹
۶	میدان کربلا میں مباہلہ	۵۵
۷	حسین سے مخالفت کیوں ہے	۷۰
۸	کیا یزید خلیفہ برحق تھا	۷۳
۹	یزید کی حکومت	۷۷
۱۰	بنو امیہ اللہ کی نظر میں	۷۸
۱۱	بنوامیہ اور اسلام	۸۵
۱۲	بنوامیہ پیغمبرؐ کی نظر میں	۸۶
۱۳	کتاب معتضد	۹۲
۱۴	بنوامیہ کے متعلق مستشرقین یورپ کی رائے	۱۱۲

۳۵۰

	ام جمیل	۱۱۴
	حکم بن ابی العاص	۱۱۶
۱۷	مروان بن حکم	۱۲۵
۱۸	خمس میں بنی عبدشمس کا حصّہ نہیں ہے	۱۳۲
۱۹	عمرو عاص	۱۴۲
۲۰	بنی امیہ کی بلندی اخلاق	۱۴۵
۲۱	ابوسفیان	۱۴۹
۲۲	ھندہ	۱۵۷
۲۳	امیر معاویہ	۱۶۳
۲۴	احادیث درشان معاویہ	۱۶۹
۲۵	معاویہ کے قتل میں کیا مانع تھا	۱۸۱
۲۶	امیر معاویہ کے متعلق دیگر مشاہیر امت کے خیالات وافکار	۱۸۶
۲۷	معاویہ اور کتابت وحی	۲۱۲
۲۸	خال المومنین	۲۲۱
۲۹	احادیث دربارۂ معاویہ	۲۲۱
۳۰	حلم معاویہ	۲۳۸
۳۱	اولیات امیر معاویہ	۲۴۲
۳۲	امیر معاویہ کے کارنامے	۲۴۷
۳۳	زیاد بن ابیہ کا الحاق	۲۴۷
		۳۵۱

۳۴	معاویہ اور شراب	۲۵۵
۳۵	معاویہ کا حیدر کرار پر سب دشتم	۲۶۰
۳۶	علی کو لعن کرنے میں امیر معاویہ نے حضرت ام سلمہ کا بھی کہنا نہ مانا	۲۶۴
۳۷	جنگ علی و معاویہ	۲۸۱
۳۸	شیعہ اور عبد اللہ بن سبا	۳۰۷
۳۹	قاتلین حضرت عثمان کے چہرے سے نقاب کشائی	۱۱۳
۴۰	فتنہ جمل کس نے جگایا!	۳۱۶
۴۱	کیا حضرت علی کو دنیا کی طلب تھی؟	۳۱۸
۴۲	حضرت علی کی خلافت کا پلہ تمام خلافتوں پہ بھاری تھا	۳۲۸
۴۳	امیر معاویہ کی بغاوت	۳۴۴